

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224748

UNIVERSAL
LIBRARY

۱۷۹۸۲ ۱۷۹۸۲

۳۹۴ / ن - گ

نماز فتنه‌پوشی

پهوانه‌پوشی

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۳۹۶ - ۳۹۶

Accession No. ۱۷۹۸۲

Author

نور محمد فتحپور

Title

شہزادہ محمد حسن

This book should be returned on or before the date last marked below.

گوارہ تمدن

اثر

نسیان فچوری

سِلْسِلۂ تِلْكَتِیۂ

(۱۶)

گوارہ مہکن

یعنی

اردو زبان میں اپنی قسم کی سب سے پہلی تصنیف جس میں ثابت کیا گیا ہو کہ عورت نے
ازمنہ قدیمہ میں تہذیب و ارتقاء عالم کا کس قدر ساتھ دیا اور دنیا کی نشاۃ
اور مذہبیت عورت کی کس درجہ ممنون ہو

اثر

جناب مولانا نیاز فتح پوری
دارالطبع - اندین پریس لکھنؤ
دارالاشاعت صدیق بک پرنٹنگ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰۰	تاثر اور پابندی	۱۶۳	تسلیم
۷	مذہبی خیالات کی وسعت	۱۶۶	علمی زندگی
۷	مذہب و اقیقت کے تعلق	۱۶۷	شادی
۲۰۶	نظام	۱۸۳	تیسرے مکانات
۷	عالم ارواح	۱۸۴	مختلف قطعات مکان
۲۰۳	علم الاضنام	۱۸۴	اخلاقی زندگی
۲۰۵	اشاعت علم الاضنام	۱۸۵	عورت کا ورثہ
۲۰۶	مردہ کے متعلق مراسم	۱۹۰	سوسائٹی پر اثر
۲۰۹	عورت کی مذہبی پیشوائی	۱۹۳	حقوق
۲۰۹	ساحرہ عورتیں	۱۹۳	سجارت
۲۱۰	روحانی معالجات	۷	شائستگی
۲۱۱	آسمانی دنیا کی عورتیں	۱۹۴	گودنا
۲۱۲	دیویاں اور دیوتا	۷	شرم و حیا
۲۱۳	زمین کی دیوی	۱۹۵	جنگی خدمات
۲۱۵	درخت		دسویں فصل
۲۱۶	جانوروں کی پرورش	۱۹۹	(مذہب اور عورت)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۸	مطالبہ حقوق	۲۱۷	آگ
۲۲۹	تعلیم نسواں	۲۱۸	آفتاب
۲۲۹	حدود فرائض	۲۱۸	یونانی دیویاں
۲۳۰	انصرام حیات منزلی	۲۱۹	کائنات اور مہینے کی دیوی
۲۳۱	مرد و عورت کے طریق ترقی کا فرق	۲۲۵	گیارہویں فصل (نتیجہ)
۲۳۲	جسم و دماغ کی ساخت		
۲۳۲	کسی قسم کی تاریخ کا بہترین زمانہ		
۲۳۳	مباحث سابقہ کا خلاصہ		
۲۳۶	ایک کلمہ تنبیہ		
		۲۲۶	ارتقا میں مرد و عورت کا حصہ

انتساب

ہاں کہ لعل دگر، بغیر کسی وصف اضافی کے بھی، دنیا میں اک
مستقل امتیاز رکھتے ہیں؛ لیکن اُن کا حقیقی شرف تو اُس طرف کلمے وابستہ ہو
جہاں جگہ گمانے کے لئے دو حقیقتاً وضع ہوئے ہیں۔ اس لئے اگر میں ان اوراق کو
علیہا حضرت بلقیس مرتبت، نوشیروانِ نصفت، گردوں کا باب
والا جناب انواب سلطان جہاں بیگم، جی سی ایس۔ آئی جی
سی آئی امی جی بی ای۔ اذامہا اللہ بالعز و الکمال فرماؤں
دارالاقبال بھوپال

کے اسم گرامی سے منسوب کرنے کی عزت حاصل کر کے سسر در و مختصر ہوں، تو
جاسے حیرت نہیں، کیونکہ ارباب نظر لعل دگر کو نہیں بلکہ
”عروج طالع لعل دگر کو دیکھتے ہیں“

نیاز

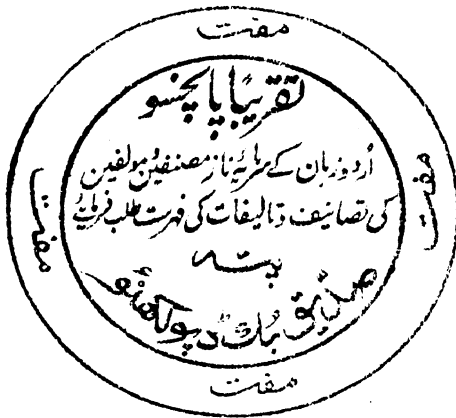
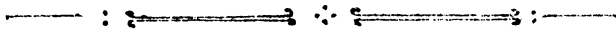
علیہا حضرت ادامہ اللہ بالغزو الاقبال کے سب سے چھوٹے شاہزائے
 عالی جناب لفٹنٹ کرنل حاجی محمد حمید اللہ خاں بہادر تھے۔ اسے
 چیف سکریٹری گورنمنٹ بھوپال کا جن کی نگاہ حقیقت شناس فہم نکتہ رس
 نے میری بہت سی خوابیدہ تمناؤں کو بیدار کر دیا۔ اگر جذبات منت پذیر
 کی نزاکت الفاظ کی گرانی کو برداشت کر سکتے، تو میں اعتراضِ حسان کی
 کوشش کرتا لیکن میں اس رمز سے آگاہ ہوں اور نواب زادہ تحشم الیہ کی
 بارگاہ میں صرف اپنے سکوت کو پہچانا چاہتا ہوں، وہ سکوت جو یقیناً
 ہنگامہ تکلم سے زیادہ بلیغ ہے۔

بہر حال میرے لیے یہ فخر بس ہو کہ مجھے انھیں بابرکت سہتیوں کے
 سایہ دامنِ دولت و علم میں زندگی بسر کرنے کی فرصت خدا نے محنت فرمائی
 ہو، اور انھیں کی شاہانہ فیاضیوں کے ساتھ ساتھ میں تصنیف و تالیف
 کیلئے آزاد چھوڑ دیا گیا ہوں۔ خوش رعایتِ شوق

چونکہ یہ سلسلہ تصنیف نوع انسان کے طبقہ لطیف سے متعلق ہے جو
 اس لیے میں اس کو نہایت ادب کے ساتھ نوابِ مہتمم جہاں بہیم
 طالبِ ثرا، علیہا حضرت ادامہ اللہ اقبالہا کی ان شاہزادی صاحبہ کی
 یادگار میں قائم کرتا ہوں، جو ہر چند اس عالم آب و گل میں نہیں لیکن
 ان کی نوابی و زبانت ان کی ذکاوت و فطانت کی (جو عالمِ فطولیت

ہی سے آپ میں نمایاں تھیں، یاد دہنوز باقی و تازہ ہو۔

”نیاز“



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

انسان فطرۃً جستجو پسند واقع ہوا جو اور اُس کی فرصت کا دھچپ ترین مشغلہ یہ جو کہ وہ ہر اُس چیز کی نسبت معلومات حاصل کرے جو اُس کے علم سے باہر ہے اور کائنات کے ہر اُس راز کو دریافت کرے جو اُس سے دقت نظر کا طلبگار ہو اور غالباً فطرت کی ہی وہ خصوصیت ہو جس نے اُس کو کائنات میں اشرف و اعظم کا درجہ عطا کیا اور اس سے ترقی کے مابین جلد جلد طے کرادیے۔

یوں تو دنیا میں بے شمار کیفیات و محسوسات ہیں جن کا علم ہم کو حاصل نہیں اور ان کے متعلق معلومات ہم پر چھپنا ناہما سے لئے مفید ہو، لیکن سب سے زیادہ ہمت بالشان چیز جس کی نسبت ہم کو سب سے پہلے تحقیق کرنی چاہیے خود ہماری ذات ہے اور اُس وقت تک کہ خود ہمیں اپنا علم حاصل نہ ہو جائے، غالباً ہم کو کوئی حق حاصل نہیں کہ دیگر موجودات عالم پر غور کریں، جن کو ہم سے وہی نسبت ہو جو درویش کو خویش سے

مغرب میں جہاں تحقیق و تفتیش نے اب ناقابل علاج مرض کی سی صورت اختیار کر لی ہے، دیگر علوم و فنون کے ساتھ خود علم الانسان کے متعلق بھی بہت مبسوط و ضخیم تصانیف موجود ہیں، اور حقیقت سے انکار ہوگا اگر کہا جائے کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہو۔ ایشیا و اور ہندوستان کی زبانیں، اور ان میں بھی خصوصیت کے ساتھ اردو زبان اس لحاظ سے بہت کم مایہ جو، اور اک قوم کے لیے اس سے زیادہ بد نصیبی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ اس کی زبان علوم و فنون کی کتابوں سے خالی ہو۔

یہ مسئلہ مسلمہ جمہور ہے کہ اس دور علم و حکمت میں کسی ملک، کسی قوم کو حصول ترقی کا حق حاصل نہیں، جب تک وہ اپنے تئیس جامع علوم و فنون ثابت نہ کرے اور یہ حال ہے، جب تک خود اس کی زبان میں تعلیم و حکمت و فنون کا کافی ذخیرہ موجود نہ ہو۔ شکر ہے کہ اب ملک نے اپنی زبان کے اس نقصان عظیم کو محسوس کرنا شروع کیا ہے اور کبھی کبھی کوئی مضمل آواز کانوں میں ایسی بڑبڑاتی ہے، جس سے ہر خباہت کے لئے کوئی قوی اُسید تو قائم نہیں کی جاسکتی لیکن مایوسی کی رفتار ضرور کچھ ٹھک سی گئی ہے۔ ایک زمانہ کی گہری فینہ کے بعد اتنی بیداری بھی غنیمت ہے کہ انہی حیات کے اظہار سے طول حیات کی توقع قائم کی جاسکتی ہے۔

علمائے مغرب نے "علم الانسان" (Anthropology) کی دہری تفسیروں کی ہیں، ایک تقسیم بہ لحاظ ساخت جسم ہے اور دوسری باعتبار تقسیم اقوام و مذاہب۔ پہلی تقسیم میں "علم حیۃ السحوان" (Physiology) علم تشبیح الاہان انسانی (Anatomy) "علم قیاضہ" (Physiognomy) وغیرہ شامل ہیں۔ دوسری قسم کو "علم الاقوام" (Ethnology) کہتے ہیں

اس کی بھی بہت سی تقسیمیں ہیں، لیکن دو خاص ہیں۔ ایک وہ جو مردوں سے متعلق ہو، دوسری وہ جو جنس نازک سے بحث کرتی ہو، اور یہ کتاب "علم الاقوام" کی اسی دوسری تقسیم سے متعلق ہو۔

اگر میں یہ کہوں کہ تصنیف اس شعبہ علم پر پوری طرح حادی ہو، تو یقیناً غلط ہوگا، کیونکہ اول تو تحقیق و تفتیش کا میدان اس قدر وسیع ہو کہ بڑی سی بڑی کتاب اسے طے نہیں کر سکتی، اور دوسرے استقراء (Induction) کا دروازہ یوں بھی اُس وقت تک بند نہیں ہو سکتا، جب تک زمین پر ایک بھی مستقیم لڑا تھا نہ ہو، متحرک بالارادۃ حیوان ناطق ساتس لے رہا ہو۔

چونکہ اردو میں اس موضوع پر کوئی کتاب اس وقت تک نہیں لکھی گئی، اسلئے اس کے متعلق جو کچھ اپنی زبان میں نظر آئے اُسے اس خیال سے نہ پڑھنا چاہیے کہ وہ ایک جامع و قاطع تصنیف ہو، بلکہ صرف اس خیال سے مطالعہ کرنا چاہیے کہ وہ آئینہ تحقیق و تفتیش کے لئے دلیل راہ ہو۔ بہر حال یہ تصنیف صرف ایک مقدمہ جو جو محض اس اُمید پر پبلک کے سامنے پیش کیا جاتا ہو کہ اس سلسلہ کی جانبان و ماغوں میں بھی تحریک پیدا ہو، جن کو اس سے قبل اس طرف توجہ کرنی چاہئے تھی۔

(۲)

کہہ ارض پر جو نوع انسان آباد ہو، اُس کا صحیح شمار ہم کو معلوم نہیں لیکن یہ ایک طرہ ہے کہ اُس میں نصف سے زائد حصہ عورتوں کا ہو، جو ایسے دشیں و شہپر است ہر جگہ نظر آتی ہیں، اس لیے معلوم کرنا ہمارا فرض ہو کہ خدا کی یہ بڑی مخلوق جس سے ہم

جنس نازک کہتے ہیں، اس ہنگامہ عالم، اس کا رزار دنیا میں کس قدر حصہ لے رہی ہو اور نیز یہ کہ موجودہ آبادی کی ماؤں اور اُن کی ماؤں نے ازمنہ قدیمہ میں ارتقاء عالم کی ذمہ داریاں کس حد تک اپنے سر لیں۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر غور و تامل کرنا یقیناً نوع انسان کے لئے نہ صرف ضروری بلکہ مفید بھی ہو۔

اس تصنیف کا موضوع ہی تلاش جستجو ہو۔

یوں تو اک اجمالی نظر سے ہر شخص سمجھ سکتا ہو، کہ عورتوں کے کارنامے بشار اور اُن کی دلسوزی و ہمدردی کی داستانیں کثیر ہیں۔ لیکن جزئیات سے بحث کرنا اور اُن کی زندگی کے تمام اُن پہلوؤں پر نظر نقد و الثاجو کائنات کی آرائش و زیبائش، دنیا کی رونق و تزئین کا باعث ہوئے ہیں، نہ صرف اس لحاظ سے ضروری ہو کہ اُن میں ہماری لئے اک دگر اعتبار بصیرت پنہاں ہو، بلکہ اس حیثیت سے بھی جستجو کا طلبگار ہو کہ جو حقوق دنیا اور دنیا کی آبادی پر عورتوں کے ہیں اُن کو یاد رکھا جائے تاکہ ہم اُن کی اہمیت کو سمجھ سکیں کہ اعتراف احسان کی یہ بھی ایک پسندیدہ صفت ہو۔

تاریخ انسان کو ماہرین فن نے دو زمانوں میں تقسیم کیا۔ سب سے پہلا زمانہ وہ جب انسان وحشی تھا، زندہ تھا، اور ہر وقت نہ صرف اپنی نوع کے افراد سے بلکہ فطرت کے خلاف بھی جنگ کرنے کا عادی تھا، اس کو ہم عہد سبجیت (Period of militancy) سے تعبیر کر سکتے ہیں اس کے بعد وہ زمانہ آیا، جب انسان نے اک جگہ اطمینان سے قیام کیا اور رفتہ رفتہ صنعت و فطرت، حکومت اور سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اس کو ہم عہد صنعت و تعقل، زمانہ صلح و آشتی

(Period of Industrialism) سمجھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی چاہے تو کہہ سکتا ہے

کہ عہد اول سے مراد صرف جنس کرخت کے کارنامے ہیں، اور عہد ثانی سے جنس لطیف کے برکات۔ کیونکہ آج بھی جب کہ حرب و جنگ کے لئے ہتھیار ہلک آلات عجیب و غریب آتشبار ذرائع موجود ہیں، عورت اُن کی تیاری و فراہمی میں بہت کم حصہ لیتی ہے اور سوائے اس کے کہ وہ کہیں کسی کارخانہ میں کار تو س بنانے کی مشین چلا رہی ہو۔ یا کسی ٹیکسٹائل فیکری کے ماتحت زنجیروں کی تیاری میں مصروف ہو، اس کا نفس جنگ سے کوئی تعلق نہیں۔ چونکہ ازمنہ قدیم کے عہد تاریک میں، مرد و خاتون اور پہاڑوں میں وحشی درندوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے پر مجبور تھا اور اس کو سترائی مخلوق کے خلاف اپنی قوتیں استعمال کرنی پڑتی تھیں، اس لئے اگر مردوں نے درندوں کے ساتھ زیادہ متعلق رہنے کی وجہ سے انہیں کے حرکات دیکھے تو حیرت نہ کرنی چاہیے، اور چونکہ عورت ایک غار کے اندر خاموش بیٹھی رہتی تھی، اس لئے اگر عورت نے اپنے گھر کی تعمیر چڑیوں کے آشیانوں سے ذخیرہ خوراک جمع کرنے کا درس چھوٹیوں سے حاصل کیا تو جائے تعجب نہیں۔ کیونکہ فطرت اگر ایک طرف انسان کو قصاص و انتقام سے مجروح کر رہی تھی، تو دوسری طرف وہ اسباب سکون و النیام دینا کرنے میں مصروف تھی، جو بقائے حیات کے لئے اذیت ضروری ہیں۔

جس وقت زمین پر سب سے پہلی عورت عالم ظہور میں آئی ہوگی، تو اسکی حالت کیسی دردناک ہوگی اسکا صحیح اندازہ ہم اس وقت نہیں کر سکتے، مگر ہمارے ہنرمند معلوم ہو کہ نہ اس کے جسم پر ایسے گھنے بال تھے کہ وہ موسم کی تبدیلیوں کو برداشت کر سکتی، نہ اس کے دانت اس قدر مضبوط تھے کہ وہ آسانی سے کسی چیز کو نڈبنا سکتی

اُس کے بازو دیگر حیوانات کے مقابلے میں کمزور تھے اور اُس کی درماندگی شاید نہ وہ ایک طاقتور کی طرح رہ سکتی تھی کہ جہاں چاہتی اُڑ کر پہنچ جاتی، نہ اُس کے پاس تکی کی سی آکھ تھی کہ رات کی تاریکی میں اپنی بنیائی سے کام لے سکتی، نہ اُس کے قبضہ میں اڈا رہ سکتے کہ وہ ضرورت کی چیزیں بنا سکتی، اور نہ اُسے کوئی تجربہ حاصل تھا کہ وہ زندگی کی دشواریوں کو آسان کر دیتی۔ نہ اُس کے پاس الفاظ تھے کہ وہ اظہار جذبات کر سکتی، نہ اُسے یہ خبر تھی کہ دنیا میں اسباب ارتقاء کا مفہوم کیا ہو۔ درخت پھلتے تھے، پھولتے تھے، لیکن اُس کا ضعیف ہاتھ فطرت کی اس حین پیداوار تک نہ پہنچ سکتا تھا، اونچے پہاڑوں پر دودھ پینے والے جانور اُسے نظر آتے تھے، لیکن اُس کے اسیل اپنی تشنگی رفع نہ کر سکتے تھے بڑے بڑے بال رکھنے والے حیوانات اُس کے سامنے سے گزر کر جاتے تھے لیکن وہ اپنا جسم محفوظ رکھنے کے لیے ان کا لباس اُن سے مستعار نہ لے سکتی تھی۔ کائنات اس کے لئے ایک مسمم تھی ساری دنیا اُس کے لیے ایک راز تھی اور فطرت اس کو اس حال میں مہربان نہ سمجھتی دیکھ کر مسکرا رہی تھی، مسکرا رہی تھی اس رمز پر کہ بائیسویں صدی کے بے جا رنگی ایک دن دنیا کی رونق کو اُس سے وابستہ ہونا ہے۔ اور اس کی یہی بڑی مصلحتی ایک وقت عالم اسباب کو زندہ کر کے دکھانے والی ہو۔ یوں بظاہر اُس کے قویٰ ضعیف تھے۔ لیکن اسی ضعیف میں حرکت و جنبش کی ایک زبردست قوت و دلیت رکھ دی گئی تھی وہ بادی النظر میں بالکل بے یار و مددگار معلوم ہوتی تھی، لیکن دماغ کی صورت میں اُس کو ایک ایسا رفیق دے دیا گیا تھا جو اس کی تمام کمزوریوں کا کافی عوض ہو سکتا تھا۔ ساری کائنات اس کی کان

تھی۔ اور ذہانت و فراست اُس کا شہما اوزار۔ زمین کے اندر معدنیات زمین کے
اد پر جمادات، نباتات، فضا کے ہوا میں اُڑنے والے طیور، الغرض جو کچھ خلائے
عالم کو پُر کیے ہوئے تھا۔ اُس کے اسی منہا اوزار سے چھو کر اُس کے منشاء
و ضرورت کے موافق صورت اختیار کر لینے کے لئے آمادہ و منظر تھا۔ پھر نارینج
کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ نتیجہ کیا ہوا اور موجودات عالم نے اُس کی کیا کیا تھمتیں
انجام نہیں دیں۔

عورت نے جس طرح رفتہ رفتہ ذراعت و صنعت، تہذیب و مدنیت کی بنیاد
ڈالی، اس کا مطالعہ ایک نہایت دلچسپ مشغلہ ہو اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ آٹے
مرد کے پہلے عورت کو جو مذاق فطرت کا، ذک پہلو کہا جاسکتا ہو، وابستہ نہ کر دیا
ہو تا تو شاید مرد اس وقت سحر اُوں اور کوہستانوں میں درندوں کے ساتھ رہ رہ
کر صرف ایک زبردست درندے کی صورت میں پایا جاتا اور ساری کائنات سگوار
و مضحکہ خیز ہوتی۔

آج بھی جب کہ تہذیب و تمدن اپنی انتہائے عروج کے بلبلے طے کرتی ہوئی
نظر آتی ہو اور مرد نے اپنی اختراعات سے ایک ہنگامہ بہت آگے رکھا ہو دینا عورت
کی ذات سے مستغنی نہیں اور زمانہ قدیم کے بہت سے اُن مشاغل کی یاد جو عورت
عورت کا حصہ تھے اپنے ساتھ لیے ہوئے ہو۔ دیکھا جاتا ہو کہ ایک اُسوت کاتنے
والی مشین اس وقت ہزاروں من رانی کے ڈھیر کو تھوڑی سی دیر میں باریک تانے
کی صورت میں لے جاتی ہو، ہم جانتے ہیں کہ چڑا بکالے اور رنگنے کی مشین سینکڑوں
اور ہزاروں جانوروں کی کھالوں کو ایک ساعت میں کام کی چیز بنا دیتی ہے۔

وہ بھی معلوم ہو کہ جنگل میں جس وقت انجن ہل کو لے جاتا ہو، تو ایکڑوں زمین دم
 دم میں قائم رہت ہو جاتی ہو۔ لیکن آج مرد جس ردنی کو شین سے سوت بناتا ہو
 جس پر اسے کوہہ شین کے زور سے نرم و رنگین کر دیتا ہو، جس زمین کو وہ آگ اور
 دھوئیں کی دے کھودتا ہو، عورت اس سے بہت پہلے صرف اپنے ضعیف ہاتھ
 سے کیا کرتی تھی اور اب بھی وہ تمام مہذب ممالک میں ان شینوں کے چلانے پر
 کی معاون ہو اور سولے اس کے کوئی فرق نظر نہیں آتا کہ اگر پہلے وہ اپنے جھونپڑے
 کے اندر تنہا ان مشاغل میں مصروف تھی تو اب وہ آتش و دھواں کے سامنے ایک
 جماعت کے ساتھ کسی کارخانے کی عمارت میں کام کرتی ہوئی ہو۔ یہ معلوم کر کے غالباً دنیا
 تعمیر ہوگی کہ اس وقت بھی تقریباً ایک سو چھتیس پینے ایسے ہیں جو صرف عورت کی ہڈ
 سے چل رہے ہیں اور جن کے لئے یہ غریب اپنے ضعیف اعضا کو صبح سے شام تک
 متحرک رکھتی ہو۔

عورت، عورت ہونے کے لحاظ سے ساری دنیا میں ایک ہو۔ اگر مغرب کی عورت
 اپنے رنگین قیمتی ملبوس میں گھر کی رونق اور مرد کے لیے آرام و سکون ہو، تو وحشی
 جزائر میں اُس برہنگی اور بے سُر سامانی کے عالم میں جھونپڑے کی بہار اور جھونپڑے
 والوں کے لئے تسلی و تسکین ہو فرق صرف یہ ہو کہ وہاں وہ قالین اور کرسی پر جلوہ گر
 ہو اور یہاں فرش خاک پر کسو۔ وہاں اپنے بچوں کو نفیس و تکلف گواروں میں
 بٹھلاتی ہو اور یہاں اپنی آغوش میں وہاں اپنے گھر کے اندر اسے بہت سی تکلف چیزوں
 کو درست رکھنا پڑتا ہو اور یہاں ایک چٹائی اور چند مٹی کے برتنوں کو۔ پھر تنقید اس پر
 نہ کہ وہ قالین اور بورے میں کیا فرق ہو، اشال و بلاس میں کیا نسبت ہو۔ بلکہ صرف

یہ دیکھو کہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ ہاتھ کس کا ہو جو اس نظام کو قائم کئے ہوئے
 ہو اور کس کا درد مند دل ہو جو مرد کی تکلیف و مصیبت پر ہر وقت دھڑکنے لگے
 آمادہ نظر آتا ہے۔ اگر تالین بوریئے کی ارتقائی صورت نہیں ہو اگر میز و کرسی نشینی
 ہوئی اور کچی پنچ چٹانوں کی تقلید نہیں ہو اگر موجودہ گوارے ان توکریوں کی ترقی یافتہ
 صورتیں نہیں ہیں جن میں اب بھی ایشیاء و افریقہ کے بہت سے بچے پڑے سوہنے ہیں اگر
 موجودہ سوت کا سننے والی شینیں اُن چرخوں کی منہ بٹ سکیں نہیں ہیں جواب بھی شرق
 میں متحرک نظر آتے ہیں اگر موجودہ ذراعت کا نظام اس سنگین اوزار کا قبیح نہیں ہے
 جسے زمانہ قدیم کی عورت زمین کھودنے کے کام میں لاتی تھی تو بیشک تم کہہ سکتے ہو
 کہ موجودہ ترقی و تہذیب عورت کی منت کش نہیں اور تم اسے تحقیق ”علم الانسان“ کا
 موضوع قرار دینے سے احتراز کر سکتے ہو۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہو تو مرد و انہماک
 و شایستہ مرد کے ناشکر گزاری کی مثال اس سے زیادہ اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ وہ عورت
 کے حقوق کو، اُس عورت کے حقوق کو جو ساری دنیا کی ماں تمام تہذیب ارتقا کی غذا
 جملہ ترقی و شایستگی کی اصل اصول ہو، فراموش کر دے۔

کہا جاتا ہو کہ مرد و عورت کے جسمانی ساخت میں فرق ہو اور ہر اس کام کے لئے
 جو مرد کر سکتا ہو عورت مردوں نہیں یہ ایک حد تک درست ہو اور مرد کے قوّائم
 علی النساء ہونے کی دلیل ہو سکتی ہو۔ لیکن اس کو عورت کے تمام جائز حقوق کے
 پامال کر دینے کا ذریعہ نہ بنانا چاہیئے، کیونکہ جس طرح عورت مردوں کے تمام کام انجام
 نہیں دے سکتی اسی طرح ایک مرد بھی عورتوں کے سارے کام پورے نہیں کر سکتا۔
 درآں حالیکہ عورت نے ہمیشہ مرد کا ہاتھ اُن کاموں میں بھی بٹایا جو صرف مرد کے

کرنے کے ہیں۔

زمانہ حجری میں جس وقت مرد غدا فراہم کرنے کے لئے جنگل میں نکل جاتا تھا۔ تو عورت بھی بسا اوقات اُس کے ہمراہ ہوتی تھی۔ مرد کا کام صرف یہ تھا کہ وہ جانور کو تیرے سے ہلاک کر کے ڈال دے، لیکن اُس مردہ جانور کو گھیٹ کر غار کے اندر لے جانا۔ وہاں اس کی کھال صاف کرنا، گوشت کے ٹکڑے کرنا۔ آگ پر اس کو بھوننا مرد کے سامنے لا کر رکھنا، چربی کو علیحدہ کر کے محفوظ کرنا، کھال کو خشک کر کے لمبوس بنانا یہ سب عورت ہی کا کام تھا، جس میں مرد بہت کم حصہ لیتا تھا۔

امریکیہ کی ”انہا“ قوم میں مردوں کے بہت سے کاموں کی نظم و ترتیب صرف عورت کے مشاغل سے متعلق تھی۔ جب عورت غلہ بوچھتی تھی تو مرد سمجھتا تھا کہ اب موسم گرما کے نشکار کا وقت آگیا ہے اور وہ باہر نکل جاتا تھا، اور جب کھیتیاں یک جاتی تھیں تو وہ واپس آتا تھا۔ گویا عورت مرد کے لیے ایک تقویم (ختری) کا حکم رکھتی تھی جب جنگل میں بھیلروں اور بکریوں کے جسم پر اُن زیادہ بڑھ جاتا تھا تو مرد اُن کا شکار کرنے نکل جاتا۔ اور جب کھالیں لے کر گھر واپس آتے تو عورتیں اُسکا لمبوس بنا کر تیش اور گوشت کا جو حصہ وہ محفوظ رکھنا چاہتیں کُل کے ایک کونے میں رکھ کر چمڑے کے تسمے سے باندھ دیتیں اور غار یا گڑھے میں دفن کر دیتیں۔ جب مردوں کی روانگی کا وقت آتا تو وہ اُن کے گھوڑوں پر ضروری سامان جو پہلے سے اسی لیے محفوظ رہتا لا دیتیں اور خود اپنی بیٹھ پر بھی بہت سی چیزیں رکھ کر مردوں کے ساتھ ہو لیتیں۔

عدنا ماریک میں بھی ماہین زن و مو تقسیم عمل کے کچھ اصول قائم تھے۔ لیکن

ایک دوسرے کی اعانت کا دستور بھی اُن میں قائم تھا، اگر مرد سکار کرتا تھا، تو عورت شکار کے سنبھالنے میں مدد کرتی تھی۔ اگر عورت گھر میں کھانا پکانے، ٹوکریاں بٹنے، کھالیں سینے میں مصروف رہتی تھی تو مرد بھی کچھ نہ کچھ اس کا ساتھ دیتا تھا۔ لیکن حیثیت مجموعی عورت کی ساری زندگی کیسر انہماک و مصروفیت تھی اور وہ ایک لمحہ کے لئے بھی بیکار و معطل نہ بیٹھ سکتی تھی۔

یہ امر کہ زمانہ قدیم میں عورت کا وجود ایک متم بالشان وجود تھا اور وہ کائنات میں مرد کے دوش و دوش کا کام کرنے کی اہل تھی، مختلف ذرائع سے ثابت ہوتا ہے سب سے پہلے جو چیز اس کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہے وہ اقوام عالم کا علم الا صنم ہے۔ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کے علم الا صنم میں دو چار دیویوں کا نام نہ پایا جاتا ہو اور یونان و روم کے علم الا صنم میں تو مختصر غالب دیویوں ہی کا ہے۔ دولت شہرت، حسن، شعر، موسیقی، نسیم، روح، زراعت وغیرہ سب دیویوں ہی سے منسوب ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری باتیں محض عورت کی وجہ سے قائم ہوئیں، یہاں تک کہ اُن کو دیوی قرار دے دیا۔

ہندوؤں کے علم الا صنم میں لکشمی دیوی سے کون واقف نہیں ہے اور اگر اُس کی یہ تاویل کی جائے کہ عورت کو زمانہ قدیم میں ایک بے بہاد دولت، یا دولت کو عورت کی محنت کا نتیجہ سمجھا جاتا تھا تو خلاف محل نہوگا۔

دوسرا ثبوت السنہ قدیمہ ہیں کہ عورت کیلئے ان میں ایک ایک الگ ضمیر قائم کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ قدیم آریہ زبان میں بھی اک جدا لفظ ضمیر کا عورت کیلئے مخصوص ہے۔

تیسرا ثبوت آثار قدیمہ ہیں۔ زمین کے اندر بہت سے پتھر ایسے برآمد ہوئے ہیں جن میں عورتوں کی تسمیریں منقوش ہیں، اس حال میں کہ وہ اپنے ہاتھ میں لائے قدیم کا زمین کھودنے کا آلہ لئے ہوئے ہیں۔ جھمڑے، ڈیاں، برتن، چاقو زید اور دیگر آلات زمین سے برآمد ہوئے اور ان کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں قبل ان میں کس چیز کا تعلق کس سے تھا۔ اور اس طرح بہت سے آلات کا عورت سے متعلق ہونا ثابت ہے جو زمانہ قدیم میں عورت کی محنت و ذہانت کی بین دلیل ہے۔

چوتھا ثبوت قدیم مذہبی لٹریچر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت ضرورت زندگی فراہم کرنے میں مرد سے کس قدر سبقت لے گئی تھی۔ انجیل، توراہ، تاریخ ہیرودڈس، منظومات ہومر وغیرہ سے اس کا پتہ چلتا ہے جس کا اقتباس نفس کتاب میں آپ کیس کیس پائینگے۔

پانچواں ثبوت وہ افسانے ہیں جو گانوں کے لوگوں میں زمانہ قدیم سے رائج چلے آتے ہیں۔ یہ افسانے تمام تر عورتوں ہی سے سنے جاتے ہیں، مردوں کو ان کا وقوف نہیں ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ لورڈاں ضرب الاشمال، پھیلیاں جن اور شیطان کے قصے، عاتونید کی کہانیاں، سب عورت ہی کو یاد رہتی ہیں اور ہی اپنے بچوں کو سنایا کرتی ہیں۔ علاوہ اس کے خاندان کے حالات، اسلاف کے نام، گزشتہ زمانہ کے واقعات، مراسم قدیم جس قدر عورت کو یاد ہیں مرد کو نہیں، اپنے خاندان، اپنے بچوں کے متعلق ماضی کے حالات بقتید روز و تاریخ عورت کے دماغ میں اس قدر صحت کے ساتھ محفوظ رہتے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فطرۃً کائنات کی عیبی رکھتی ہے اور تاریخ

محفوظ رکھنے کے لئے اُسکا دماغ نہایت موزوں وضع ہوا ہے۔

آئندہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائیگا کہ زندگی کے مختلف شعبوں میں عورت نے کیا کیا خدمتیں انجام دیں اور دنیا کی تہذیب و ترقی کس حد تک اس ضعیف جنس کی ممنون ہے، لیکن یہ مقصد ناقص و ناتمام رہے گا اگر میں عورت کی اُس تنہا خصوصیت کو نظر انداز کر جاؤں، جس نے اس کے وجود کو نظام عالم کے لئے ضروری ثابت کر دیا ہے۔

جس وقت انسان اول اول عالم شہود میں آیا، وہ باعتبار اسباب کے نہایت در ماندہ و عاجز تھا، اس لئے اولین فکر جو اُسے لاحق ہوئی مادہ سے متعلق تھی وہ کیونکر زندگی بسر کرے اور کس طرح دنیا کی متصادم قوتوں سے اپنے تئیں محفوظ رکھ سکے۔ ظاہر ہے کہ اس احساس میں مرد و عورت دونوں برابر کے شریک تھے جس طرح یہ مصیبت آفرینش میں برابر نازل ہوئی تھی، اسی طرح عورت بھی اس سے متاثر تھی، اس لیے اگر دونوں نے مل کر اپنی ضروریات کو مہیا کیا تو یا ایک فطری تقاضا تھا اور مرد و عورت دونوں اپنی اپنی جگہ ان کے فراہم کرنے پر مجبور تھے۔ پھر اگر زمانہ موجودہ میں ترقی و تہذیب کا تجربہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ مجموعہ جو سرت مادّی اشیاء کا اور فراہمی مادّہ کے ذرائع مختلفہ کا۔ اس لئے مرد کی جس قوت نے ترقی حاصل کی وہی تھی جو ابتدائے آفرینش کے وقت اس میں ذرا مضاعف انداز سے ملتی جاتی تھی، لیکن عورت اپنی فطرت و پیدائش کا ایک اور پہلو بھی رکھتی تھی، جس کا ظہور ابتدائے آفرینش ہی کے وقت ہو گیا تھا اور آج تک اُس میں کسی ترقی و ترقی کی گنجائش نہیں بکلی سکتی۔ عورت فطرتاً رقیق الطبع، منکسر المزاج، رحم دل بناؤ

گئی ہو۔ جس سے فطرت کی مصلحت غالباً یہی تھی کہ وہ ہنگامہ دنیا و کارزارِ عالم میں خلقتِ مرد کی اس کمی کو پُر کرے جو عالمِ روحانیت کو صدی پہونچانے والی تھی؛ اگر دنیا میں صرف مرد کا وجود ہوتا اور عورت اُس کی انیس و ہدم نہ ہوتی تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس عالم میں سوائے حب و قتال اور ہلاکت و خوئی کے اور کیا نظر آتا۔ مرد کچھ نہ ہوتا مگر ایک قوی اور شدید جذبہ انتقام اور اُس کے کارنامے کچھ نہ ہوتے مگر انسانہائے خون آلود۔

جس وقت ایک عورت اپنے بچہ کو آغوش میں لے لیتی ہو تو وہ اُس عورت سے جدا ایک چیز ہوتی ہے جو گھر کے کاروبار میں مصروف تھی، جس وقت ایک عورت اپنے شوہر کی خدمت میں مصروف ہوتی ہو تو وہ نہیں ہوتی جو سینے پر رونے کے وقت تھی، اگر وہ عالمِ اسباب اور دُنیا سے مادہ میں مرد کی رفیق و معاون ہو تو دوسری طرف عالمِ روحانیت کی ایسی شدید پرستش ہو کہ ہر مرد کی رسانی وہاں تک ممکن نہیں۔

مرد اپنی قوت کے زعم میں عورت کی ضرورت تسلیم نہ کرے، لیکن فطرت کو اس کی ضرورت ہو اور جس طرح دن بھر محنت کرنے کے بعد سکون و آرام کے لئے رات کی احتیاج ہو، اسی طرح جب فطرت کا رزارِ ماہ کے تماشے سے تھک جاتی ہو۔ تو وہ عورت کے رفیق جذبات سے لطف اندوز ہونا چاہتی ہو، کیونکہ اگر مرد کا رُبار کے لحاظ سے ایک ن ہو جہاں فطرت مشغول ہوتی ہو، تو عورت سکون و تسلی کے اعتبار سے ایک رات، جہاں فطرت آرام کرنے کی آرزو مند ہوتی ہو۔ اس لئے تمدن کے لحاظ سے (جس میں مادہ و روح دونوں شامل ہیں) عورت سے زیادہ واجب احترام

چیز کوئی اور نہیں۔

لیکن دنیا کا کبسا جرت انگیز واقعہ ہو کہ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا عورت کا احترام اٹھتا گیا، یہاں تک کہ جب سے دنیا میں تاریخ کی ابتداء ہوئی ہے کسی ایسی قوم کا پتہ نہیں چلتا جس نے ترقی کے ساتھ عورت کے حقوق کا احترام کیا ہو۔ کوئی ظلم نہیں جو ان کے لیے روا نہ رکھا گیا ہو، کوئی بے رحمی نہیں جو ان پر صرف نہ کی گئی ہو۔ دنیا میں کوئی قوم اور کوئی مذہب اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اُس نے عورت کے ساتھ وہی سلوک کیا جس کی وہ مستحق ہو۔ مگر ہاں ایک اسلام کا اٹھنے اہم ترین امور اصلاحی میں اس مسئلہ کو جگہ دی اور عورت کو قرنِ مذلت سے نکال کر مرد کے ساتھ سطحِ عالم پر برابر لا کر کھڑا کر دیا۔

عورتوں کی کہانی کیسی درد انگیز اور خوں آلود کہانی ہو کہ اُس کو سن کر جہم کے رنگے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور حیرت ہوتی ہے کہ عورت کا وجود دنیا میں قائم کیونکر رہا ہو اُسے مسلمانوں کے کسی ترقی کرنے والی قوم نے عورت کے حال پر اپنا دل نہیں دکھایا۔ اور بھوں نے اس کو باپال کر کے صفحہ ہستی سے نیت و نابود کر دینے کی کوشش کی۔

ردیۃ الکبریٰ کے افسانہ ماے ترقی کس کو نہیں معلوم لیکن کیا آج ان عورتوں کا شمار کیا جاسکتا ہو جو راہوں کے ادنیٰ اشارے پر گلیوں میں مگانوں کے اندر شاہراہوں پر ذبح کر ڈالی گئیں عورت اک لونڈی تھی اور لونڈی سے بھی بدتر اک جانور جس کو مارنا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانا معمولات زندگی میں داخل تھا، پھر مغرب ہی میں نہیں بلکہ مشرق میں بھی ان کے ساتھ جو سلوک کیا گیا۔ وہ

ناصیۃ السانیت کے لئے ایک ایسا بدنامہ داغ ہے جو کسی طرح نہیں مٹ سکتا۔ خیر خواہی کے عالم میں کن کو زندہ دمن کیا گیا، ایام جل میں ان کے پیٹ چاک کئے گئے۔ خالق ہوں اور گرجوں کے تہ خانے، مندروں کی کوٹھریاں ان کی لاشوں سے ندنوں میں اکیں۔

اگرچہ اختلافِ مزد و ہوم کے لحاظ سے تمام قوموں کے خیالات و محسوسات اصولِ معاشرت و تمدن ایک دوسرے سے مختلف تھے، لیکن یہ کیسا حیرت انگیز واقعہ ہے کہ عورت کے مسئلہ میں سب یک دماغ تھے اور جس طرح مغرب میں اس کو نشاۃِ ظلم بنایا گیا، اسی طرح مشرق میں وہ غریب ہفت جو رہی۔ الغرض کسی نے اُس کے حقوق کا لحاظ نہیں کیا اور اُس کو فنا کر دینے کی کوشش میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا گیا۔

۱۸۸۲ء میں پاپائے روم کے حکم سے ہزاروں عورتیں صرف اس خیمہ پر گرفتار کر کے سولی چڑھا دی گئیں کہ انھیں سحر آتا ہے۔ سترھویں صدی کے وسط میں ساحرہ ہونے کے اشتباہ پر عورتیں گرفتار کر لی جاتی تھیں اور وہ قصداً جھوٹ اقرار کر لیتی تھیں کیونکہ بصورتِ دیگر ان کے ناخنوں میں کیلیں ٹھیک کی جاتیں۔ ان کے بدن کو گرم لوہے سے جلایا جاتا۔

انگلستان کی لانگ پارلیمنٹ کے زمانہ میں عورتوں پر یہ الزام رکھ کر کہ وہ اپنی جڑائیں اُٹا کر اہلِ سبائے میں گھول کر طوفان برپا کر رہی ہیں، ان کو گرفتار کیا گیا اور پہلے ان کے معصوم بچوں کو اور پھر انھیں سولی چڑھا دیا گیا اور اسی سال ایک ناص قانون عورتوں کو بچہ بچہ کر جلانے اور مار ڈالنے کا نافذ کیا گیا۔ علاوہ جسمانی

اُچار کے اُن کی اخلاقی حالت اس درجہ مجروح و مضحل کر دی گئی تھی کہ اس کا ذکر کرنا بھی سخت شرمناک بات ہو۔

جب نبی آخر الزماں معلمِ روحی فداہ کا ظہور ہوا تو اُس وقت عرب کی دو ہمسایہ سلطنتیں بھی موجود تھیں ایک ایران جو زرتشتی مذہب کا مرکز تھا دوسرا قسطنطنیہ مشرقی عیسویت کا دارالامارہ۔ ایران میں عورتوں کے لئے کوئی قانون موجود نہ تھا، بلکہ رسم و رواج کے ماتحت اُن کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا شوہر پر اُن کا کوئی حق نہ تھا گھر کے تمام ذلیل کام اُن سے لئے جاتے تھے جس کا عوض صرف یہ تھا کہ اُن کو معمولی کھانا اور کپڑا دے دیا جائے۔ قسطنطنیہ کا حال اب بھی اتنا ہی تھا۔ وہاں اخلاقی نقطہ نظر سے اس کی حالت بہت زہیں تھی اور بائبلین سلطنت کا دستِ حرص و آرزائے پر نہایت آسانی کے ساتھ دراز تھا، خود مزین عرسب میں یہاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، عورت کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ سو پہلی ماں کو بیوی بنالینے کا دستور عام طور سے نصاریٰ میں پایا جاتا تھا اور لڑکیاں پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دی جاتی تھیں۔

الغرض یہ تھا اُس زمانہ کا حال جب نبی آخر الزماں کو خدمتِ ارشاد و ہدایت تفویض فرمائی گئی۔ پھر جس نے قرآنی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہے، جس نے ارشاداتِ نبوی کو سمجھا ہے وہ معلوم کر سکتا ہے کہ مذہبِ اسلام نے عورتوں کی معاشرت کو کتنے مستحکم کر دیا، اور مرد و عورت دونوں کے لئے کیسا موزوں درجہ مساوات قرار دیا اگر ایک طرف مرد کو طلاق کا حق دیا گیا، تو دوسری طرف عورت کو بھی حقِ حلالِ غنایت فرمایا گیا، زانی و زانیہ دونوں کی برابر سزا رکھی گئی، عورت اپنے مال کی

مالک قرار دی گئی، اپنے خاوند سے ہر وصول کرنے کے پورے اختیارات
 اُس کو دے گئے اور باپ کے ترکہ میں وہ محروم الارث نہ رکھی گئی۔ الغرض
 عورت کو پوری آزادی دی گئی، یہاں تک کہ اگر وہ نصرانیہ ہو تو بھی اُسکا شوہر
 کلیسا جانے سے اُس کو نہیں روک سکتا۔ اولاد کو جہاں حکم دیا گیا کہ تم کسی پر
 احسان کرو تو وہاں لفظ والدین کا ارشاد فرمایا گیا۔ یہ تھی وہ تعلیم جس نے ماہین
 زن و مرد ایک بھی مساوات قائم کر کے عورت کے حقیقی احترام کا مفہوم دنیا
 کو بتایا۔

موضوع تصنیف کے لحاظ سے اس سلسلہ پر اس قدر گفتگو غالباً غیر ضروری
 نہ تھی۔ اب ہم اس کے بعد اصل مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان واقعات
 کا استقصا، شروع کرتے ہیں، جن سے یہ امر متحقق طور سے ثابت ہو سکے گا کہ
 عورت نے ازمائش قدیمہ میں تہذیب و ارتقاء عالم کو کس قدر ساتھ دیا اور اس
 کی شایستگی و مذہبیت عورت کی کس درجہ ممنون ہو۔

”نیاز“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(پہلی فصل)

فراہمی غذا و اسباب غذا کے لئے عورت کی کاوشیں

آدیلین احتیاج جس سے اک جاندار متاثر ہوتا ہو، احتیاج غذا ہو، اسلئے غالباً یہ امر ثابت کرنے کے لئے کہ انسان نے بھی سب سے پہلے فراہمی غذا کی طرف توجہ کی، کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔

موجودہ زمانہ میں، کھانا تیار کرنا، غذاؤں کے مختلف نام رکھنا، اور پھر اُس کے تنوع کے لحاظ سے اہتمام و انصرام میں بھی نفع پیدا کرنا، یقیناً کوئی آسان کام نہیں، لیکن زمانہ قدیم میں، باوجود اس کے کہ نہ غذا ایسے کوئی تنوع تھا اور نہ اسباب فراہمی کا استعمال چیدہ، یہ کام اور زیادہ دشوار رہا ہو گا۔ کیونکہ آجکل غذا مہیا کرنے کے لئے تقسیم عمل کے اصول کے لحاظ سے، بے شمار آدمیوں کی محنت و جانفشانی سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو، لیکن زمانہ قدیم میں یہ کام صرف عورت کا تھا کہ وہ غذا مہیا کرے، مردوں اور اپنے بچوں کے سامنے لائے اسکے لیے عورت کو جس قدر کاوش کرنی پڑی اور اُس کاوش نے جتنے پیشو کی بنیاد

دنیا میں قائم کی، اُن کا حال آگے معلوم ہوگا۔

جب عورت اول اول دنیا میں آئی تو اُس کے پیش نظر کوئی مثال نہ تھی کہ وہ اُس کو دیکھ کر فراہمی غذا کے اصول کو سمجھتی اور اُن پر کاربند ہوتی، اور اگر کوئی مثال تھی بھی تو طیور و وحش کی جو اپنے بچوں کو مختلف طریقوں سے غذا پہنچاتے تھے، لیکن عورت اِن کا بھی تتبع نہ کر سکتی تھی، کیونکہ نہ اُس کے پاس تیز بچے تھے کہ وہ زمین کھود سکتی اور نہ بال کہ وہ پرواز کر کے درختوں کی پیداوار اپنے بچوں کے سامنے لا کر رکھ دیتی، اسلئے وہ مجبور تھی کہ حیوانات سے بُدا کوئی راستہ اختیار کرے، اور خود ایسے آلات و اوزار بنائے جو فراہمی غذا میں اُس کے لئے آسانی پیدا کر سکیں، اس غرض کی تکمیل کیلئے اُس نے نباتات، جمادات، حیوانات تینوں کے سامنے اپنی درخواست پیش کی، اور زمانہ شاہد ہو کہ سب نے اُس کی التجا کو قبول کیا اور عورت اُن سے متمتع ہوئی۔ جس وقت عورت نے اپنا اولین قدم مقصود کی طرف بڑھایا اُس وقت سب سے پہلے جو چیز اُس کو سیر حاصل نظر آئی وہ درختوں کی پیداوار تھی۔ یعنی جن پتیوں اور پھلوں تک اُس کا ہاتھ پہنچ سکتا تھا، اُن کو توڑا اور اپنے بچوں اور مردوں کے سامنے پیش کیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کس قدر زمانہ اس حال میں گزرا، لیکن اسکے بعد ایک وقت ایسا آیا جب عورت نے فراہمی غذا کے اسباب میں وسعت پیدا کی، اور نوک دار پتھروں کے ذریعہ سے زمین کھود کر گھاس کی ٹیڑیں اور اُسکے بچ فراہم کیے اور غذا کے کام میں لائی۔ گھاس اور اُس کے تخم کو کن کن طریقوں سے اُس نے استعمال کیا۔ اسکی

تفصیل بیان کرنی مشکل ہے لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اُس نے زمین کی اس قدر ترقی پیداوار کو اگر کچھ زمانہ تک جانوروں کی تقلید میں یونہی کچا کھایا، تو اُس کے بعد اُبال کر، بھون کر استعمال کیا۔ ہر خدیو بھونایا اُبالنا بھی صرف اُن تھکے سرخروں کی مدد سے ہوتا تھا جو حرارتِ آفتاب سے گرم ہو جاتے تھے، لیکن کیا ہم اُس عورت کی ذہانت کی داد الفاظ سے دے سکتے ہیں جس نے اول اول بھوننے یا اُبالنے کے اس عجیب و غریب طریقے کو ایجاد کیا؟ اور کیا آج ہم اُن برکات کا احصاء کر سکتے ہیں جن کو عورت کی اس سادہ ذہانت نے زمانہء مابعد میں مختلف فنون کی صورت سے ڈبستہ کر کے دُنیا اور دُنیا والوں کی ترقی کا دروازہ کھول دیا؟

زمانہء قدیم میں انسان نے ایک جگہ مستقل طور سے آباد رہنا نہیں سیکھا تھا، اسلئے وہ ایک متحرک زندگی رکھتا تھا اور صحرا پہ صحرا بھرتا اسکا محبوب مشغلہ تھا۔ لیکن یہ متحقق ہو کہ جہاں جہاں انسان گیا، وہاں عورت کے ذرا ہی غذائے مسئلہ کو اپنے پیش نظر رکھ کر اُس میں کامیابی حاصل کی۔

جس وقت غور کیا جاتا ہے کہ اُس وقت سے لے کر جب انسان صرف خام پیداوار زمین کی چبایا کرتا تھا، اس زمانہ تک کہ غذا باقاعدہ طور سے پکا کر استعمال کی جانے لگی۔ اور اُس میں تنوع پیدا کیا گیا، کتنے مدارج ارتقاء طے ہوئے ہوئے ہوئے، تو ہم ان کا احاطہ کرنے سے قاصر رہتے ہیں، لیکن یقینی ہے کہ

استدراک

زمین کھودنا، اُس میں تخم ڈالنا، زراعت کی حفاظت کرنا، پختہ ہونے کے بعد غلہ کو کاٹنا، انبار کرنا، صاف کر کے بیسنا اور بیکانا، یہ ضروری کڑیاں اس سلسلہ ارتقاء کی ہیں جن کو عورت نے طے کیا ہوگا اور پھر ان تمام مشاغل کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت لاحق ہوئی ہوگی، اُن کو بھی عورت ہی نے بنایا یا میا کیا ہوگا۔ کیا کوئی شخص اندازہ کر سکتا ہو کہ ان مدارج کے عبور کرنے کے لیے عورت نے کس قدر زحمت اٹھائی ہوگی، اور اُس کو اپنی ذہانت و فراست سے کتنا کام کرنا پڑا ہوگا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ سارے کام کتنا عورت نے کیئے اور مرد کا ہاتھ اُس میں شامل نہ تھا، لیکن یقینی امر ہو کہ زیادہ حصہ محنت کا عورت ہی کی طرف منسوب ہو، جیسا کہ قدیم روایات و حاصل خبریات سے معلوم ہوتا ہو۔ امریکہ میں ایک قوم نواجو (Navajo) ہو اسکے علم الاصنام میں جو روایات بیان کی گئی ہیں اُن سے بھی اس کی تحقیق ہوتی ہے۔

ماتھوز (Mathews) جو ان روایات کا جامع ہو لکھتا ہو۔
 ”ہر روز جب کہ جوآن بیٹے باہر شکار کو نکل جاتے تو بوڑھے مرد اپنی پیچڑ کی کھمڈیوں سے اور ختوں کی پتلی شاخیں کاٹ کر جھونپڑے تیار کرتے، اور لڑکیاں اور عورتیں گھاس اور پتیاں جمع کر کے کھانا تیار کرتیں۔“
 علاوہ اس کے اب بھی تمام ممالک کی ویسی زندگی پیش نظر رکھی جائے تو

استدراک

یہ فیصلہ آسانی کے ساتھ کیا جاسکتا ہو۔ کوہنان کلیفورنیا کی وادیوں میں بعض جیسے
 ایسے ہیں، جہاں کی مخلوق اب بھی جنگلی گھاس کے تخم پر اپنی زندگی بسر کرتی ہو
 اور اس کو عورت ہی فراہم کرتی ہو۔ جس وقت گھاس بچتہ ہو جاتی ہو عورتوں کا
 غول شکل کھڑا ہوتا ہو۔ ان کے ایک ہاتھ میں فیف کے شکل کی ٹوکری ہوتی ہو
 اور دوسرے ہاتھ میں ٹینس کے بلیے کی طرح ایک ڈنڈا۔ وہ گھاس کے سٹھے
 ٹوکری کے کنارے پر رکھ کر ڈنڈے سے کچلتی ہیں، یہاں تک کہ بچ گھاس سے
 نکل کر ٹوکری کے اندر جمع ہو جاتے ہیں۔ جب ٹوکری بھر جاتی ہو تو عورت اپنے
 سر یا شانہ پر اٹھا کر گھر لے جاتی ہو۔ ظاہر ہو کہ یہ طریقہ زمانہ حال کی اختراع
 نہیں ہو بلکہ زمانہ قدیم سے چلا آتا ہو جو ہنوز ان میں جاری ہو۔ غلہ کے
 ذخائر اور خرمن جمع کرنے کے جو طریقے آج کل تمام ممالک میں دیکھے جاتے
 ہیں وہ بھی سب یہی ہیں اور ان میں سب سے قدیم اختراع وہ
 ہو جس کے نمونے آج کل افریقہ کے بعض حصص میں دیکھے جاتے ہیں غلہ
 ایک جگہ انبار کر کے اس پر گھاس وغیرہ ڈال کر مٹی سے ڈھک دیتے ہیں،
 اور اس کی ایک گنبد نما شکل ہو جاتی ہو اس طریقے سے غلہ میں نم نہ بچ سکتا
 ہو اور نہ جنگلی چوہے نقصان کر سکتے ہیں۔ حفاظت غلہ کی مختلف تدابیر
 سے ایک تدبیر بی کا پالنا بھی ہو جس پر سب سے پہلے عورت نے غور کیا،

ارشد راک

(California) ۛ

F. V. Coville, American Antinopologist, ۛ

Washington, 1892, V. I. V P. 354

(Schweinfurth's Artes Africanæ) ۛ

کتوں اور دودھ پینے والے جانوروں کو مانوس کرنے کا خیال پہلے کس کو پیدا ہوا
 مرد کو یا عورت کو اس میں اختلاف ممکن ہو۔ لیکن یہ مرقیین کی حد تک پہنچتا ہو کہ
 تلی کا خیال عورت کو پیدا ہوا اور اس سے رفتہ رفتہ ذخائر خوراک کی حفاظت
 کا کام بھی لیا جانے لگا۔ اس کا ثبوت قدیم تاریخ مصر سے ملتا ہو کہ رآ (Ra)
 کی بیٹی سگت (Seknet) تلی کو سبک سمجھتی تھی اور اس عہد میں جنگلی تلی کے بچے
 پکڑ کر اپنے جاتے تھے جن سے انسان کے بچے کھیلے تھے اور بڑھ جائیکے بعد
 ان سے ذخائر غلہ کی حفاظت کا کام لیا جاتا تھا^۱

امریکہ، ہندوستان، افریقہ، ملائیا، پالینیشیا، کی موجودہ وحشی قوموں
 کے طریق معاش سے ثابت ہو کہ عہد قدیم میں ذخائر غلہ کی حفاظت عورت
 ہی کے ذمہ تھی اور اب بھی ان میں وہی قدیم دستور غلہ کے محفوظ رکھنے کا
 رائج ہے۔

جب غلہ کو پینے کا خیال ہوا تو عورت نے اس کام کے لئے دو چیزیں
 بنائیں جن میں کی ایک چیز یعنی کھل اب دو سازوں کے کام میں ہو۔ اور
 دوسری چیز یعنی جلی ابھی تک عورت کے قبضے میں ہے۔ زمانہ قدیم میں غلہ
 پینے کے لئے کھل کا استعمال بہت کثرت سے پایا جاتا تھا۔ کہیں کھل پتھر
 کی ہوتی تھی اور دستہ بھی پتھر ہی کا۔ کہیں کھل لکڑی کی اور دستہ بھی لکڑی
 کا کسی گچ کھل لکڑی کی اور دستہ پتھر کا۔ ہندوستان میں بھی اٹھلی اور
 استرک

موسل اُسی کی یادگار ہیں۔ جو آج بھی دیہات و قصبات میں کثرت سے نظر آتے ہیں اور اکثر و بیشتر عورتوں ہی اُن سے کام لیتی ہیں۔

قطب شمالی کی طرف کوہ الیاس سے گزرنے کے بعد کھل کا استعمال خشک مچھلی کو باریک کرنے کے لئے کثرت سے نظر آتا ہے شمالی امریکہ میں بھی اس کا بہت رواج ہے۔ ایشیا میں بھی دھان کو ٹٹنے کے لیے ہر جگہ اس سے کام لیا جاتا ہے۔ اور افریقہ میں تو کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں غلہ کو ٹٹنے یا پیسنے کے لئے اوکھلی یا کھل نہ استعمال کی جاتی ہو۔ اور ہر جگہ یہ خدمت عورتوں ہی کے سپرد ہے۔ بلیکلیفورنیا میں اب آبپاشی کے ذریعہ سے تھوڑی بہت کاشت کرنے کا رواج ہوا ہے ورنہ زمانہ قدیم میں یہ دستور تھا کہ جنگلی صنوبروں کے پھل کو عورتیں جمع کر کے ایک جگہ خشک ہونے کے لئے ڈالتیں۔ جب پھل جٹج جاتے تو عورت کوٹ کوٹ کر اس کے اندر سے بیج نکال لیتی اور کسی غار یا گڑھے کے اندر اسکو محفوظ رکھ دیتی، جب کھانے کا وقت آتا تو حسب ضرورت ذخیرہ میں سے تھوڑے سے بیج نکال لیتی اور اُن کو پتھر کی کھل میں پیسکر یا آگ میں بھون کر اپنے بچوں اور مردوں کے سامنے لا کر رکھ دیتی تھے۔

استدراک

کلینفورنیا (California) کی عورتوں کے متعلق مسٹر اسناڈر (Snyder) لکھتے ہیں۔

"میں نے وہاں کی عورتوں کو دیکھا ہے کہ مخروطی شکل کی ٹوکر یوں ہیں بلوط کے پھلوں کو جمع کر لیتی ہیں اور پتھر کی چٹانوں میں بہت سے سوراخ کر کے اُن کے اندر پتھروں کی مدد سے پھلوں کو چلتی ہیں اور پھر گرم سنگریزوں کی مدد سے اُن کو بھون کر کھاتی ہیں۔"

مسٹر طریقہ غلطی سے پینے کا چلتی ہے۔ لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل چکی کے جس چیز سے غلہ کو باریک کرنے کا کام لیا جاتا تھا وہ سل ہے اور اُس کے بعد چکی ایجاد کی گئی، عہد مسیح میں اور اُس کے قبل بھی چکی کا رواج پایا جاتا ہے، نہ صرف ہندوستان بلکہ ایشیا، امریکہ کے تمام حصص میں چکی اپنا کام کر رہی ہے اور ہر جگہ عورت ہی کا ہاتھ اُس کو جنبش دیتا ہوا نظر آتا ہو۔ جن لوگوں نے دیہات کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ زراعت کے کام میں عورت کتنی منہمک نظر آتی ہے اور کھیت جو تنے کے وقت سے لیکر اگلے ساعت تک کہ کھانا پاک کر سائے آتا ہے، عورت کو کتنے کام کرنے پڑتے ہیں۔ یقیناً اہل چلانے میں مرد زیادہ حصہ لیتا ہے لیکن اٹلے کھیت میں شتر کرنا سب وہ اُس کی حفاظت کرنا، گھاس وغیرہ سے کھیت کو صاف کرنا

اشدراک

۱۵ Mason's Wags Share in Pri Culture. P. 21

۱۶ Mason's Wags Share in Pri Culture, P. 22

کاٹنا، انبار کرنا، کوٹنا، دلنا، پینا، چھاننا، گوندنا، بچکانا، سب عورت ہی کے سپرد رہی۔ اور چونکہ تمام ممالک میں مذہب ہوں یا غیر مذہب، غلہ دیہات ہی سے فراہم ہوتا ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اب بھی ساری دنیا کی حیات کا انحصار عورت کی محنت پر ہے۔

اب مشروبات کے متعلق دیکھئے کہ عورت کے فرائض کیا تھے اور ہیں۔ انگولا Angola میں اور جہاں جہاں کھجور کے درخت تازہ ہوتے ہیں۔ وہاں عورت ایک توبنا پینے لگے میں لٹکا کر برہنہ بادشت پر چڑھ جاتی ہے جس پر جوتی تک پہنچ جاتی ہے تو وہ درخت کی چھال کو زخمی کر کے توبنے کو اس جگہ لٹکا آتی ہے۔ اور تقریباً ۱۰ گھنٹے کے بعد پھر چڑھتی ہے اور برتن کو جو عورت سے بھرا ہوتا ہے، اتار لاتی ہے۔ بہت سے ممالک میں بعض درخت ایسے ہوتے ہیں جن میں زہریلا تلخ مادہ پایا جاتا ہے۔ ان ممالک کی تمام عورتوں نے اپنی ذہانت سے اس ام کو دریافت کر لیا کہ زہریلا مادہ اُبالنے یا جوش دینے سے نکل جاتا ہے۔ وہ ایسے درختوں کی قبیوں اور چھاؤں کو جمع کر کے پانی میں جوش دیتی ہیں اور پھر سرد پانی سے دھوتی ہیں، اس عمل کو وہ متعدد بار کرتی ہیں یہاں تک کہ تلخی بالکل زائل ہو جاتی ہے اور یہاں کھانے کے قابل ہو جاتی ہیں، اگر مہ پانی سے نہات کا زہر دور کرنا وحشی عورت کی ایجاد ہے۔

اسد راک

۱۔ وسط افریقہ میں مغرب کی طرف ایک مقام ہے (Angola)

Proc. J. Anthropol. Inst. London, 1882, Vol. P. 190

Civil. P. 354

کلیفورنیا کے جنوب و مغرب میں ایک قسم کی لاجبی گھاس پیدا ہوتی ہے۔ جس میں کچھ خشک کا مادہ پایا جاتا ہے۔ شروع ایام گرما میں جب گھاس یک جاتی ہو تو عورتیں اس کو کاٹ کر خشک کر لیتی ہیں، اور خشک ہونے کے بعد کوٹ کر چھان لیتی ہیں۔ اس چھنے ہوئے آٹے میں کچھ لیس ہوتا ہے۔ عورتیں اس کٹے کو بانی سے گوندھ کر آگ پر رکھ دیتی ہیں یہاں تک کہ وہ بھن جاتا ہے اور بھول کر ایک یا دو بل روٹی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

یہاں تک صرف ان ماکولات اور شروبات کا ذکر تھا جو بہت اذنی قسم کے ہیں اور جو صرف گھاس اور خشک کی پیوں سے حاصل ہوتے ہیں لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت نے صرف یہی نہیں کیا کہ صحرائی پیداوار سے غذا کا کام لیا ہو۔ بلکہ اُس نے زمین کھود کر تخم۔ بزی بھی کی اور اس طرح اولین زراعت کی بنیاد ڈالی۔ یقیناً عورت کا زراعت کی حد تک پہنچنا ارتقا تھا۔ گھاس کی جڑیں کھودنے کا۔ کیونکہ اس طرح رفتہ رفتہ اس نے معلوم کیا کہ درخت تیرہ تارہ تخم کے زمین میں مدفون ہونے کا، اور اُس نے بیج کو زمین میں ڈال کر اس قیاس کو تکمیل کی حد تک پہنچایا، عورت کے اس تجربہ میں وسعت ہوتی گئی۔ صرف اس سیر و سیاحت سے جو بانی کی جستجو میں انسانی قافلوں کو کرنی پڑتی تھی۔ زمانہ قدیم میں یہ دستور تھا کہ جہاں بانی کا چشمہ ملتا تھا وہاں انسان قافلوں

اندراک

کی صورت میں آباد ہو جاتا تھا۔ اور جب وہ شبہ خشک ہو جاتا تھا تو دوسرے
 چشمے کی تلاش شروع ہوتی تھی۔ تاکہ وہاں قیام کیا جائے۔ جب انسان نے
 دیکھا کہ اس طرح کہاں تک زندگی بسر ہو سکتی ہو اور کتنے چشمے ایسے مل سکتے
 ہیں جو اس کو بھی نہ بچھنے والی پیاس کو رفع کر سکیں، تو سب سے پہلے جسے
 اس مسئلہ پر غور کر کے تدبیر کی طرف توجہ کی عورت تھی۔ چونکہ بانی لاسٹن
 کے لئے اُس کو چشموں پر زیادہ جانا پڑتا تھا۔ اس لئے اس کے تجربات زیادہ
 وسیع تھے اور آخر کار اُس نے معلوم کیا کہ اگر چشموں کو ذرا عیس کر دیا جائے
 تو پانی زیادہ عرصہ تک میسر آ سکتا ہے اور اس طرح کنوئیں کی بنیاد سب سے
 پہلے عورت ہی کے ہاتھ سے پڑی۔ یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ چشموں سے
 کیونکر پانی حاصل کیا جاتا تھا۔ اور کس طرح غاروں اور جھونپڑوں تک پہنچایا جاتا
 تھا۔

زبانہ حال میں وحشی اقوام کے حالات کا مطالعہ کرنے سے کچھ اندازہ ہو سکتا
 ہو کہ زمانہ قدیم میں پانی لانے کا کیا طریقہ۔ ہاموگا۔ یہ لوگ بڑے بڑے بالنوں
 کو بیج سے پھاڑ کر دو سکڑے کر دیتے ہیں اور ایک سکڑے کو دوسرے کے ساتھ جوڑ کر
 چشمے سے جھونپڑے تک ایک نالی سی بنالیتے ہیں اور اس نالی کے ذریعہ سے
 پانی جھونپڑوں تک پہنچتا ہو۔ یہ بالنوں کا پھاڑنا اُن کے ٹکڑوں سے نالی بنانا
 اور پانی کا چشمہ سے جھونپڑے تک پہنچانا سب عورت ہی کے سپرد ہوتا

اسدراک

پانی حاصل کرنے میں جو ذہانت صحرائے افریقہ کی عورتیں صرف کرتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نوع انسان کی ضعیف و نازک جنس فطرتاً اختراع پسند واقع ہوتی ہے۔ افریقہ کے ریگستان میں پانی معدوم ہے اور منزلوں تک کوئی چشمہ نظر نہیں آتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس ریگستان میں قبائل کے قبائل آباد ہیں۔ غذا کے تعلق تو خیر کہا جاسکتا ہے کہ وہ صحرائی جانوروں کا شکار کر کے ان کا گوشت کھاتے ہیں، لیکن پانی کی کمی و دستیاب ہوا۔ اس محنت کو عورت نے حل کیا۔ اور آج بھی صحرائی قبائل کی زندگی عورت کی اس تدبیر کی ممنون ہے جسے پانی میٹا کرنے کے لئے وہ عمل میں لاتی ہے۔ شتر مرغ کے مین تیس انڈوں کے چھلکے جو ایک لڑکے یا بڑے پالے کی شکل میں ہوتے ہیں جال یا کپڑے میں رکھ کر ریگستان کی طرف نکل جاتی ہیں، وہاں پہونچکر وہ ایک مٹھی باریک گھاس لے کر نئے یا چلے مکھوٹے بانس کے ٹکڑے کے کنارے پر باندھ دیتی ہے۔ اور ریت میں جہاں تک اس کا ہاتھ پہونچ سکتا ہے اندر داخل کر دیتی ہے اور پھر باہر نکال لیتی ہے۔ اس طرح گیلی ریت گھاس میں لپٹ کر آ جاتی ہے۔ عورت نے کے دوسرے کناے کو ہونٹوں سے داب کر ریت کی مٹی کو چوستی ہے اور حسبِ منہ میں کافی پانی جمع ہو جاتا ہے تو انڈوں کے چھلکوں میں کلیوں کے ذریعے سے بھرتی جاتی ہے۔ اس طرح جب سارے چھلکے بھر جاتے ہیں تو وہ انھیں گھر لے جا کر ریت میں داب دیتی اور ضرورت کی وقت

استدراک

لے شتر مرغ ایک مشہور طائر کی شکل کا ہے جو غریبہ میں بکثرت پایا جاتا ہے اور اس کے انڈے بڑے خوبصورت کے برابر ہوتے ہیں۔

بانی نکال کر کام میں لاتی ہے۔ یقیناً یہ طریقہ بانی نکالنے کا نہایت وقت طلب نظر آتا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکر کافی بانی مہیا ہو سکتا ہو گا۔ لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ صحرائے افریقہ کے بہت سے قبائل کی زندگی عورتوں کی اسی ترکسب و تدبیر پر منحصر ہے اور وہ اسپر از بس فافع و مسر و نظر آتے ہیں چونکہ اس خدمت کو صرف عورتیں ہی انجام دیتی ہیں اور یہی آسانی و کامیابی کے ساتھ ریت کے اندر سے بانی بدب کر کے مہیا کر سکتی ہیں، اسلئے کہا جاسکتا ہے کہ عورتیں ہی اس طریقے کو اختراع کیا۔

کھانے کی ضروریات میں اس وقت بھی وہ چیز جس کا ہر بادرجی خازین مایا یا لازم ہے، چاقو یا چھری جو زمانہ قدیم میں اگر ایک طرف مرد شکار کرنے کیلئے سنگین ہتھیار بنانے کی فکر میں مصروف تھا تو دوسری طرف عورت جو مردوں کے لئے ہوئے شکار کو صاف کرنے، کاٹنے بنانے کی خدمت انجام دیتی تھی۔ کسی ایسے آلے کی ضرورت کو محسوس کر ہی تھی جو اس کام میں مدد دے چونکہ مردوں کا شکار مہیا کرنا، اور عورت کا اس کو کاٹ کر غذا تیار کرنا دونوں ساتھ ہی ساتھ عالم ہی میں آئے، اس لئے مردوں کا سنگین نیزے اور بھالے سے اور عورت کا سخت پتھر کے پستلے نوک دار ٹکڑے سے چاقو یا چھری کا کام لینا بھی ساتھ ساتھ عمل میں آیا ہو گا۔

امریکہ میں اسکیمو (Eskimo) کی عورتیں آج بھی اک زبردست چھری قیمتی کرنے کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ جس کی ساخت و وضع بہت قدیم زمانہ کی ہے۔ اس سے نہ وہ صرف گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں مدد دیتی ہے بلکہ کھال کے کاٹنے اور تھے وغیرہ بنانے میں بھی اس سے کام لیتی ہے۔ چونکہ اگلے زمانہ میں جانوروں کی کھال کا بلوس بھی بنایا جاتا تھا۔ اس لئے عورت اسی اوزار سے چمڑے کی قطع دہریہ بھی کرتی تھی۔ اسی اوزار کے ساتھ عورت نے ایک اور چیز بھی بنائی جو ہڈیوں کے تڑپنے اور مغز نکالنے کے کام میں آتی جاتی تھی۔ اس کو تھوڑا سا مونگھری کہہ سکتے ہیں۔ پتھر کے گول ٹکڑے میں خفیت سا گڑھا کر کے اس میں ایک سہ قلم کیا جاتا تھا۔ اور نام چمڑے کو لپیٹ کر کے اس پر مرمر دینے تھے جب چہ خشک ہو جاتا تھا تو دسہ پتھر کے ٹکڑے کے ساتھ اچھی طرح وصل ہو جاتا تھا۔ یہ تھا وہ تھوڑا جس سے گوشت اور ہڈی وغیرہ کھائی جاتی تھیں۔

کریم مالک میں جہاں گوشت آسانی سے خشک ہو جاتا ہے اور عرصہ تک خراب نہیں ہوتا۔ عورتیں گوشت کے باریک باریک ٹکڑے کر کے دھوپ میں لٹکا دیتی ہیں۔ اور خشک ہونے کے بعد تھوڑے سے اسے کوٹ کر باریک کر لیتی ہیں۔

استدراک
۱۷ شمالی امریکہ کے شمال میں ساحل نیلج ڈسن (Hudson) پر ایک مقام

Mason's Wn's Share in Pr. Culture, P. ۱۷

Mason's Wn's Share in Pr. Culture, P. 27 ۱۷

جو عرصہ تک اُن کی غذا کا کام دیتی تھی۔ بعض مالک میں یہ بھی دستور تھا کہ قیمہ کیے ہوئے گوشت میں ہڈیوں کا مغز اور چربی ملا کر کچی کھال میں بند کر کے سی دیتے تھے۔ اور خشک ہونے کے بعد اُس کو کاٹ کاٹ کر کھاتے تھے۔ انضر بن تمام کاموں میں بھڑا بہت کام دیتا تھا، جو یورپ کے عجائب خانوں میں اب بھی دیکھا جاتا ہے۔

گوشت پکانے کا قدیم ترین طریقہ جو معلوم ہوا ہے یہ تھا کہ گوشت کسے مکرڑے یا مچھلی کو لکڑی پر رکھ کر آگ کے سامنے لٹکا دیتے تھے، باتوں میں لیٹ کر گرم رکھ میں دبا دیتے تھے۔ اس کے بعد برتن بنانے کا خیال پیدا ہوا اور سب سے پہلے اس خیال نے جو عملی صورت اختیار کی یہ تھی کہ عورت نے پتھر یا زمین میں گڑھا کیا اور اُس میں گوشت رکھ کر گرم کیے ہوئے پتھر کے ٹکڑے ڈال دیے، جنہوں نے پانی میں جوش پیدا کیا اور گوشت نئی اور

خام نہ رہا۔ یہ امر کہ عورت نے پتھر کی کھڑکیوں سے درخت کاٹا یا نہیں، اسکی بابت یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا، لیکن یہ ضرور ہو کہ اس کام میں عورت نے آگ کی مدد سے مرد کی اعانت ضرور کی ہو۔ اور اسی سلسلے میں سب سے پہلے کھڑکی کی ہانڈی بنائی گئی۔ وہ درخت کے تنے ایک حصہ حسب ضرورت

استدراک

اگ کر کے صنوبر کے گھر میں اس بڑاگ جلاتی تھی جس کے ننھے کی لکڑی بھی
 اگ پکڑ لیتی تھی۔ آگ کا شعلہ اگر اوپر اُدھر بھپٹتا تھا تو کچر، گیلی چمال
 وغیرہ کے حصار سے شعلے کی رفتار کو محدود کیا جاتا تھا۔ جلتے جلتے جب لکڑی
 تہ میں جمع ہو جاتی تھی اور لکڑی کا جلنا موقوف ہو جاتا تھا تو وہ آگ وغیرہ
 نکال کر ٹھاس کی جھاڑ سے اس کو صاف کر دیتی تھی اور نوک دار پتھر کے
 ذریعہ سے جو حصہ لکڑی کا کوئلہ ہو جاتا تھا اس کو علیحدہ کر دیتی تھی یہاں
 تک کہ صاف لکڑی نکل آتی تھی، اگر ایک ہی دفنہ میں کافی عمق لکڑی
 میں پیدا ہو گیا تو خیر در نہ پھر آگ روشن کر کے یہ ہی ترکیب عمل میں لائی
 جاتی تھی اور دو چار دفنہ میں لکڑی کا تنہا بھی خاصی لکڑی بن جاتا تھا،
 جس سے غذا اُبالنے اور پکانے کا کام لیا جاتا تھا۔ چونکہ سنگین ظروف کی
 نسبت و شیشوں کا تجربہ تھا کہ گرم ہونے کی حالت میں جب پانی ان میں
 ڈالا جاتا ہے تو وہ پھٹ جاتے ہیں، اس لیے لکڑی کی یہ ہانڈی ان کیلئے
 بڑی نعمت تھی۔

امریکہ میں زمانہ قدیم کے باشندوں نے ایکسا در تجربے ظروف بنانے کا
 کام لیا، جس کو سوپ اسٹون (Soap stone) کہتے ہیں۔ اس میں
 شق ہو جانے کا عیب نہ تھا۔ یہ پتھر زمین کے اندر سے نکلتا تھا چنانچہ شمالی
 امریکہ کے مشرق میں بہت سے گڑھے اب بھی بائے جانے ہیں۔ جہاں سے

ازمنہ قدیم کے وحشی پتھر نکالتے تھے، وہیں برتنوں کے ٹکڑے اور کچھ اوزار بھی دستیاب ہوئے ہیں جن سے برتن بنائے جاتے تھے۔
 کھانا تیار کرنے کے متعلق اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے کہ عورتیں گوشت خشک کر کے اُبال کر، آگ کے سامنے بھون کر کھانے کے قابل بناتی تھیں، مسز ایلی سن (Mrs. Allison) نے کھاؤ کی عورتوں کے حالات میں لکھا ہے:

”یہاں کے وحشیوں کی خوراک پہلے مسزن گوشت تھا، جو کبھی نازہ بھون کر اور کبھی خشک کر کے کھایا جاتا تھا، عموماً اُک کی دُم اور بچھ کے پنوں کا نفیس غذا میں شمار تھا، سوچ کھی کے بھون کو پسیر اس کا آٹا استعمال کیا جاتا تھا۔ علاوہ اس کے ایشیم (Sputtum) گھاس کی چڑیا کھو کر خشک کر لی جاتی تھیں یا انھیں اُبال کر کھا لیا جاتا تھا۔ ایک گھاس اور کائی کی طرح لانی ہوتی تھی۔ اس کو جمع کر کے کچھ عرصہ تک پانی میں رکھا جاتا تھا اور پھر ایک گڑھا کھو کر گرم پتھروں پر اس کو بچھا دیتے تھے اور اس پر تپیاں اور پتھر کے ٹکڑے ڈال کر دھک دیتے تھے چند روز بعد جب یہ گڑھے کھولے جاتے تھے تو وہ گھاس برہ کی طرح ہو جاتی تھی اور اس کے ٹکڑے کاٹ کر کھانے کے کام

استدراک

۱۷ Mason's Wn's Share in Pr. Culture, P. 34, 35

۱۸ Mason's Wn's Share in Pr. Culture, P. 34, 35

میں لائے جاتے تھے

بنکروفت (Bancroft) کا بیان ہے کہ:-

"جزیرہ وینکوور (Vancouver) میں عورتیں چار طریقوں سے کھانا تیار کرتی تھیں ایک اُبال کر، لکڑی کے برتنوں میں گرم پتھر کے ٹکڑے ڈال کر ہر قسم کی غذا اُبالی جاتی تھی۔ دوسرا طریقہ بھاپ کے ذریعہ سے پکانے کا تھا۔ گرم پتھر پر کھانا رکھ کر اور اس پر پانی ڈال کر چٹائی سے اچھی طرح ڈھک دیتے تھے لیکن یہ طریقہ بہت کم رائج تھا۔ تیسرا طریقہ بھوننے کا تھا اور یہ صرف چھوٹی چھوٹی پھلیاں تیار کرنے کے لئے مستعمل تھا، چوتھا طریقہ خام پیڑوں کے کھالے کا تھا اور پھلیوں کے اندر سے زیادہ تر کچے ہی کھالے جاتے تھے"

اب بھی ایشیا اور جزائر ایشیا کے وحشی قوموں کے حالات سے یہ امر بائید ثبوت کو پہونچتا ہے کہ ازمنہ قدیمہ میں انسان کے اسباب خورد و نوش کیلئے اور موجودہ ہندو ممالک کے طریق طعام تک پہونچنے کے لئے مراسم قدیمہ نے کتنے مدارج ارتقاء کے طے کیے۔ تمام دنیا میں کوئی قوم ایسی نظر نہ آئے گی کہ اُس کے ہاں کھانا پکانے کا انتظام مرد کے سپرد ہو۔

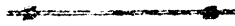
استدراک۔

۱۸۷۴-۷۶ Bancroft, Native Races, New York.

۱۔ ایک جزیرہ شمالی امریکہ کے مغرب میں ٹرنس کولمبیا سے ملا ہوا۔ اس پر برطانیہ کا قبضہ ہے۔
۲۔ جزائر ایشیا کی تعداد بہت کم ہے جن میں خاص یہ ہیں:- سائو، جاوا، بورنیو، جزائر فلپائن، لیکا، قبرس

جس ملک اور جس آب و ہوا میں جا کر دیکھئے، غذا اور سلمان غذا پر عورت ہی کی حکومت نظر آتی ہے۔ ادنیٰ طبقہ میں عورت خود برتن صاف کرتی ہو۔ اپنے ہاتھ سے ترکاری وغیرہ چھیل کر پکاتی ہے اور مرد کے سامنے لا کر رکھتی ہے۔ اگر اور زیادہ ناقدانہ نظر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ زمین کو قابل زراعت بنانے کے وقت سے لے کر اُس ساعت تک کہ نوالہ منہ تک پہنچتا ہے، کوئی درجہ یا مرحلہ ایسا نہیں کہ عورت کا ہاتھ اُس میں شامل نہ ہو۔ غلہ بونے میں وہ مدد کرتی ہے، جب پٹر اگ آتے ہیں تو وہ اُن کی حفاظت کرتی ہے، کھیتوں کو خس و خاشاک سے وہ صاف رکھتی ہے۔ خرمن جمع کرنے میں وہ مرد کی اعانت کرتی ہے، جب کھیتیاں پک جاتی ہیں تو اُن کے کانٹے میں وہ زیادہ جھنڈ لیتی ہے، اور جب غلہ گھر میں آ جاتا ہے تو پھر اُس کے کاموں کی کوئی انتہا نہیں۔ کوٹنا، پینا، چھانٹنا، پکانا وغیرہ وہ خدمات ہیں جن کو ہر شخص جانتا ہے۔ اعلیٰ طبقہ میں عورت ان خدمات سے ایک حد تک سبکدوش ہو، لیکن کھانے کا اہتمام و انصرام وہاں بھی اُسی کے سپرد ہے، یعنی اگر وہ خود اپنے ہاتھ سے نہیں کرتی تو اپنی نگرانی میں دواڑب کے ذریعے سے اُن تمام مراتب کو طے کرتی ہے، جو تیاری غذا کے لئے ضروری ہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ خدمت زمانہ قدیم سے عورت کے سپرد ہو اور وہ اس کو بہ نسبت مرد کے بہ طریق سے صرف اس لئے انجام دے سکتی ہو کہ ضروریات و فرائض کے زیر اثر

رہنے کے وجہ سے عورت کو اس میں کافی تجربہ حاصل ہے اور وہ اسباب
خورد و نوش کے متعلق مختصر اہل دونے کی حیثیت سے اُس کے اہتمام
والفطرم کی زیادہ اہل ہے۔



ادبی اورتا یکنی جواہر مارپوں کا انبار

دیکھنا ہوتا

صیق بک و پو لکھنو

مین تشریف لائیں

یا ہماری جدید فہرست مفت طلب فرمیں

دوسری فصل

بُٹنے کے متعلق عورت کے کارڈے

تمام ان کاموں میں جو عورت کے ہاتھوں سے انجام پاتے ہیں اپنے سے زیادہ کوئی کام ایسا نہیں ہو جو کسی فن کی ترقی کے جزئیات کو بہترین طریقے سے ظاہر کرنا ہو۔ یعنی اس صنعت اور اُس ملک کے درمیان بہان اس کی ترقی ہوئی ہے جو تعلق ہے اس سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

آپ اگر کسی ملک میں کوئی مخصوص پیداوار کثرت کے ساتھ پلاتے ہیں تو آپ کو یقین کر لینا چاہیے کہ عورت نے اُسے ضرور ڈھونڈ نکالا ہوگا۔ اور اُس سے کوئی نہ کوئی کام لیا ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جنس لطیفنا اور پیداوار فطرت کے درمیان ایک قدرتی رابطہ قائم تھا کہ عورت اُس تک فوراً پہنچ گئی اور یہ عورت کے ہاتھوں تک پہنچ کر مختلف شکلیں اختیار کرنے لگی۔ اگر عورت نے کسی ملک میں وہاں کی پیداوار سے مخصوص صنعت و حِثیت قائم کی اور پھر دوسرے ملک میں چلی گئی تو اپنی صنعت کو بھی ساتھ لے گئی۔ اور وہیں کے پیداوار سے کام لینا شروع کر دیا جیسی عورتیں جب اول ماڈل لونڈیوں کی حیثیت سے امریکہ گئیں، تو وہاں بھی انہوں نے کھجور کی پتیوں سے وہی کام لینا شروع کیا جو افریقہ میں لیا کرتی تھیں اور بیچ دار کو کرملیں بنانی شروع کیں عورت کی صنعتِ قیم دو قسم رکھتی ہے۔ ایک نوکریاں بنانا دوسرے نوکریاں بنانا۔ اول قسم کا

تعلق سخت پیداوار سے ہو۔ جس سے ٹوکریاں بنائی جاتی ہیں۔ دوسری قسم نرم پیداوار سے متعلق ہو جس میں چٹائیاں، پتیلیں، بادبان، ملبوس وغیرہ شامل ہیں۔ ان دونوں قسموں کے درمیان کوئی بین فرق الفاظ سے ظاہر کرنا دشوار ہے۔ صرف دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان دونوں میں صرف بننے اور پھندے ڈالنے کا فرق ہے۔ ان ہی دو خاص قسموں کی اور بھی چھوٹی چھوٹی تقسیمیں ہیں جیسے کاتنا، جال بننا، پھندے ڈالنا، سیٹے بنانا، سینا وغیرہ، پچھال کوٹ کر کپڑے تیار کرنے کا رداج خط جدیدی اور خط سرطان کے درمیان واقع ہونے والے ممالک میں عام طور سے اب بھی پایا جاتا ہے۔

قسم اول کی بھدی صوت ٹیال اور بھابے ہیں یا پھر وہ جال میں جو شاخوں کو باہم گوتھ کر پھلی پکڑنے کے لئے بنائے جاتے تھے۔ روپے زمین پر اب بھی کوئی وحشی قوم ایسی نہیں ہو جس کی عورتیں ٹوکری بنانا جانتی ہوں اور ان کے مدفنوں سے بھی علی ہوئی ٹوکریاں اور چٹائیاں کثرت سے برآمد ہوئی ہیں جو ثبوت ہیں اس امر کا کہ یہ صنعت وحشیوں میں بہت زمانہ قدیم سے رائج ہو۔

استدلال

لے خط استوار کے دونوں جانب جو حصہ کرہ زمین کا ہے وہ ما بین خط جدی و خط سرطان واقع ہو کر ارض کی عرضی تقسیم میں خط طے کی گئی ہو ان میں وہ خط بھی ہیں۔

یہ ظاہر ہو کہ ان تمام کاموں کے لئے کسی نہ کسی اوزار کی ضرورت ہوگی اور تجربہ کسی وقت وکاوش کے فطرت نے اپنی پیداوار کو انسان کی ذہانت کا مصروف بننے کے لئے یوں آسانی سے پیش نہ کر دیا ہوگا

ٹوکریاں بننے کے سلسلہ میں بعض اوزار تو وہ ہیں جو پیداوار صحرا فراہم کرنے سے متعلق ہیں، اور بعض وہ ہیں جو بننے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں اور یہ اوزار سب کے سب بہت سادہ و معمولی ہیں جوں کہ ٹوکریاں بننے کے لئے مختلف پیداوار سے کام لیا جاتا ہے، کہیں لکڑی سے کہیں چھال سے کہیں گھاس اور اس کی جڑوں سے، اس لئے ان اوزاروں میں بھی اختلاف پیداوار کے ساتھ تفاوت ہے اور ہونا چاہیئے۔ لیکن ایک اوزار ایسا ہے جو تمام ممالک و اقوام میں مشترک ہے اور وہ سلائی یا ستانی ہے۔ جو ہر قسم کی ٹوکری بنانے کے کام میں مستعمل ہے اور جو زمانہ قدیم کی عورتوں کی قبول ہے بھی برآمد ہوئی ہو۔

پہلے ٹوکری دو طرح بنائی جاتی تھی۔ ایک طریقہ بننے کا تھا اور دوسرا سینے کا اور ان دونوں میں بہ لحاظ پیداوار ملک بہت تنوع پیدا کیا جاتا تھا جنہوں نے مختلف ساخت و ممالک کی ٹوکریوں کو دیکھا ہو وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان میں تانے بانے کے لپٹنے کے انداز سے کتنا تنوع پیدا ہو جاتا ہو اور کتنے قسم کے پھول ان میں بن جاتے ہیں۔

شمالی امریکہ میں ایک قوم "الگن کون" ہے۔ اس قوم کی عورتوں نے

معلوم کیا کہ بعض درخت ایسے ہیں جو تہ بہ تہ چھالیں رکھتے ہیں اور ایک خاص موسم و زمانہ میں اگر ان چھالوں کو لکڑی یا ہتھوڑے سے ضرب پہونچائی جائے تو حلقے کے حلقے الگ ہو جاتے ہیں۔ عورتوں نے اس معلومات سے فائدہ اٹھا کر یہ حلقے نکالے، ان کی لمبی لمبی پٹیاں کاٹیں اور ٹوکریاں بنانی شروع کیں۔

وننگٹن (Washington) اور برٹش کولمبیا (British Columbia)

میں عورتیں دیوار کی چھال سے بھی یہی کام لیتی ہیں۔ تمام ممالک کی ٹوکریوں کی ساخت کا اصول ایک ہی ہے، ڈھانچے کی لکڑیاں سخت ہوتی ہیں اور جو ٹہنیاں اُس ڈھانچے پر بیٹھی جاتی ہیں وہ نرم ہوتی ہیں تاکہ ڈھانچے کی لکڑیوں سے اچھی طرح پٹ سکیں اور ان کے اُلٹ پھیر سے مختلف شکلیں پیدا ہو سکیں۔ کچھ زمانہ کے بعد بیٹوں کو رنگ کر استعمال کرنا شروع کیا گیا جس سے ٹوکریاں اور زیادہ حسین نظر آنے لگیں۔

دوسری صورت ٹوکری بنانے کی وہ جو بُنے سے متعلق ہے اس کا رواج زیادہ تر ان ممالک میں پایا جاتا ہے جہاں بانس کثرت سے ہوتا ہے جیسا کہ مشرقی ہندوستان کی ٹوکریاں نہایت خوبصورت و مضبوط ہوتی ہیں۔ ٹوکریاں بنانے والے پہلے بانس کے ٹکڑے اور بانس کی تیلیاں مہتیا

استدراک

لہ شمالی امریکہ میں یونائیٹڈ ایٹس (United states) کا ایک مشہور مقام

لہ شمالی امریکہ میں مقبوضات برطانیہ کا ایک بڑا صوبہ

کرتے ہیں۔ پہلے بانس کے ٹکڑوں کو بیچ بے کرکمان کی طرح بنا لیتے ہیں۔ اور پھر ان بدتیلیاں قائم کر کے اور بانس کے باریک پھلکے لپیٹ کر مختلف قسم کی ٹوکریاں تیار کرتے ہیں۔ شمالی امریکہ میں گھاس کی باریک باریک جڑیں اسی کام میں لائی جاتی ہیں۔ واشنگٹن اور برٹش کولمبیا کی عورتیں ٹوکریوں پر جھلی مڑھ لیتی ہیں اور اس کے مانند گوشت وغیرہ ڈال کر گرم پتھروں کی مدد سے اُبال لیتی ہیں۔ قطب شمالی کی طرف ایک قسم کا صنوبر ہوتا ہے وہاں کی عورتیں اس کی باریک جڑوں سے ٹوکریاں بناتی ہیں گرم سالک میں جہاں کچور ہوتا ہے وہاں اُس کے پتوں سے یہ کام لیا جاتا ہے۔ جاپان میں صرٹ پٹیوں کے اُلٹ پھیر سے ٹوکریوں پر نہایت نفیس پھول بونے نمایاں کئے جاتے ہیں۔ جن پٹیوں یا بانس کے قیوں سے ٹوکریوں کو سیتے ہیں ان کے بنانے کے مختلف طریقے ہیں۔ میتھیوز ماؤنٹ چینیٹ Mountain Chant میں لکھتے ہیں کہ۔

”نوا جو قوم کی عورتوں نے قبل اس کے کہ انھوں نے کسل بننا
 سیکھا، گھاس کی چٹائیاں بنائیں۔ اگر ٹوکریوں کو غور سے دیکھا
 جائے تو معلوم ہوگا کہ جو سکیں، پھول، پتیاں وغیرہ ان پر
 نمایاں ہوتی ہیں۔ ان میں کیسی کیسا نبت ہوتی ہے۔ ایک کا
 دوسرے سے فصل و فصل اس قدر مرتب و منتظم ہوتا ہے کہ

استدراک۔

اُس سے لسنوائی دماغ کی فطری ریاضی دانی بخوبی ثابت ہوتی
 ہو۔ اگر بننے یا سینے کے وقت پیٹوں کے شمار اور بیچ ڈالنے
 کے نظم و انداز کو بھول جائے تو کبھی ایسی ہموار صورت پیدا نہیں
 ہو سکتی اور نہ ٹوکر یوں ہیں کیساں دھاریاں پڑ سکتی ہیں۔“

بہت سی وحشی قوموں کی عورتوں نے یہ بھی کوشش کی کہ وہ ٹوکر یوں میں
 بطور دو وحش وغیرہ کی صورتیں پیدا کر سں اور اس حد تک اس میں کامیابی
 حاصل کی کہ اس وقت بھی مذہب ممالک میں بیل اور فیتے بنانے والی
 عورتیں ان کی نقل کرنے کو انتہائے ہمارت سے تعبیر کرتی ہیں۔ افریقہ میں حبشی
 عورتیں کچھور کی بیٹیوں کی بہت سی لابی لابی پٹیاں چیر کر رکھ لیتی ہیں اور
 زمین پر بیٹھ کر صرف اپنی انگلیوں کی مدد سے اچھی اچھی چٹائیاں بنتی ہیں۔
 اس صورت میں بیٹیوں کو بل نہیں دیا جاتا بلکہ سیدھی استعمال کی جاتی
 ہیں۔ میکسیکو (Mexico) وسط امریکہ، جزیرہ افریقہ (Oceania) اوشنیا
 میں کاغذ یا نمے کی طرح چٹائیوں کے تھان کے تھان عورتیں تیار
 کرتی ہیں۔ واشنگٹن کے نیشنل میوزیم (عجائب خانہ) میں ایک چٹائی
 کا تھان چالیس فٹ لاینا اور دس فٹ چوڑا موجود ہے جزیرہ ہوائی (Hawaii)
 استدراک

Mathew's Fifth Annual Report لے

۵۷ شمالی امریکہ اور آسٹریلیا کے درمیان ایک مشہور جزیرہ جو زمانہ قدیم میں اپنے آتش فشاں
 پہاڑوں کے لیے مشہور تھا لیکن اب ان پہاڑوں میں عرصہ دراز سے سکوت و سکون پایا جاتا ہے

میں چھالوں کے کپڑے تیار کرنا صرف عورتوں ہی کا کام تھا۔ اس کیلئے صرف موگریوں کی ضرورت ہوتی تھی جن سے وہ چھالوں کو کوٹتی تھیں، اور توہنوں کی جن سے پانی لے لے کر وہ چھالوں پر چھڑکتی تھیں۔ اس جزیرہ کی عورت کو یہ معلوم تھا کہ کس درخت کی چھال کوٹنے سے ریشہ نکالے ہو جاتی، اور اس ریشے سے کس قسم کا کپڑا تیار کیا جاسکتا ہے۔ امریکہ میں کلمبیا (Columbia) اور دریائے فریزہ کے درمیان جو حصہ واقع ہو وہاں صنوبر کے درخت کثرت سے ہوتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں یہاں کی وحشی عورتیں ان صنوبروں کی چھالوں کو کوٹ کوٹ کر ریشم کے سے تار نکالتی تھیں اور ان سے کپڑا بنتی تھیں۔

افریقہ میں عورتیں کھجور کی پتیوں اور تار کی چھال سے ریشہ نکال کر کپڑا بنتی تھیں۔ ان ریشہ نکالنے والی عورتوں کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیے۔ جنھوں نے سنوں اور رگوں کے ذریعہ سے کپڑا تیار کیا۔ وہ ہرنوں اور دوسرے جانوروں کی پشت یا ٹانگوں کی سنوں کو دھوپ میں خشک کر لیتی تھیں اور کوٹ کوٹ کر ان سے ریشے نکالتی تھیں۔ ”اسیکو“ کی عورتوں نے جو تار کے اس طریق سے نکالے، ان میں لہجن اتنے باریک تھے کہ آج بھی مین سی مین سوئی میں پرٹے جاسکتے ہیں۔

استدراک

کپڑا بننے سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہوئی ہوگی وہ تاگے ہیں اور تاگا بنانے کے لئے کاتنا یا بل دینا ضروری ہو۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ نانہ قدیم میں جال بنانے، پھندا ڈالنے کے لئے جو تاگیا ڈورا استعمال کیا جاتا تھا اُس کو پہلے ران پر رکھ کر تھیلی سے بٹتے تھے۔ جس سے ریشے یا ڈور میں بک پڑ جاتے تھے۔ بعض قوموں کی عورتیں لکڑی کے ٹکڑوں کے ذریعہ سے بل دیا جاتا تھا۔ یعنی تاگے کے سروں کو دو لکڑیوں میں باندھ کر ایک کو دوسرے پر گھماتے تھے اور اس طرح اُس میں بل پڑ جاتا تھا۔

ہندوستان کے دیہات میں اب بھی ڈوریاں اسی طرح بٹی جاتی ہیں۔ لیکن سُوت کاتنے اور تاگا بٹنے کا وہ طریقہ (جو زمانہ قدیم میں عام طور سے رائج تھا اور اب بھی ایشیا کے اکثر حصوں میں پایا جاتا ہے) چر خا ہے۔ یقیناً چرخے کی صورت یہ نہ تھی جواب ہو۔ لیکن اصول کے لحاظ سے جو طریقہ زمانہ قدیم میں رائج تھا وہ موجودہ چرخے سے بہت کچھ ملتا جلتا ہو۔ پہلے آہنی تھکانہ تھا۔ بلکہ صرف ایک سیدھی سی لکڑی بجائے اس کے مستعمل تھی، تاہم چرخے کا دائرہ یا پنکھا بہت قدیم چیز ہے۔ سب سے پہلے جو آلہ سُوت بننے کے لئے کام میں لایا گیا، چرخا نہ تھا بلکہ ایک لکڑی تھی جو آج کل کی رنی یا ستھانی (دودھ بلونے اور مکھن نکالنے کی لکڑی) سے بہت مشابہتی ردئی یا دون کو بائیں ہات میں لے کر اس کا تھوڑا سا سرا ہاتھ سے نکال کر لکڑی میں اٹکا دیتے تھے اور اس کو داہنے ہاتھ سے گھماتے تھے۔ اس طرح وہ حصہ جو ہات کی مدد سے بڑھایا جاتا تھا بٹ جاتا تھا اور اسی لکڑی میں

لیٹ دیا جاتا تھا۔ آج کل ہندوستان میں کمار اور ماہی گیر جال بنانے کے لئے دوڑ کو اکثر اسی طرح بٹتے ہیں۔

روم، یونان اور مصر کی زمینوں سے جو قدیم نقوش دستیاب ہوئے ہیں ان میں پنظر اکثر دکھایا جاتا ہے کہ عورت چرخ یا پھر کی کے ذریعہ سے سوت کات رہی ہے۔ وہ آہ و جلہ اور فرات کے درمیان جو پتھر زمین سے برآمد ہوئے ہیں ان سے کبھی ۲۵ برس قبل مسیح پر نئے کار و اراج ارض فلسطین میں ثابت ہوتا ہے۔

تھامسن نے فلسطین میں کاتنے کا ایک در قدیم ترین طریقہ معلوم کیا ہے وہ کہتا ہے کہ یہاں عورتیں بکری کی اُون کو کاتتی ہیں۔ لیکن نہ چرنے کا استعمال کرتی ہیں نہ پھر کی کا۔ وہ ایک پتھر سے اُون کی ایک لڑ نکال کر باندھ دیتی ہیں اور پتھر کو چکر دیتی ہیں۔ جب اُون کی لڑ خوب بٹ جاتی ہے تو پتھر پر لیٹ دیتی ہیں اور پھر اُون کو کھینچ کر پونی سی نکال لیتی ہیں اور اسے بھی اسی طرح بل دیتی ہیں۔ اس تاکے سے وہ تھیلے کمل وغیرہ بنتی ہیں ان کے بننے کا طریقہ بھی بہت سادہ ہے وہ مانے کے تاگوں کو زمین پر بچھا کر دونوں سرے مضبوط لکڑیوں سے باندھ دیتی ہیں اور مانے

استدراک۔
۱۔

Bancroft, Native Races, N. York, 1874

Carpet Weaving by H. T. Harris

Thompson's The land and the Books. 1880

۲۔

۳۔

کے تانگے ہاتھ سے اُس کے اندر ڈال کر لکڑی کی موٹی بھدی کنگھی سے نیچے کو بادیتی ہیں۔ یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاتا کہ سب سے پہلے کپڑا بننے کا فن کس نے ایجاد کیا۔ لیکن اگر قدیم یہودیوں کی روایات پر اعتبار کیا جائے تو ہم کو ماننا پڑے گا کہ اس کو بھی ایک عورت نے جو ”ٹیلکین“ کی بہن تھی اور جس کا نام ”تاما“ تھا ایجاد کیا۔ رہا یہ امر کہ قدیم ترین کرگہ یا راجھ کس وضع و صورت کا تھا۔ یہ معلوم کرنا مشکل ہے۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ سب سے قدیم لچھو وہ جو جو برٹش گائنا کی وحشی عورتوں کے پاس اب بھی پایا جاتا ہے یہ دو لکڑیوں سے بنایا جاتا ہے ایک لکڑی جھکا کر نصف دائرہ کی صورت میں بنالی جاتی ہے اور دوسری لکڑی سیدھی ہوتی ہے جس کے کنارے اس کمان کے کناروں سے باندھ دیے جاتے ہیں بہر حال قدیم صورت جو بھی ہو اس میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ کاتنے اور بننے کی خدمت عورتوں ہی کے سپرد تھی اور انھوں نے اس فن میں بڑی ترقی کی جس کا ثبوت انجیل سے بھی ملتا ہے کہ

”گھر کے لوگوں کو کپڑا بننا کرنا عام طور سے عورت ہی کا کام تھا“
 نیز عہد سلیمان علیہ السلام میں عورت خصوصیت کے ساتھ اس کام کو

استدراک :-

Carpet Weaving Industry by H. T. Harris ۱۷

Mason's Wn's Share in Pr. Culture ۱۸

Dictionary of the Bible and 1 Sam, ii, 19 ۱۹

انجام دیتی تھی ”امثال سلیمان علیہ السلام میں لکھا ہو کہ
 ”وہ تکلی پر اپنا ہاتھ چلاتی ہو۔ اور اُس کے ہاتھ میٹرن پکڑتے ہیں
 وہ اپنے گھر آنے کے لئے سردی سے نہیں ڈرتی کہیں کہ اس کے
 خاندان میں ہر ایک سُرخ لباس اوڑھے ہوئے ہو“

مصر کے بالائی حصے میں بعض قدیم مقابر پر ایسی تصاویر دکھی جاتی ہیں جن
 میں عورتیں تکلی پر اُون کات رہی ہیں اور ہاتھوں سے قالین بُن رہی ہیں۔
 قدیم لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون مصر کے محلات ایسے قالینوں سے
 آراستہ تھے اور ”قلو بطرا“ جس وقت فیصر کے پاس آئی ہے، وہ
 بہترین ملبوس سے آراستہ تھی۔

”ہومر نے اپنی مشہور رزمیہ نظم میں اس وقت کی حالت بتائی ہو جب
 اویسیس نے ”اجاکس“ کا تعاقب کیا ہو۔ ہومر اس تعاقب کو ایک
 اندراک :-

۱۔ انجیل مقدس، باب ۳۱۔ امثال سلیمان آیت ۱۔ ۲۸

Practical book of Oriental Rugs by Mr. G. Bose

As when some dapper girdled wife

Near to his bosom holdeth

The Spindle whence she draweth out

The rove beyond the silver

So near Ulysses kept and trod

The very prints of Ajax

خاص تشبیہ کے ساتھ ظاہر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ
 ”ادیسس“ نے اجاکس کے نقوش قدم کا ایسا متصل تعاقب کیا
 جیسے کوئی زریں کمزور اپنے سینہ سے اس چرخہ کو لپٹائے رہو
 جس سے وہ فخریٰ سوت کا تتی ہے۔“

اس سے ثابت ہے کہ تقریباً ایک ہزار برس قبل مسیح، جب کا یہ واقعہ بیان
 کیا گیا ہے، عورتوں میں سوت کا تنے کا اتنا رواج تھا کہ شعراء اس سے
 تشبیہات اخذ کیا کرتے تھے۔

جزیرہ بورنیو (Borneo) کی قدیم عورت بھی علاوہ انتظام زراعت کے
 گھر پر کپڑا بھی بنتی تھی۔ اس کپڑے کی بناوٹ میں کھجور کی پتیاں رنگ کر شمال
 کردی جاتی تھیں جس سے کپڑے میں بہت حسن پیدا ہو جاتا تھا۔ یہاں کی
 عورتیں اپنے ہی بات کا بنا ہوا کپڑا استعمال کرتی تھیں۔

ہالینڈ (Holland) کی عورتیں زمانہ قدیم میں کپڑا بننے میں ہتھیلی
 تھیں اور ترکی کو جو کپڑا جینز میں دیا جاتا تھا، گھر ہی کا بنا ہوا ہوتا تھا۔

’اگانڈا‘ (Uganda) مشرقی افریقہ میں کسی وقت بحیرہ کی چھال کا کپڑا
 بنایا جاتا تھا۔ عورتیں چھال کو جدا کر کے اُسے ٹوگریوں سے کوٹتی تھیں۔ یہ
 چھال کوٹنے سے پھیل کر باریک کاغذ کی طرح ہو جاتی تھی۔ اگر اس میں کوئی
 سوراخ ہو جاتا تھا تو اُسی کے ریشہ سے رنو کر دیتی تھیں۔ رنو کرنے کیلئے
 یہ ہڈیوں کی سوئی استعمال کرتی تھیں۔

استدراک

”میں لکھتا ہوں کہ

”زمانہ قدیم میں میگزیلو کی عورتیں خرگوش کے بالوں سے بہت باریک
کپڑے تیار کرتی تھیں علاوہ اس کے وہ روئی اور پرو دونوں کو ملا کر
کاتتی تھیں اور اس سے بھی نہایت نفیس کپڑے بنتی تھیں۔“

اس صنعت کے متعلق سب سے زیادہ حسین وہ کام ہے جو پروں سے بنا جاتا ہے اور
اس کی قدامت کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ شاہان سیریا کے سروں پر جو چھتریوں
لگائی جاتی تھیں وہ پروں کی بنی ہوئی تھیں۔ جزیرہ ہوائی میں اب بھی لبائے
گلے کے پتے وغیرہ پروں سے بنائے جاتے ہیں اور یہ صنعت وہاں ہنوز
زندہ ہے۔ مسٹر مرفی کے بیان کے مطابق سب سے پہلے جس نے ایک عموی
راجہ یا اگر کہ پرتیس بنی وہ ”ٹارکوٹینس پریس“ کی بیوی ”تنا کوئل“ تھی جس کا
زمانہ مسیح سے ۶۱۳ برس قبل تھا۔ اس صنعت کے تدریجی ارتقاء کی کوئی
صحیح تاریخ مرتب نہیں کی جاسکتی۔ اور یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس
صنعت کے مختلف شعبوں میں عورت کے کارنامے کیا ہیں اور ان میں کن
کن صورتوں سے اُس نے حُسن پیدا کیا۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ جب اس صنعت
میں رنگینی کو دخل دیا گیا، تو وہ بھی بالکل فطری پیداوار سے متعلق تھا،
جس کا ثبوت موجودہ زمانہ کی وحشی عورتوں کے کارناموں سے ملتا ہے ”اریزونا“
استدراک۔

Mason's Wn's Share in Pr. Culture ۱۵

Textile Industries by W. S. Murphy. ۱۵

(Arizona) میں بس درخت ایسے ہیں جن کی پتیاں دو مختلف رنگ رکھتی ہیں۔ وہاں کی عورتیں ان پتیوں سے مختلف قسم کے متنوع الاوان دسترخوان بناتی ہیں۔ کلیفورنیا کی عورتیں سیاہ رنگ ایک جنگلی پھلی کے عرق سے حاصل کرتی تھیں۔ اور سرخ رنگ یو کا درخت کی جڑوں سے۔ ان سے وہ اون کو بھی رنگتی تھیں اس کے علاوہ زرد سیاہ و سرخ رنگ کیمیائی طریق سے بھی بناتی تھیں سیاہ رنگ "سماں درخت کی جھال اور تھیں کو خوش دیکر گیر و اور گوند ملائے سے حاصل کیا جاتا تھا۔ زرد رنگ کے لئے بھی ایک درخت تھا جس کی کوئلوں کے عرق میں بچھڑکری ملا دینے سے لیو کا سا رنگ تیار ہوتا تھا سرخ رنگ ایک اور درخت کی جھال سے نکالا جاتا تھا۔ جزیرہ ہوائی میں بھی مختلف درختوں کی جڑیں، چھالیں اور پتیاں رنگ سازی کے کام میں آتی تھیں اور زرد، سرخ، سبز، سیاہ اور کئی قسم کے رنگ تیار ہونے لگے تھے۔

اسی ضمن میں جال بنانے کا بھی مختصر سا ذکر ضروری ہو جس کا رواج نہ صرف زمانہ قدیم میں پایا جاتا تھا بلکہ اب بھی تمام وحشی اقوام میں دیکھا جاتا ہے۔ سب سے پہلے وحشی عورت نے جال بنانے کی ابتداء اس طرح کی کہ غار کے قریب درختوں کی قطاروں میں انگوڑ کی سیلیں لپیٹ دیں جس نے جال کی صورت اختیار

استدراک :-
۱۔ شمالی امریکا میں ایک مقام کا نام ہوا۔

کر لی۔ اس فن نے رفتہ رفتہ استعداد رزقی حاصل کی کہ ٹوکرایاں، مچھلی پکڑنے کے جال وغیرہ سب اسی ترکیب سے بنائے جانے لگے۔ اب بھی کلیفورنیا میں شی عورتیں جال کی ٹوکرایاں نہایت نفیس نفیس تیار کرتی ہیں اور جزیرہ ساموا (Samoa) کی عورتیں ایک درخت کی چھال سے ریشے نکال کر اس کی بٹتی ہیں اور پھر اس کے جال تیار کرتی ہیں۔ ہندوستان میں بہت سی شی عورتیں ایسی ہیں جن کی عورتیں اب بھی چھینکے وغیرہ جال کی صورت میں تیار کرتی ہیں اور شہروں میں لاکر فروخت کرتی ہیں۔

الغرض عورت کی زندگی زمانہ قدیم سے ضروریات خانہ داری فراہم کرنے کے لئے وقف رہی ہو اور چونکہ ملبوس وغیرہ تیار کرنا بھی گھر کے انتظام سے جدا کوئی چیز نہ سمجھا جاتا تھا، اس لئے عورت نے اس طرف بھی توجہ کی اور ایسی کامیاب توجہ کہ آج بھی جدید تہذیب اس صنعت کے لحاظ سے اس کی ممنون ہے۔

استدراک :-

لے نام جزیرہ ساموا شمالی امریکہ، آسٹریلیا۔

تیسری فصل

چرم سازی اور عورت

اس زمانہ میں جس چیز کو ہم چرم یا چمڑا کہتے ہیں وہ اک چیز ہے جن میں خدا جانے کتنی صنعتیں صرف ہو چکی ہیں جب ہم اُسے اس ایک لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس وقت سے کہ کھال جانور کے جسم سے علیحدہ ہوتی ہے اُس وقت تک کہ وہ قابل استعمال ہوتی ہو کسی نہ کسی صنعت کا عمل اُس پر ہر وقت ہوتا رہا ہے۔

بھیڑا بکری، گھوڑا، کتا، گائے، بیل اور ان کے علاوہ بہت سے جانوروں کی کھالیں قصاب اور شکاری جمع کرتے ہیں اور کھال بنانیوالوں کے پاس (جو اکثر مرد ہوتے ہیں) بھیج دیتے ہیں، پھر وہاں سے زین بنانیوالوں جو تیار کرنے والوں اور جلد سازوں وغیرہ کے پاس، وہاں سے تاجروں کے پاس اور پھر وہاں سے دنیا کی ساری آبادی کے پاس مختلف اشیاء کی صورتوں میں پہنچتی رہتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کھالوں کو رنگنے اور بچکانے کی صفت زمانہ حال کی ہو یا زمانہ قدیم کی۔ یقیناً ہمارے پاس صحیح معنی میں کوئی مثال ایسی نہیں کہ ہم زمانہ قدیم کی عورت سے اس صنعت کو بھی منسوب کر سکیں، لیکن اس میں کلام نہیں کہ وہ جانوروں کی کھالوں کو مختلف طریقے سے کام میں لاتی تھی اور ان کو قابل استعمال بنانے کے لئے مختلف تدبیریں اختیار کرتی تھی۔

پانی کے اندر، زمین کے اوپر، فضاے ہوا میں کوئی جانور ایسا نہ تھا کہ عورت کھاتا تھا اس تک پہنچا ہوا اور اُس کی کھال کا کوئی نہ کوئی مصرف قرار نہ دیا ہو۔ بتلی، بھٹیڑ، لوطری، بکری، بھٹیڑ، بیل، بھینس، ہرن، ریکچہ، خرگوش، گلہری، پچھلی، گھڑیاں، کچھوا، اور تمام طیور ان سب کی کھالوں کو عورت بناتی تھی اور کسی نہ کسی کام میں لاتی تھی۔ باریک کھال رکھنے والے جانوروں کے بال اور چمڑے زیادہ تر زیبائش و آرائش کے کام آتے تھے یا اُن کی بتلی بتلی پٹیاں کاٹ کے بننے کے مصرف میں لائے جاتے تھے اور دبیز کھالوں کو عورت جوتہ، ملبوس، خیمے وغیرہ کی تیاری میں صرف کرتی تھی۔

اسکیمو کی عورتیں، چڑیوں کی کھالوں کو سی کر کرتی کی قسم کا ایک ملبوس تیار کرتی تھیں اور جب اُسے پہنتی تھیں تو بال دار حصہ اپنے جسم کی طرف رکھتی تھیں ان کے ہاں کھالوں کو قابل استعمال بنانے کا طریقہ صرف یہ تھا کہ وہ کھال کی اُلٹی سمت کو دانتوں سے خوب چباتی تھیں اور زانت یا اعصاب کے ریشوں سے اُن کھالوں کو اس طرح سی لیتی تھیں، جیسے ٹاٹ کی پٹیاں ایک دوسرے سے ملا کر سی جاتی ہیں اور جس وقت یہ ملبوس تیار ہو جاتا تھا تو کوئی شخص تمیز نہ کر سکتا کہ سلائی کہاں کہاں ہو۔ گلہری کی کھالوں کو بھی وہ اسی طرح سی کر اور درست کر کے ملبوس بناتی تھیں۔ اس طریق سے کھال درست کرنے کو صرف خشک کرنا کہہ سکتے ہیں اور یہ طریقہ حقیقتاً بہت قدیم ہو۔

دوسرے طریق جس سے بڑے بڑے جانوروں کی کھالیں قابل استعمال بنائی جاتی تھیں بہت سادہ تھا اور تمام وحشی قومیں اس سے آگاہ نہیں اس کو ہم

سمور سازی کہہ سکتے ہیں کہوں کہ چمڑے کے بال بدستور قائم رکھے جاتے
 تھے اور پھر ان کا بلوس تیار کیا جاتا تھا۔ بڑے بڑے جانوروں کا چمڑا علیحدہ
 کرنے کے بعد عورتیں کھال کے اندرونی حصہ کو بڑی حد تک نکال ڈالتی تھیں
 اور بیرونی حصہ کو مسہ بال کے قائم رکھتی تھیں۔ وہ اس عمل کو ایسی ہوشیاری
 سے انجام دیتی تھیں کہ چمڑا کسی جگہ نہ کٹتا تھا اور کمل کی طرح ہموار سمور
 نکال آتا تھا۔ اس عمل کے لئے مختلف ممالک میں مختلف اوزار استعمال تھے
 اسکیمو کی عورتیں چربی دور کرنے کے لئے ایک خاص اوزار استعمال کرتی
 تھیں جو سنگ یا ہڈی کا ہوتا تھا اور چمڑا پھیلنے کے لئے پتھر کے اوزار
 سے کام لیتی تھیں۔ امریکہ کی وحشی عورتیں گوشت اور چربی کے حصوں کو کاٹ
 کر چمڑے کے اندرونی حصہ کو کھڑپی سے پھیل دیتی تھیں۔ اس کام کیلئے
 ان کے پاس تین اوزار تھے، ایک چاقو گوشت کاٹنے کے لئے دوسرے
 کھڑپی، کھال صاف کرنے کے لئے اور تیسرے ایک دندانہ دار آکہ جس سے
 وہ کھال کی اندرونی سطح کو کھردری کر کے چمڑے کو نرم اور پھیلا بناتی
 تھیں۔ علاوہ ان اوزاروں کے اسکیمو اور امریکہ کی عورتیں ہاتھ پاؤں اور
 دانتوں سے بھی مدد لیتی تھیں۔ بلوس کی غرض سے بڑی بڑی کھالوں
 کے درست کرنے کا عام طریق یہ تھا کہ پہلے انہیں دھوپ میں خشک کیا جاتا تھا
 اور ان پر جانوروں کا پھلجھاتیل کی طرح مل دیا جاتا تھا۔ خشک ہونے کے
 بعد پھر صاف کی جاتی تھی۔ دوسرے طریق یہ تھا کہ جب چمڑا خشک ہو جاتا تھا
 اس کے بال کو کاٹ دینی تھیں۔ اسکیمو کی عورتیں اس کھال سے کشتیوں کو

منڈھتی تھیں اور سولے ملبوس بنانے کے اور بھی بہت سے کاموں میں لاتی تھیں۔

چمڑہ بنانے کی صنعت میں سب زیادہ مشکل کام ساہر کی قسم کا چمڑہ تیار کرنا ہے۔ سرد ممالک میں صنعت رائج نہیں ہوئی۔ البتہ گرم ممالک میں وحشی عورتوں نے طیار کرنے کی کوشش کی اور اس میں بڑی حد تک کامیاب ہوئیں۔ اس صنعت میں سب پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ کھال کے بالوں کو علیحدہ کر دیا جائے چرم سازی کے پرانے کارخانوں میں اس کے لئے دو طریقے جاری تھے ایک یہ کہ بے بچھا ہوا چونا چمڑے پر مل دیا جاتا تھا جو بالوں کو گرا دیتا تھا اور دوسرا یہ کہ کھال کو گرم کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ اچھی طرح پیسج جاتی تھی اور مسامات کھل کر بال آسانی سے علیحدہ ہو جاتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کارخانوں نے طریق ثانی وحشی عورتوں سے سیکھا تھا۔ کیوں کہ وہ بھی بالوں کو چمڑے سے اسی طریقے سے جدا کیا کرتی تھیں۔ اسکا کی عورتیں خنگلی بکروں کی کھالوں کے بال اسی طرح جدا کر کے اُن کا مکمل بناتی تھیں۔ جب کھال پوری طرح پیسج جاتی ہے تو بال اکھاڑنے کے لئے کسی اوزار کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ صرف ہاتھوں کی مدد سے بہت جلد جدا ہو جاتے ہیں۔

”گرین لینڈ“ کی تاریخ میں مسٹر گرینڈ نے لکھا ہے کہ اسکیمو کی عورت سیل پھلی کے بال وار کھال کا ملبوس طیار کرنے کے لئے پہلے اسے چوڑا گھٹنے تک پٹیاب کے برتن میں ڈال رکھتی ہے۔ اس سے کھال کی چربی

صاف ہو جاتی ہو اس کے بعد وہ خشک ہونے کے لئے پھیلا دی جاتی ہو۔ اور پھر سوکھنے کے بعد دوبارہ پیشاب چھڑک کر پھر سے رگڑ دی جاتی ہو اور ہاتھوں سے مل کر نرم کر دی جاتی ہو۔ جس حصہ کا چمڑا زیادہ دبیر ہوتا ہے وہ مسلسل تین دن تک پیشاب کے برتن میں رکھا جاتا ہے اور اس کے بعد چاقو یا دانت سے بال علمیہ کر دیئے جاتے ہیں اور پھر تین دن تک پانی میں رکھنے کے بعد خشک ہونے کے لئے پھیلا دیا جاتا ہو اس طریق سے وہ چمڑا طیار کیا جاتا ہے جو لمبوس کے اوپر بطور برساتی کے استعمالی ہوتا ہو۔ اس کے اندر سے پانی نفوذ کر کے جسم کے کپڑوں تک نہیں پہنچ سکتا۔

کشتی منڈھے کے لئے بڑی بڑی سیل مچھلی کی کھالیں اس طرح تیار کی جاتی ہیں کہ کھال کو بغیر جڑی جڈا کئے ہوئے لمبیٹ دیتی ہیں اور اس کو خوب کھلتی ہیں اس کے بعد گھاس ڈال کر دھوپ میں ہفتوں تک خشک ہونے کے لئے ڈال دی جاتی ہیں۔ جب اس طرح بال الگ ہو جاتے ہیں تو نمک کے پانی میں چند روز تک رکھ کر خشک کر لیتی ہیں۔ اور کھال کے کناروں کو دانتوں سے کھینچ کھینچ کر سیتی ہیں۔ اور سیون کی جگہ جڑی وغیرہ اچھی طرح مل دیتی ہیں تاکہ پانی اندر نہ جاسکے۔ جو چمڑا بچ رہتا ہے اُسے پھیل کر تپلا کر لیتی ہیں اور برص پر رکھ دیتی ہیں۔ اس سے چمڑا پسید ہو جاتا ہو۔ اس کے بعد جب وہ اُسے سُرخ رنگنا چاہتی ہیں تو بیج صنوبر کی چھال اور اس ٹھوسے کو ملا کر جاتی ہیں۔

مستر ہال کا بیان ہے کہ

”کھال بنانے کے لئے سب سے پہلے جو ترکیب عمل میں لائی جاتی تھی یہ تھی کہ ایک اوزار سے جو مسدہ دستہ کے لہجے لانا بیوتا تھا کھال کو عورتیں چھیلتی تھیں، اس کے بعد جب کھال خشک ہو جاتی تھی تو پھر چھیلتی تھیں۔ اس کے بعد چباتی تھیں اور پھر آخری مرتبہ پھیل کر صاف کر لیتی تھیں اس طریق سے کھال سابر کی طرح نرم ہو جاتی تھی“

”مکلیں“ کہتا ہوں کہ

”مکبر لینڈ میں سیل مچھلی کی کھال سے پہلے چربی علیحدہ کر لی جاتی تھی اس کے بعد عورت کھال کو پھیلا کر چاقو سے نیچے کی مچھلی دور کر دیتی تھی اور پھر کھال کو برتن میں ڈال کر بانوں سے کچلتی تھی۔ جب وہ اچھی طرح دھل جاتی اور دھوپ نیز ہوتی تو اندرونی سطح اوپر کی جانب کر کے پھیلا دی جاتی تھی۔ اگر دھوپ نہ ہوتی تو جھونپڑے کے اندر بانوں پر اسکو پھیلا کر نیچے چراغ روشن کر دیتی تھی“

ڈاکٹر فرانسوس لکھتے ہیں کہ

”وسطا ایکو میں سیل مچھلی کی کھال مختلف طریقوں سے تیار کی جاتی تھی مچھلی کا پیٹ ایک چاقو سے چاک کر کے کھال کھینچ لی جاتی تھی اور عورت کھال کو اپنے سامنے پھیلا کر ماتہ میں چاقو سے کرگٹھنوں کے بل کھڑی ہو جاتی تھی اور چربی پھیل پھیل کر برتن میں گرتی جاتی تھی جتنے حصے کی چربی صاف ہوتی جاتی تھی۔ اس کو لیٹ کر بائیں

ہاتھ میں سمیٹتی جاتی تھی، اگر کھال کے بالوں کو دُور کرنا مقصود نہ تھا تو چربی کے ساتھ ساتھ کھال کی اندرونی تہ بھی باقی رہ کر دور کر دی جاتی تھی۔ اس عمل کے بعد کھال کو کھوٹوں یا میخوں سے باندھ کر برت کی سطح سے ۶۔۸ انچ اوپر تان دیتی تھی اور برت سے مل کر دھوتی تھی۔ اگر کھال میں نیرے کا کوئی نشان یا یو راج ہوتا تو اسے سی دیتی اور کھال کو خشک کر لیتی تھی۔ شروع موسم بہار میں جب سردی زیادہ ہوتی تو صرف چھوٹی چھوٹی پھیلیوں کی کھالیں تیار کی جاتیں۔ کیوں کہ اس کے لئے دُھوپ اور گرمی کی زیادہ ضرورت تھی۔ تاہم اگر ضرورت شدید ہوتی تو عورتیں چار بانسوں کا ایک ڈھانچہ تیار کر کے کھال کو اس پر تان دیتیں اور نیچے آگ روشن کر کے کھال کو خشک کر لیتیں بڑی پھیلیوں کی کھالیں، خیمے، قیلا وغیرہ بنانے کے کام آتی تھیں اور چھوٹی کھالیں لباس کے

امریکہ کی قدیم عورتوں کے لئے سخت محنت کا زمانہ وہ ہوتا تھا جب خگیل بھینسوں کے شکار کرنے کا وقت شروع ہو جاتا۔ کیوں کہ بھینسوں کی کھال جلد خراب ہو جاتی ہے اور فوراً اس کو بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مرد صرف ناسی قدر شکار کرتے تھے جس قدر کھالیں عورتیں تیار کر سکتی تھیں۔ شکار کے بعد ہی عورت فوراً کھال کھینچ لیتی اور گوشت کو ہڈیوں سے علیحدہ کر کے چمڑے میں لپیٹ کر جھونپڑے کی طرف چل دیتی۔ شام کو جب مرد شکار

سے لوٹتے تو چربی وغیرہ بھون کر ان کے سامنے رکھی جاتی جو نہایت نفیس غذا سمجھی جاتی تھی۔ دن بھر میں عورتیں کھالوں کو صاف کر کے خشک ہو کر کے لئے پھیلا چکتی تھیں اور اس سے مختلف چیزیں بناتی تھیں۔ دبیز حصے کا چمڑا دھال بنانے کے لئے منتخب ہوتا تھا، بالوں کے کل بننے تھے اور گیلی کھال کے ٹکڑے کر کے اور دوسری چیزیں تیار کی جاتی تھیں، جن کی انکو ضرورت ہوتی۔ گیلی کھال سے بنانے کی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت اُس کی ایک صورت آسانی سے قائم ہو جاتی تھی اور خشک ہونے کے بعد جب چمڑا سخت ہو جاتا تو وہی صورت جو گیلے ہونے کی حالت میں بنائی گئی تھی مضبوط و مستحکم ہو جاتی۔ ملبوس بنانے کے لئے عورتوں کو زیادہ محنت سے کام لینا پڑتا تھا جب کھال خشک اور سخت ہو جاتی تھی تو ایک آلہ سے وہ کھال کی اندرونی سطح کو چھیلتی تھیں اور پھیلنے کے بعد چربی اور بچھا ملا کر اس پر ملتی تھیں تاکہ چمڑا نرم ہو جائے اور ملبوس آسانی سے تیار ہو سکے۔

خیمہ طیار کرنے کے لئے چمڑے کے بال بھی الگ کر دیے جاتے تھے اور اس کی دیوارت بھی کم کر دی جاتی تھی تاکہ چمڑا زیادہ نرم ہو جائے۔

”پٹاگوینیا“ کی عورتیں علاوہ انتظام خانہ داری کے لومڑی اور زمرغ کی کھالوں کے سمور بھی تیار کرتی تھیں خیمہ بنانا بھی ان کا فرض تھا اور سفر کے وقت گھوڑوں پر خیمے اور اسباب کا بار کرنا بھی ان ہی کے سپرد تھا۔ ان کے خیمے بالکل چرمی ہوتے تھے جو بانوں پر ان بیٹے جاتے تھے۔

وحشی عورتوں اور علی الخصوص شمالی امریکہ کی عورتوں میں خیاطی کی بھی اہلیت پائی جاتی تھی۔ اگر جنوبی امریکہ کی عورتیں بالوں سے صرف کمل تیار کر سکتی تھیں تو یہاں کی عورتیں کھالوں کو چاقو سے کاٹ کر ان کا ملبوس بھی سیتی تھیں ان کے سینے کا طریق یہ تھا کہ وہ چمڑے کے کنارے پر سوراخ کر کے اسی چمڑے کے فیتے پر دو پردہ کر کناروں کو ملاتی تھیں یہاں تک کہ سارا لباس بن جاتا تھا وہ سیتے وقت ان میں پردہ دانت، ڈیاں، بالوں کے کچھے وغیرہ بھی اٹکانی جاتی تھیں جن سے ایک خاص قسم کا وحشی حسن ملبوس میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ چمڑے پر مختلف قسم کے کام بنا کر ان کے جوتے اپنے مردوں اور بچوں کے لئے تیار کرتی تھیں۔ اسکیمو میں بھی عورتیں جوتا بناتی تھیں۔ لیکن چمڑا کھینچنے یا تاننے کے لئے ان کے پاس کوئی شکنجہ یا سنسنی نہیں ہوتی تھی، بلکہ صرف اپنے دانتوں سے کام لیتی تھیں۔

مشر مشر ڈونگے اسکیمو کی عورتوں کا انداز ملبوس بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنا لباس کس طرح قطع کرتی تھیں۔

”پہلے عورتیں بہت سے کمرے الگ الگ کاٹ لیتی تھیں اور پھر سینہ، شانہ، گلہائی وغیرہ پر کچھ کچھ کر ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ جوڑتی تھیں۔ وہ اپنے لباس کے لئے بالوں کی جھاریں اور رنگین سمور بھی استعمال کرتی تھیں جس سے ملبوس فی الجملہ بہت خوشنما نظر آتا تھا۔“

خلیج ہڈن کے مغرب میں جو قومیں آباد ہیں ان کی عورتوں کی نسبت
مستشرقین لکھتے ہیں کہ

”وہ اپنے شوہروں کے لئے چمڑے کے تسموں پر غار پشت (سمی) کے کانٹوں کا کنگن اور سر بند تیار کرتی تھیں۔ علاوہ اس کے چرمی تھیلیاں، سفری تھیلے اور صندوق بھی عورتیں ہی بناتی تھیں۔ تھیلیوں کے لئے ہرنوں کا نرم چمڑا کام میں لایا جاتا تھا اور بڑے بڑے بکسوں کے لئے کچا چمڑا جو لکڑی کی طرح سخت ہو جاتا تھا وہ ان بکسوں کو سبز رنگتی تھیں اور ان پر سرخ و سفید ریاں بھی ڈالتی تھیں“

اگانڈا (مشرقی افریقہ) کے وحشی عورتیں یہاں تک تھیں کہ نرم چمڑا تیار کرتی تھیں اور ان میں صحرائی برگ و بار کے مدد سے مختلف رنگ بھی پیدا کرتی تھیں۔ اس چمڑے کا ملبوس عام طور سے استعمال کیا جاتا اور یہاں کی عورتوں کو اپنی صنعت پر بڑا ناز تھا۔ اب بھی یہ صنعت یہاں کی عورتوں میں زندہ ہو لیکن بہت مضحل انداز میں ہے۔

وحشی قوموں کی عورتوں میں اب بھی زمانہ قدیم کے بہت فنون رائج ہیں لیکن بہت کم اور اسکی وجہ یہ ہو کہ مردوں نے ان فنون کو حاصل کر کے ان کی صورتیں بدل دی ہیں۔ جہاں پہلے چرمی جیمے نظر آتے تھے وہاں اب بلاسٹ پیپر کے

استدراک۔

مکانات ہیں۔ جہاں پہلے بستر، صندوق وغیرہ چڑے کے بنائے جاتے تھے اب وہاں لوہے اور لکڑی کے پہلے عورتیں اپنے اپنے خیموں میں خاموشی کے ساتھ یہ کام کرتی رہتی تھیں اب وہ مردوں کے زیر اثر بڑے بڑے کارخانوں میں مصروف نظر آتی ہیں تاہم اب بھی نازک اور نرم کام عورتوں سے ہی انجام پاتے ہیں فرق صرف یہ ہو کہ اگر وہ پہلے صحرائی جانوروں کے سمور اور اُن کے بالوں پر اپنی صنعت صرف کیا کرتی تھیں تو اب ریشم کے کپڑوں اور پالے ہوئے جانوروں کے نرم اُون پر صرف کرتی ہیں۔ دستانے بنانے کا کام اب بھی مہذب ممالک میں عورتوں کے ہی سپرد ہوتا ہے۔ زمانہ قدیم کے بعد جو دور مہذب و شائستگی کا آیا اُس میں سمور کا استعمال ترک ہو گیا تھا۔ لیکن چونکہ زمانہ مہنی کے واقعات ہمیشہ ہر زمانہ رہا ہوا ہے اور پرانی چیزوں میں از سر نو جان ڈالنا۔ اسی روایت دیرینہ ہے۔ اس لئے تعجب نہ کرنا چاہئے اگر زمانہ قدیم کی عورتوں کی صنعت سمور سازی پھر برسرِ کار نظر آئے۔ دیکھا جاتا ہے کہ مغرب میں اس صنعت سیل مچھلی کا سمور مہذب عورتوں کی پشت پر ڈالنے کے لئے تلاش کیا جا رہا ہے اور ٹوپوں کو رنگین و خوشنایروں سے آراستہ کرنے کے لئے ہزاروں لاکھوں خوبصورت طہور بے رحمی سے ہلاک ہو رہے ہیں لیکن ان کی تیاری میں عہد حاضر کی صناعتِ انسانی اس سے زیادہ اور کوئی ترقی نہیں کر سکی کہ اُس نے اوزاروں کی صورتیں بدل دی ہیں اور وقت میں کچھ وسعت پیدا کر دی ہے کہ پہلے جس چیز کو عورتیں چند دن میں بناتی تھیں اب وہ چند گھنٹوں میں تیار ہو جاتی ہیں۔

چوتھی فصل

فن ظروف سازی اور عورت

فن ظروف سازی کے متعلق عورت نے جو ترقیاں کی ہیں وہ بہت اہم ہیں نہ صرف اس لحاظ سے کہ اس کا تعلق ترقی و تمدن سے بہت قریب کا تعلق ہے بلکہ اس اعتبار سے بھی کہ وہ حقیقتاً ازلیں کارآمد ثابت ہوا۔ یہ ظاہر کیا جا چکا ہے کہ ظروف سازی کے متعلق عورت نے اس وقت تک فوجہ نہیں کی جب تک غذا کو بال کرکھانے پکانے کا رواج زمانہ قدیم میں رائج نہیں ہو گیا ظروف سازی کی تاریخ قدیم صحت و تکمیل کے ساتھ مرتب نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس فن کی ابتدا اسی وقت ہو گئی تھی جب اقوام عالم بالکل و خشنا زندگی بسر کر رہی تھیں اور فن تاریخ کی بنیاد قائم نہ ہوئی تھی اس لئے اس فن کی تاریخ قدیم کے متعلق ہم کو جو معلومات حاصل ہو سکتی ہیں ان کا ذریعہ زیادہ تر موجودہ وحشی اقوام کے حالات ہیں اور انھیں کو دیکھ کر ہم زمانہ قدیم کی ظروف سازی کے متعلق قیاسات سے کام لے سکتے ہیں۔ مختلف ملک میں جو برتن زمانہ قدیم کے زمین سے برآمد ہوئے ہیں ان سے بھی اہم اکتشافات ہوتے ہیں۔

دنیا میں اب بھی بہت سی قومیں ایسی ہیں جن میں یہ فن اب تک اسی قدیم صورت میں پایا جاتا ہے۔ ان میں سب سے پہلے اسکیمو کی قوم قابل ذکر ہے یہاں کی عورتیں چونکہ بہت سرد ملک میں رہتی ہیں اس لئے وہ لکڑی اور

کوئلہ کا استعمال بہت کم جانتی ہیں۔ اور کھانا صرف چراغ کی مدد سے تیار کرتی ہیں۔ گرین لینڈ، ایسٹریڈیا، اور سواحل الاسکا پر جو وحشی قومیں آباد ہیں، ان کی عورتیں بھی اسی طرح کھانا پکاتی ہیں اور اس غرض کے لئے وہ سوپ اسٹون کی رکابیاں بناتی ہیں، جن کا کنارہ ایک طرف اٹھا ہوا ہو ان رکابیوں میں وہیل پھلی کی چربی ڈال دیتی ہیں اور درختوں کے ریشوں کی تہی بنا کر روشن کر دیتی ہیں جب یہ چراغ یا جو لہا روشن ہو جاتا ہے۔ تو اُس کے اوپر کھانے کا برتن جو خود ایک بڑی رکابی کی صورت رکھتا ہو غلاتیار کرنے کے لئے اوپر معلق لٹکا دیتی ہیں۔ اس چراغ سے اتنی گرمی پیدا ہوتی ہو کہ کھانا پک جاتا ہو اور اسی کے ساتھ خیمہ یا جھونپڑا بھی منور رہتا ہو خلیج برٹل کے آباد حصہ کی عورتیں سوپ اسٹون کے برتن یا جو لے نہیں بناتیں، بلکہ مٹی کے تیار کرتی ہیں اور ان میں بنائے کے وقت کتے کا خون اور کتے کے بال ملا دیتی ہیں۔ ان برتنوں کی صورت ایک کونے کے برتنوں سے کچھ مختلف ہوتی ہو ان میں کچھ عقی ہوتا ہے اور بالوں کی سی شکل ہوتی ہو ان کی ساخت بالکل وہی ہو جو نہایت قدیم زمانہ میں یونان کے دار السلطنت ایتھنز میں رائج تھی اور روما کے معبد و شاہیوں بھی اسی ساخت کے برتن استعمال کرتے تھے۔

۱۰ Greenland شمالی امریکہ میں شمال مشرق کے کونہ پر ایک جزیرہ (Labrador) شمالی امریکہ کا ایک ساحلی مقام ۱۱ Alaska شمالی امریکہ میں جنوب مشرق کے کونہ پر جزیرہ نما ہے۔

Ninth Ann. Report. Bur.

Ethnd.

پائے جاتے تھے

میگزیکو، اربزونا، جنوبی امریکہ، افریقہ، نیو گائنا میں بھی جتنی عورتیں اب تک زمانہ قدیم کے برتنوں کی ساخت پر ظروف تیار کرتی ہیں شمالی امریکہ کے جنوب مغربی حصہ میں عورتیں زمانہ قدیم سے ظروف سازی کی صنعت نہایت کامیابی کے ساتھ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان کے موجود طریقے اور اوزار ظروف سازی کے وہی ہیں جو ایک ہزار سال قبل پائے جاتے تھے۔ یہاں کی عورتیں مٹی کے برتن بناتی ہیں۔ مٹی یا تو وہ ان مقامات سے کھود کر لاتی ہیں جہاں کپنی مٹی معدن کے اندر تہ بہ تہ صورت میں پائی جاتی ہو یا پھر ان مقامات سے جہاں دریا اپنی رفتار کو بدل کر نفیس گیلی مٹی ان فطری صناعات کے لئے چھوڑ جاتا ہو۔ یہ مٹی صاف نہیں ہوتی، اس میں کنکر پتھر بھی ملے ہوتے ہیں۔ اس کو صاف یا ایک کرنے کے لئے اُس کے بائیں پھیلنی ہوئے چکی اسٹیل وہ مٹی کو بانی سے دھو دھو کر کنکر وغیرہ علحدہ کرتی ہے اور جو صاف اجزاء مٹی کے تہ نشین ہو جانے ہیں ان کو الگ کرتی ہو اور پھر ان کے برتن تیار کرتی ہو۔ اول اول وحشی عورتوں کو اس مٹی کے برتن تیار کرنے میں بڑی زحمت ہوئی۔ کیونکہ وہ خشک ہونے کے بعد پھٹ جاتے تھے لیکن کچھ زمانہ کے بعد عورت کی فطری ذہانت نے اس نقص کو دور کیا اور ریت وغیرہ ملا کر برتن بنانے جانے لگے۔ قدیم زمانہ کے جو کھڑے برتنوں کے دستیاب ہوئے

استدراک لے Mason's Wn's Share in P. Culture

Wn's Share in P. Culture لے

ہیں اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ریت، کوڑیوں اور سیمپوں کا سفوف اور ٹوٹے ہوئے برتنوں کے پے ہوئے اجڑائے ہوئے ہیں جب یہ عورتیں مٹی کو ڈھوتی ہیں تو موٹے اجڑا کو بھی محفوظ رکھتی جاتی ہیں۔ اور ان کے بھدے برتن تیار ہوتے ہیں۔ باریک مٹی کے برتن زیادہ نازک اور نفیس ہوتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں برتن بنانے کے لئے چاک نہ تھا۔ بلکہ مرمت ہاتھ کی مدد سے عورتیں برتن بناتی تھیں اور مرمت اُن کی نگاہ اُن میں حُسن و تناسیب پیدا کرتی تھی۔ ایک طریقہ برتن بنانے کا تو بالکل ویسا ہی تھا جیسا اب بھی بچے مٹی کے برتن وغیرہ بنا کر کھیلا کرتے ہیں۔ وہی طریقہ تھا اور اب بھی رائج ہے کہ کسی چیز کے اوپر یا اس کے اندر گیلی مٹی تھوپ دی جاتی تھی اور اس طرح اسکی ایک شکل پیدا ہو جاتی تھی۔ اس امر کا ثبوت کہ زمانہ قدیم میں کدو، ٹوکری وغیرہ اور مٹی تھوپ کر برتن تیار کئے جاتے تھے نہ صرف برتنوں کی ساخت سے ملتا ہے بلکہ اُن نشانات سے بھی جو برتنوں پر پائے گئے۔ یہ نشانات اکثر ٹوکریوں کی بناوٹ کے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ برتن ٹوکریوں پر تیار کئے گئے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ٹوکریاں بنانا ظرف سازی سے قبل کی ایجاد ہو۔ آثار قدیمہ کے علماء نے انھیں برتنوں کی مدد سے زمانہ قدیم کے بھدے ڈالنے کی صورتیں، جال بنانے کے انداز، ٹوکریاں بننے کے مختلف نمونے دریافت کئے،

برتن بنانے کا ایک طریقہ اور بھی تھا جو بہت زیادہ عجیب ہے۔ جو وحشی

عورتیں گیلی مٹی کی موٹی موٹی لڑیں سویوں کی طرح بناتی تھیں اور کسی ٹوکری کے اندر یا باہر، ان لڑوں کو ایک کے اوپر ایک جاتی جاتی تھیں۔ جہاں ایک لڑو دوسری لڑے ملتی تھی وہاں چٹکی سے دبا دیتی تھیں تاکہ دونوں اچھی طرح مل جائیں۔ ہر چند خشک ہونے کے بعد پھر با کسی دوسری سخت چیز سے رگڑ کر چٹکیوں اور انگلیوں کے نشانات مٹا دیے جاتے تھے۔ پھر بھی ہسٹہ برتن زمانہ قدیم کے ایسے دستیاب ہوئے ہیں جن میں یہ نشانات پائے جاتے ہیں۔ پاپوا کی عورتیں برتن بنانے میں ان تینوں طریقوں سے مدد دیتی ہیں یعنی وہ ایک برتن کو مٹی کی لڑوں سے شروع کرتی ہیں اور پھر دوسرے برتن پر خوب کرکچ حصہ صرف ہاتھ کی مدد سے تیار کرتی ہیں۔ ان تینوں طریقوں کے استعمال میں کوئی ترتیب ان کے یہاں ملحوظ نہیں ہو۔ کسی ایک طریق سے شروع کر کے وہ اُس کو دوسرے یا تیسرے طریق سے انجام تک پہنچا دیتی ہیں۔ پولو کی عورتیں جس طرح برتن بناتی ہیں اُس کا حال "مشٹر گٹنگ" نے کئی سال تک ان کے درمیان رہ کر معلوم کیا ہے۔ رکابیان اور پیالے بنانا چھل دھوا نہیں ہو۔ لیکن وہاں کی عورتیں پانی رکھنے کے لئے ایک طرف بوتل کی صورت کا تیار کرتی ہیں جو زیادہ نمب یا بھیر ہے، اگر برتن کا نمب بہت درمیان تھے کے زیادہ جوڑا ہو تو وہ ڈھانچے کے اندر سے آسانی سے نکل سکتا ہے۔ لیکن اگر برتن کی گردن تیلی ہو تو نکلنا دشوار ہے۔ اس کے متعلق "مشٹر گٹنگ" لکھتے ہیں کہ

”برتنوں کی گردن بنانے کے لئے ہاتھ سے کام لینا ممکن نہیں کیونکہ
ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ سکتا اس کے بنانے کا طریقہ یہ کہ جب
برتن کی بیرونی سطح کو وہ چکنا کرتی ہیں تو اوپر کے حصہ کو چمکا دیتی
ہیں جس سے گردن کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک عورت نے
میرے سامنے ایک برتن اس قسم کا تیار کیا۔ اُس نے جب برتن
کی دیوار پوری تیار کر لی تو اندھیت چھڑک کر کہہ دھیلنے کے لئے
سے چمکا دیا۔ اور اس طرح اُس کی گردن بہ نسبت منہ کے تنگ ہو گئی
جب برتن خشک ہو گیا تو وہ تقریباً ایک سوچ سکو گیا اور ٹوکری آسانی
سے الگ ہو گئی۔“

عوز کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت برتن بنانے کے لئے زمانہ قدیم میں
کتنی محنت اختیار کرتی تھی۔ مٹی کو زمین سے کھودنا، گھلاتا، دھونا، صاف
کرنا، حاشے پر اس کو تھوپنا، لڑیں بنا کر تہ بہ تہ جانا، خشک کرنا، اور درگزر کر
چکنا بنانا۔ یہ سب وہ کام تھے جو برتن بنانے کے لئے ضرور ہی تھے اور تھنا
عورت ان سب کو انجام دیتی تھی۔ پھر اُس کی خدمت ساری پختہ نہ ہو جاتی تھی،
بلکہ اسے برتنوں کو زچھا بھی پڑتا تھا، ظروفت کو رنگین بنانے کے لئے
در مختلف رنگ کی مٹیوں اور درخت کی چھالوں کے عرق سے کام لیتی تھی۔
دو منٹ نے ڈیڑھ صدی قبل مسیح کی عورتوں کا حال لکھا ہے کہ

استہراک: Bntel. Dumont, Mem. Sur. la Loismia

Missipi) شمالی امریکہ کا ایک مشہور دریا اللہ شہر

وہ مٹی جمع کر کے اُسے صاف کرتی ہیں۔ کوڑیاں وغیرہ باور کیپ کے
 اُس میں ملا دیتی ہیں اور پانی سے مٹی گوندھ کر چھ چھٹ کی رڈیاں
 بناتی ہیں۔ رکابیاں بنانے کے لئے وہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے
 سے لڑھی کا ایک کوندہ باکر مرکز قائم کر لیتی ہیں اور اُس کے گرد
 لڑیوں کو جلدی جلدی لپیٹتی جاتی ہیں۔ اور واسنے ہاتھ کو تر کر کے
 اندرونی اور بیرونی سطح برابر کرتی جاتی ہیں۔ یہ عورتیں پہلے رکابیاں
 گھڑے، صراحیوں، سببسی طریقے سے تیار کرتی ہیں۔ جب برتن
 خشک ہو جاتے ہیں، تو کوئلہ، بھوسہ، یا خشکی جانوروں کے خشک گوبر
 کی مدد سے ان کو پکالیتی ہیں۔

برکی وحشی عورتیں بھی مٹی اسی طرح تیار کرتی ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا لیکن
 تیار کرنے میں کچھ اختلاف ہو۔ یہاں کی عورتیں پہلے ناریل کی پتیوں کا
 حلقہ بناتی ہیں اور اس پر برتن تیار کرتی ہیں جب برتن خشک ہو جاتا ہے
 تے سے الگ کر کے بانس کے ٹکڑوں سے ہموار کر دیتی ہیں۔ ان کے
 برتن پکانے کا طریق یہ ہو کہ پہلے ٹوٹے ہوئے برتنوں کے ٹکڑے
 میں گار دینی ہیں اور برتنوں کو اوندھا دیتی ہیں۔ برتن کے نیچے جو
 دتا ہو۔ اُس میں ایک تہراکھ کی اور ایک ناریل کے چھلکوں کی چابی
 ۔ اودان پر کڑیاں رکھ کر آگ دیدیتی ہیں اور آگ کو ہوا دیتی رہتی ہیں
 ایک۔

اُس وقت تک کہ ساری لکڑی جل کر خاک نہ ہو جائے۔ برتنوں پر دھاریاں ڈالنے کی ترکیب یہ جو کہ کچے ہاریل کے پھلکے لے کر ان کی پٹیاں کاٹ لیتی ہیں۔ اور گرم برتن پر چپکا دیتی ہیں۔ جہاں جہاں جھلکا لگتا ہے وہاں سیاہ دھاریاں پڑ جاتی ہیں۔

پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ظروف سازی کی ابتدا مصر، چین یا ان ممالک کی قوموں سے ہوئی ہو۔ جن کی تاریخ قدیم ہم کو معلوم نہیں ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اُنیسویں صدی کے وسط سے جو تفتیش اس کے متعلق شروع ہوئی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاں کہیں مٹی پائی جاتی تھی وہیں کی قوموں نے علحدہ علحدہ اس کی بنیاد ڈالی۔ جس طرح انسان ضرورت و احتیاج سے مجبور ہو کر سنجار، آہنگر، پارچہ باف بنا اسی طرح اس کو برتن بنانے پڑے۔ جبکہ تاریخ کی ابتدا ہوئی ہو اُس وقت سے مختلف ممالک نے مختلف انواع کے برتن تیار کئے ہیں، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ قبل شروع ہونے کے مختلف ملکوں کے برتن میں باہم اختلاف نہ ہو۔ قدیم مصری عہد کے جو برتن زمین سے دستیاب ہوئے ہیں وہ بہت چھلے ہیں اور ان کی مٹی میں ریت کا زیادہ حصہ ملا ہوا ہے بعض برتن ایسے بھی نکلتے ہیں جو چٹانوں اور پتھروں کو کھود کر بنائے گئے ہیں بالکل مکمل ہو کہ زمانہ مسیریا، بابل، چین، ہندوستان میں قدیم زمانہ کے

استدراک۔

برتن مصری برتنوں سے مختلف ہوں اور ایک کی ساخت دوسرے سے نہ ملتی ہو۔

ہندوستان کے آثار قدیمہ سے جو برتن دستیاب ہوئے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد مسیح سے صدیوں قبل فن ظروف سازی میں مکمل حالت میں تھا۔ سانچی ٹوٹ سے بھی پرانے برتنوں کے بہت سے ٹکڑے برآمد ہوئے ہیں جنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فن ہندوستان کے عہد قدیم میں پوری ترقی حاصل کر چکا تھا۔ خود میں نے ان برتنوں کے ٹکڑوں کو دیکھا ہے اور معلوم کر کے مجھے سخت حیرت ہوئی ہے کہ بعض برتن عہد قدیم کے موجودہ زمانہ کے برتنوں سے کہیں بہتر تھے۔ مثلاً کان بدھنا جس وضع و صورت کا آجکل بنایا جاتا ہے۔ بالکل اسی انداز کا پہلے بھی بنایا جاتا تھا۔ چند طرحوں کی ٹوٹی ہوئی گردنیں بھی وہاں کے عجائب خانہ میں موجود ہیں۔ جن سے اُن کا تناسب حسن اچھی طرح سمجھ میں آ سکتا ہے۔ پھر اسی کے ساتھ اُن کے رنگ و روغن کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ باوصف ہزاروں سال گزر جانے اور زمین کے اندر مدفون رہنے کے اب تک اسی آب و تاب کے ساتھ باقی ہیں۔

بہر حال اس میں کلام نہیں کہ فن ظروف سازی کی ابتداء زمانہ قدیم کی انہیں اقوام سے ہوئی جن کو ہم وحشی کہتے ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہو سکتا۔

استدراک :-

لے (Sauchi) بات بھوپال وسط ہند میں ایک مقام یہاں بدھ کی ہڈی مدفون تھی۔ یہ ٹوٹ شوز کا کے زمانہ کا جس نے مسیح سے ۵۰۰ برس قبل کا زمانہ پایا تھا۔

کہ اس طرف سب پہلے جس کو توجہ ہوئی وہ عورت تھی، جیسا کہ ہم دوسرے باب میں ظاہر کر چکے ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ برتن بنانے سے پہلے عورت نے اپنی کتنی کوششوں کو ناکام و بایوس دیکھا ہوگا اور کس قدر کاوشوں کے ساتھ تجربہ کے درمیانی مدارج طے کر کے اُس نے مٹی کو اس قابل پایا ہوگا کہ وہ اس پر اپنی صفت صرف کرے۔ رہا یہ امر کہ برتنوں کی شکلیں اُس نے کونکر اختراع کیں اسکے متعلق جہاں تک برتن کی صورتوں و نیز قیاس سے معلوم ہو سکتا ہو یہ ہو کہ عورت نے اس مسئلہ میں سب پہلے عالم نباتات و حیوانات سے مدد لی اور جنگلی پیداوار (مثلاً کدو وغیرہ) اور دریائی اشیاء (مثلاً گھونگھے اور سپنج وغیرہ) کی تقلید کی اور رفتہ رفتہ تجربہ کے ساتھ اُن کی صورتوں میں تغیر و تبدیل ہوتا رہا یہاں تک کہ ایک زمانہ وہ آیا کہ برتن بجائے ہاتھ کے چاک کے ذریعہ سے اور بجائے مٹی کے چینی اور شیشے کے بنائے جانے لگے۔

اب کہ فن ظروف سازی اس قدر وسیع ہو گیا اور بے شمار معدنی اشیاء سے سیکڑوں انہرادیں قسم کے برتن تیار ہونے لگے ہیں، انسان اس موجد اول کے احسان کو فراموش کر سکتا ہو جس نے اوّل اوّل ایک پیچہ کو برتن بنایا لیکن تاریخِ حرفت و صنعت عورت کے قدیم کارناموں کو نہیں بھلا سکتی۔ کیونکہ وہی اس کی خَلّاقی جزا اور وہی اس و بنیاد ہے تمام اس برتنوں کی جو موجودہ زمانہ کے فن ظروف سازی سے منسوب کی جاتی ہو۔

پانچویں فصل

عورت کی باہر دارانہ خدات

اس دور ترقی میں دنیا کی رونق اور عالم کا ہنگامہ جس چیز سے وابستہ ہو وہ ضرورت تجارت ہے مگر تجارت مسدود کر دی جائے تو دنیا کی عظیم الشان دوکان سونی نظر آنے لگے اور کائنات کی ساری رونق درہم و برہم ہو جائے۔ اب غور کرو کہ تجارت کا قیام کس چیز سے ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ سامان و اسباب منتقل کرنے کے ذرائع اٹھ جائیں تو تجارت کا یہ سارا تار و پود منتشر ہو جائے اور دولت و ترقی کا شیرازہ اترے۔

جہاز، ریل گاڑیاں، جانور، انسان، سب سی شغل میں مصروف ہیں کہ ایک چیز کو ادھر سے ادھر منتقل کر دیں گو یا ہر وہ چیز جو تھیں متحرک نظر آئی ہو یا وہ جو جو منتقل کی جا رہی ہو، یا وہ جو خود اسباب کو منتقل کر رہی ہو۔ ایک بند گاہ پر کمرے ہو کر جہازوں کی آمد و رفت کو دیکھو تو معلوم ہو گا کہ انسان کس انہماک کے ساتھ شب و روز سامان تجارت کو ادھر سے ادھر منتقل کرنے میں اپنی زندگی کو وقف کئے ہوئے ہو۔ کسی بڑے ریلوے اسٹیشن پر ریلوں کی آمد و رفت پر غور کرو اور دیکھو کہ جات انسانی ہمارے لہجہ ایسا نہیں گزرتا کہ کسی شغل میں سہرا نہ ہوتا ہو پھر اسی ریل و جہاز سے متعلق جو دیگر ذرائع اس کام کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور اس کے لئے جو جنبش و حرکت انسان کو خود کرنی پڑتی ہو اس کا احاطہ کل ہے لیکن یہ جہاز و ریل کس صدی کی چیزیں ہیں؟ غالباً اسی صدی کی جواب گز رہی ہے۔

یا زیادہ سے زیادہ اُس صدی کی جو اس سے قبل گزر چکی ہو۔ نوکیلا اس سے پہلے بار برداری کا طریق رائج نہ تھا؛ یقیناً تھا۔ بادبانی کشتیاں، باغی، اونٹ گھوڑے، بیل، انچر وغیرہ سب یہی کام لیا جاتا تھا اور برستان کی گاڑیاں، کتوں، ہرنوں، گھوڑوں کی گاڑیاں سب اسی غرض کیلئے مستعمل تھیں لیکن ہیں لائے بھی بحث نہیں ہو بلکہ دیکھنا یہ ہو کہ دنیا میں اولین ذریعہ بار برداری کیا تھا، اس کی جستجو جس دقت کی جاتی ہو تو معلوم ہوتا ہو کہ اولین ذریعہ بار برداری دنیا میں عورت تھی۔ یقیناً عالم حیوانات میں چڑیاں، شہد کی مکھیاں اور چوٹیاں وغیرہ عورت سے پہلے اپنی دنیا کے ذرائع بار برداری تھے لیکن عالم انسانیت میں سب پہلے جس نے یہ درس حاصل کیا، عورت ہے۔

ذرائع بار برداری کی دو قسمیں ہیں بعض ان میں ایسے ہیں جو آدمیوں کو ادھر سے اُدھر منتقل کرنے کے لئے کام میں لائے جاتے ہیں۔ اور بعض اشیاء کے منتقل کرنے کے کام میں آتے ہیں۔ ان دونوں میں پہلی قسم کا ذریعہ زیادہ قدیم ہو جو صرف عورت کی ذات سے قائم تھا۔ کیوں کہ ازمنہ قدیم میں ہی جب بچے پیدا ہوتے ہوں گے تو عورت ہی اُن کو اپنی آغوش میں رکھتی ہوگی اور اپنی ہی گود میں لے کر اُن کو ادھر ادھر بھرتی ہوگی۔ رہا دوسرا طریقہ بار برداری اس کی نسبت بھی تحقیق سے یہی ثابت ہوتا ہو کہ سب سے پہلے عورت ہی نے نہ صرف اپنے بچے کو بلکہ اور چیزوں کو بھی ادھر سے ادھر منتقل کرنے کے لئے ایسی اہر اختیار کیں جن سے وہ بوجھ کو سر دہشت پر آسانی سے اٹھا سکے۔

ظاہر ہو کہ زمانہ قدیم میں جب عورتیں صحرا کی پیداوار غذا بنانے کے لئے

جمع کرتی ہوں گی، تو اُس کو گھر بھی لاتی ہوں گی، اس لئے وہ عورت جس نے
 بوجھ لادنا، یقیناً اُس نے ٹوکریاں بھی بنائیں، اسی طرح جب عورت چشموں کی
 تلاش میں باہر نکل جاتی تھی تو وہ اس ضرورت کو بھی محسوس کرتی تھی کہ بانی
 اپنے جھونپڑے تک کس طرح لے جائے، اور اس غرض کی تکمیل کیلئے اُس نے
 برتن تیار کئے۔ اسلئے اسی بار بردار عورت کو فن ظرف سازی کا بھی موقع ملا
 پڑا اور اس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ دنیا عورت کی اس خصوصیت کے لحاظ
 سے اُس کی کس قدر ممنون ہو۔

عورت نے سب سے پہلے فن بار برداری کے جس شعبہ کے متعلق اپنی توجہ مبذول
 کی۔ یہ تھا کہ وہ اپنے بچے کو کیوں کر ادھر سے ادھر لے جائے۔ اور اس کے لئے
 جو تدابیر اس نے اختیار کیں خواہ وہ کیسی ہی بھاری کیوں نہ ہوں لیکن اس سے
 انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ موسم و مقام کے لحاظ سے بالکل مکمل تھیں۔ مثلاً
 ایک سو کی عمدت جو نہایت سرد ملک میں زندگی بسر کرتی تھی، اس نے فرسے و نف
 تھی کہ جب درجہ حرارت صفر سے بھی چالیس درجہ گھٹ جائے گا تو اُس کا بچہ
 برودتِ موسم کے مقابلہ میں اپنی حرارتِ جسم کو کھونچنے لگا اور ایسے وقت میں گلوہ
 کے تختہ پر اس کو لٹا دینا، گویا موت کے تختہ پر لٹا دینا ہو گا۔ اسلئے ایسے موسم میں
 وہ بچہ کا گلوہ اپنے ہی سینے کو قرار دیتی ہو۔ جہاں وہ سینے اور موت کے درمیان
 لیٹا ہوا ادھر سے ادھر منتقل کیا جاتا ہو۔

سرزمینِ ایکسو و خطا سلطان کے درمیان خوشی لوگوں کی بہت سی قومیں آباد
 تھیں اور ان سب کی عورتیں اپنے اپنے لباس کی آب و ہوا کے لحاظ سے

گہوارہ تیار کیا کرتی تھیں، کناٹا میں بید کی چھال کا گہوارہ بنایا جاتا تھا جس میں سمور کا ٹکڑا بچھا رہتا تھا۔ برٹش کلیبا کے ساحلی مقامات پر گہوارہ کشتی کی شکل کا بنایا جاتا تھا اور بجائے سمور کے اس میں دیوار کی چھالیں باریک کر کے بچھا دی جاتی تھیں اور زیادہ جنوب میں بہت کر جہاں سسڑی کی شدت نہیں ہوتی گہوارہ کی تعمیر بید، سر کنڈے وغیرہ سے ہوتی تھی اور اس میں ایک گچھ نکال دیا جاتا تھا تاکہ بچہ دھوپ کے محفوظ رہے۔ کوہستانی مقامات میں گہوارہ مستطیل بنایا جاتا تھا اور وہ ایک دو شانہ پر جو سیڑھی کی طرح ہوتا تھا قائم کیا جاتا تھا۔ بہر حال ہر ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے گہوارہ کی ساخت مختلف ہوتی تھی اور ایکسٹریکٹ گہوارہ دوسری جگہ کام نہ لے سکتا تھا۔ ایشیا اور جنوبی امریکا میں بھی گہوارہ کی ساخت میں موکم کا لحاظ رکھا جاتا تھا جو مالک خط سرطان و خط جدی کے درمیان لگے ہیں وہاں گہواروں کا وجہ تقریباً مرم ہو۔ کیونکہ یہاں گرمی کی وجہ سے بچے کی حفاظت کا سوال بہت اہم سوال سمجھا جاتا ہے اور ماں اکثر اسے اپنے ہی غوش میں رکھتی ہے۔ ان مالک کی عورتیں سر شانہ اور قریب قریب تمام احضار کو برہنہ رکھتی ہیں۔ اور بچے بھی بالکل برہنہ رہتے ہیں اسلئے وہ کبھی گرہن پر ہوا دیکھا جاتا ہے۔ اور کبھی کولوں پر۔ برٹش نیو گائنا میں عورتیں اپنے بچوں کو چھوٹی چھوٹی ٹوکریوں میں رکھ کر شانہ پر لادیتی ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کھانے کی ٹوکری ٹوکریوں کا گٹھ ایک تسمہ سے بندھا ہوا بیٹھ پر لٹکتا رہتا ہے اور

استدراک۔

ان سب کے اوپر چھوٹا بچہ بیٹھا رہتا ہے۔ یہاں کی عورتیں بہت بچپن سے بوجھ لادینے کی عادی بنائی جاتی ہیں۔ باپوں کی عورتیں اپنے بچوں کو بجائے پشت کے اپنے سامنے ایک جال میں ڈال کر اس کی دوڑ کو سر کے اوپر لٹکا لیتی ہیں۔ اگر کسی شخص کو عورتوں کی باربرداری میں شک ہو تو اس کو چاہیے کہ دیہات و قسبات میں بازار کے دن جا کر دیکھے کہ عورتیں کس شان سے نظر آتی ہیں۔ ان کے جسم کا کوئی حصہ کوئی ہڈی اور کوئی عصب ایسا نظر نہیں آتا جو کسی نہ کسی بوجھ کے اثر سے متاثر نہ ہو چپن۔ اور ایشیا کے دیگر ممالک میں ہنسی کا زائد استعمال تھا جس کے ذریعہ سے گھر کی تمام چیزیں کمیت کی پیداوار منتقل کی جاتی تھی۔ بہر حال تمام ممالک میں عورت نہ صرف اپنے بچوں کے لحاظ سے باربرداری کا کام کرتی ہو۔ بلکہ خانہ داری کی تمام چیزوں کے اعتبار سے بھی جن کو اندر سے باہر اور باہر سے اندر لانا اس کے فرائض میں داخل ہو۔ ادنیٰ طبقہ کی عورتوں میں کوئی عورت ایسی نہ ملے گی جو بوجھ نہ اٹھاتی ہو۔ ہندوستان کی عورت کی دیہاتی زندگی کلیتہً باربرداری کی زندگی ہے۔ جس میں وہ کسی جگہ جنگل سے لکڑی جمع کر کے سر پر لانی ہوئی نظر آتی ہو کہیں گھاس اور پتوں کے گٹھے اٹھائے ہوئے ہے اور کسی جگہ لوکروں میں گوبرا کٹھا کر کے لئے جا رہی ہے۔ جن لوگوں نے عورتوں کو پانی لاتے دیکھا ہو وہ سمجھ سکتے ہیں کہ وقت و اند میں وہ کتنے برتن پانی سے بھر رہے ہیں لے جاسکتی ہو۔ ہندوستان کی زرعی زندگی کی کامیابی کا دار و مدار صرف عورت کی اسی خصوصیت پر ہو جس کے زیر اثر وہ ہر وقت کسی نہ

کسی چیز سے لہی ہوئی گھر سے کھیت کی طرف اور کھیت گھر کی طرف جاتی ہوئی نظر آتی ہے۔

دانشگن کے نیشنل میوزیم میں درختوں کے ریشہ کی اینڈوایا لائنڈریا زبانہ قدیم کی رکھی ہوئی ہیں۔ جس وقت سر پر گھڑا وغیرہ رکھتی تھیں تو اسکے نیچے پہلے اینڈو دی رکھ لی جاتی تھی۔ جب برتن میں پیندی بنانے کا رواج ہوا تو اینڈویوں کا استعمال جاتا رہا۔ لیکن ہندوستان میں اسکا رواج اب بھی ہو اور نہایت کثرت سے۔

اریزونا کی عورتیں بانی لانے کے لئے ٹوکری کے ساخت کی طرحیاں استعمال کرتی ہیں۔ طرحی کے اُبھرے ہوئے حصہ میں دو حلقے بنے ہوئے ہوتے ہیں جس میں عورت بالوں کی رہی ڈال کر اپنے سر پر لٹکا لیتی ہے اور اس طرح برتن اُس کے پیٹھ پر قائم رہتا ہے۔ بعض قوموں کی عورتیں پیشانیوں کو مجروح ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک تاج نما گدھی بناتی ہیں جو اکثر چمڑے کی ہوتی ہے۔ ایک گدی پیٹھ کے لئے بھی ہوتی ہے جس پر بوجھ رکھا رہتا ہے۔ اگر بوجھ بھاری اور ٹھوس ہوتا ہے تو یہ چھوٹی ٹوکریاں استعمال کرتی ہیں لیکن اگر بوجھ ہلکا اور زیادہ جگہ گھیرنے والا ہوتا ہے تو ٹوکری بڑی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات عورت کا سارا جسم اُس سے چھپ جاتا ہے۔

اگر تم کسی صبح کو اٹھ کر جرمنی کے شہر میں جاؤ گے تو دیکھو گے کہ دروازے کے سامنے میز یا صندوق پر ایک لابی سی ٹوکری رکھی ہوئی ہے۔ اور اُس کے

ڈھانچے کی لکڑیاں ایک بادوا پنچہ نیچے کی طرف نکلی ہوئی ہیں۔ اور دو چوڑے تسمے ٹوکرے کے دونوں کناروں میں لگے ہوئے ہیں۔ ایک رت آتی ہے اور ان دونوں تسموں کو اپنے شانہ پر ڈال کر بوجھ کو آسانی سے اٹھا کر چل دیتی ہے۔

لفٹنٹ پیری نے اپنے تجربات گرین لینڈ میں ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک عورتیں گھر کی تعمیر کے لئے تین تین سو پونڈ وزن کا ناہموار پتھر اپنی پیٹھ پر لاد کر لے جاتی ہیں۔ مرد کو اس کی وجہ یہ بتانا ہے کہ اُن کا بدن بہت پھیلا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بہ نسبت دیگر اقوام کی عورتوں کے زیادہ وزن اٹھا سکتی ہیں۔

کا لسن لکھتا ہے۔

”ایک عورتوں کو بار برداری کا سارا کام انجام دینا پڑتا ہے

یہاں تک کہ لڑکے بھی اپنا بوجھ اپنی ہنوں پر لاد دیتے ہیں“

بحری و ساحلی مقامات میں ایک عورتوں کی قوم دو قسم کی کشتیاں تیار کرتی ہے۔ ایک مردوں کے استعمال کے لئے جو سیل مچھلی کی کھال سے مشدھمی ہوتی ہے اور شکار کے لئے مخصوص ہے۔ دوسری عورتوں کی کشتی کہلاتی ہے جو مسافروں اور سب کے لانے اور لے جانے کے کام آتی ہے۔ اس کشتی کو چار عورتیں چھوے

استدراک لے Lieutnant Peaty

لے Mudoch, Ninth An. Rep. 1893

لے I. Collinson, Roy 500 London, 1855

جلاتی ہیں اور حبیب ہوا موافق ہوتی ہو۔ بادبان سے بھی کام لیتی ہیں۔ یہ بادبان بھی سیل پھیلیوں کی جھلکی کا ہوتا ہو۔

مسٹر ہرن نے اپنے تجربات سفر میں ذکر کیا ہو کہ ان کو جو کچھ تکلیف جشی جزائر کی سیاحت میں ہوئی اُس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اُنھوں نے غلطی سے کسی عورت کو اپنے ساتھ نہ لیا تھا۔ اُن کا تجربہ ہو کہ مرد پر حبب بوجھ لدا ہوتا ہو تو وہ زیادہ نہیں چل سکتا برخلاف عورت کے کہ وہ مرد سے دونوں چھلے کر دُور تک سفر کر سکتی ہو۔ علاوہ اس کے وہ خیمہ بھی نصب کرتی ہو اور تمام وہ خدمات انجام دیتی ہو جن کی ضرورت سفر میں ہر شخص کو پیش آتی ہو۔ پھر لطف یہ ہو کہ اُس کی خدمات نہایت ارزاں حاصل ہوتی ہیں اور وہ اس درجہ قانع ہوتی ہے کہ اگر کبھی کافی غذا میسر نہ آئے تو صرف برتنوں کو پوچھ کر چاٹ لینے پر کفایت کرتی ہو۔

دربارے مسواری کے کنائے ایک قوم سیوکس رہتی ہے اُن کی نسبت کہا جاتا ہو کہ بہت قدیم زمانہ سے وہ فن کشتی سازی و کشتی رانی سے واقف ہیں۔ مسٹر کیٹ لٹن بیان کرتے ہیں کہ بڑے سردار نے اپنے گھر کی ایک کبوتر کو حکم دیا اور اس نے ایک چرمی کشتی اپنے سر پر رکھ لی۔ یہ کشتی بید کے ڈھانچے پر بھینس کی کھال منڈھ کر بنائی گئی تھی۔ اس عورت نے کشتی کو

استدراک پہلے Hearue, Journeyate, London, 1795

سے (Missouri) شمالی امریکہ کے مشرق میں ایک دریا۔

سے Smithsonian, Catlin, Rep.

بانی میں ڈال دیا اور ہم لوگ اُس میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد عورت بانی میں
 ازری اور کشتی کو گھسیٹ کر لے چلی۔ جب زیادہ عینق جگہ پہنچی تو اُس نے
 اپنا کرتہ اتار کر کنارے کی طرف پھینک دیا اور پیرنی ہوئی کشتی کو
 لے چلی جب ندی کے وسط میں پہنچے تو ایک درجن لڑکیاں دوسرے
 کنارے کی طرف آکر مل گئیں۔ یہ سب کی سب کشتی کے چاروں طرف
 اپنے لائبے لائبے سیاہ بال بانی میں کھولے ہوئے نہایت آزادی سے
 پر رہی تھیں جو عورت کشتی لائی تھی اُس سے انھوں نے کشتی لے لی اور انعام
 لینے کے لئے اُسے جکڑ دینا شروع کیا۔ اور پھر کناٹے کی طرف لے گئیں
 جس زمانہ میں یہاں جنگلی بھینسے کثرت سے پائے جاتے تھے تو اس وقت
 یہاں یہ کشتیاں کثرت سے بنتی تھیں اور ان کو صرف عورتیں ہی بناتی تھیں۔
 ”راہٹ ڈیلے“ کہتے ہیں کہ

”ڈاک کی عورت بالعموم اپنا دن کھیت میں صرف کرتی ہو اور
 شام کو کلڑوسی اور ترکاریوں کے گٹھے اپنے سر پر لے جاتی ہو اور
 یہ سفر اُس کو ناہموار کوہستانی مقامات میں میلوں تک کرنا پڑتا ہو
 بعض اوقات اُسے ہزار ہزار فٹ کی بلندی صرف چٹانوں پر چڑھ کر
 ملے کرنی پڑتی ہو۔ گھر ہو چکر بھی وہ آرام نہیں کرتی بلکہ وہاں وہ جان
 کوٹنے میں مصروف ہو جاتی ہو۔ وہ اپنی اس محنت کو ۹۔۱۰ سال

استدراک :-

کی عمر سے شروع کرتی ہو اور اُس وقت تک کہ بالکل ضعیف و
بیکار نہ ہو جائے جاری رکھتی ہو۔

مصر کی محنت و مزدوری کرنے والی عورتیں بھی سخت جفاکش ہیں۔ وہ گھر کیلئے
دریا یا نہر سے گھڑوں میں پانی بھر کر لے جاتی ہیں۔ کھیتوں میں بھی کام کرتی
ہیں اور گھر کے مویشی بھی چراتی ہیں۔

افریقہ میں سرسمولٹ بیکر نے دیکھا کہ عورتیں عام طور سے ادھر اُدھر اپنے
سروں پر ٹوکریاں رکھے ہوئے گزرتی ہیں اور مقام گوند و گرد سے تک بھڑھ
کر لاتی ہیں اس حال میں کہ ایک ہاتھ میں بکری کی رسی بھی ہوتی ہو جس کو
وہ ساتھ چرانے کے لئے لے جاتی ہیں۔

شمالی البانیا میں اب تک قدیم معاشرت کہیں کہیں نظر آ جاتی ہو یہاں
کی عورتیں اب بھی بہت محنت کرتی ہیں۔ وہ ہناؤں پر بڑے بڑے بوجھ لکڑی
غلہ وغیرہ کے لئے کر آسانی سے چڑھ جاتی ہیں۔ مساوات یہ بوجھ اتنے
وزنی ہوتے ہیں کہ عورت دو بہری ہو ہو جاتی ہو۔ لیکن وہ کبھی کسی سے
شکایت نہیں کرتی۔ مرد ان کے آگے ہوتے ہیں لیکن سوائے ہتھکڑیوں
کے اور کوئی چیز ان کے لباس نہیں ہوتی۔

استدراک :- Women of all Nations

Sir Samuel Baker, Ismaïlea, 1875

Women of All Nations

صحرائے عرب کے بد و حب گستان میں چراگاہ یا چشمہ کی تلاش کی غرض سے اپنا جائے قیام بدلنا ضروری سمجھتے ہیں تو ان کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ یوں ہی خالی ہاتھ اپنے اونٹوں کو لے کر چل دیں۔ بھراب بہ عورت کا کام ہوتا ہے کہ وہ خیموں کو اکھاڑے، سارا سامان اکٹھا کرے اور اونٹوں پر بار کر کے لے جائے۔ عورتیں اس کام کو اس قدر عسرت کے ساتھ انجام دیتی ہیں کہ مردوں کا قافلہ دور نہیں پہنچتا کہ یہ بھی سارا اسباب لیکر ان سے مل جاتی ہیں

نھاسٹن کہتا ہے کہ ارض مقدس میں آج بھی عورتوں اور لڑکیوں کی ایک جماعت اپنے سیاہ رنگ کی لابی لابی صراحیاں پانی سے بھری ہوئی شہر کے باہر سے لاتی ہوئی دیکھی جاتی ہیں اور اس شغل میں وہاں کی عورتیں قریب قریب تمام دن مصروف رہتی ہیں۔

کرد قوم کی عورتوں کے حال میں ایک کتاب کا یہ اقتباس لبا پچی سے پڑھا جائے گا:

”جب ہم ایسے مقام پر پہنچے جہاں کی طرف پانی سے کٹ گئی تھی تو ہم نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو درے ہوئے نجر کو لیجانا چاہتی تھی، لیکن نجر عبور نہ کر سکتا تھا۔ عورت نے علاوہ اس دھبے

استدراک :-

جو پہلے سے اس کے پشت پر تھا اور علاوہ ایک سوت کاتنے کی
 ہرنی کے جو اس کے ہاتھ میں تھی، نچر کا بھی سارا بوجھ اپنے سپر
 رکھ لیا جو یقیناً ایک من سے زائد تھا، لیکن وہ نہایت آسانی سے
 گاتی ہوئی اور سوت کاتتی ہوئی اس دشوار گزار مقام سے لدی
 بچندی گزر گئی۔ کڑو عورتیں جب رات کو لیٹی ہیں تو سر کے نیچے گھاس
 باندھنے کی رسیاں رکھ لیتی ہیں۔ آدمی رات گزر جانے کے بعد وہ
 رسیاں لے لے کر چلی جاتی ہیں۔ اور صبح کو پوری طرح لدی ہوئی دھولوں
 پہاڑوں سے کاتتی ہوئی اور گاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

میں نے دیکھا ہو کہ یہاں کی عورتیں بھرے ہوئے بڑے بڑے
 کھانچے اپنی پیٹھ پر اور بچوں کو گود میں لئے ہوئے چار چار دن تک
 مسلسل ناہموار دروں میں سفر کرتی ہیں۔ چند سال گزریے جلیبو کی
 ایک عورت میرے پاس آئی اس کا شوہر جو ایک دیوکل شخص تھا،
 راستہ میں بیمار ہو گیا تھا۔ اس عورت نے اُس کو اپنی پیٹھ پر لاد کر
 مسلسل چار دن تک سفر طے کیا۔

اس زمانہ میں بھی بھٹیوں اور کانوں میں عورتوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہو
 جت کی بھٹیوں میں اکثر عورتیں ہی کام کرتی ہوئی دیکھی جاتی ہیں جہاں
 بعض اوقات ایسی سخت گرمی ہوتی ہو کہ نلوں کے ذریعہ سے باہر کی ہوا
 پہنچانے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہو۔ کانوں کے اندر عورتیں زیادہ تر
 بوجھ اٹھانے اور لدی ہوئی گاڑیاں ڈھکیلنے کے کام پر لگائی جاتی ہیں۔

بائیس گز زمین کے اندر چار لڑکیوں کو اسی ٹب اٹھانے پڑتے ہیں اور
اور ہر ٹب میں ڈیڑھ ہنڈرڈ ویٹ وزن ہوتا ہو، لوہے کے کارخانوں
میں بھی عورتیں کثرت سے کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

کوہن گھن کا نظارہ نہر عجیب ہو۔ یہاں صدیوں عورتیں مچھلی پکڑنے کے
مشغلہ میں مصروف دیکھی جاتی ہیں۔ وہی کشتیاں کھیتی ہیں، مچھلیاں پکڑتی
ہیں۔ ان کو فروخت کرتی ہیں اور مختلف قسم کے کھانے ان سے طیار کر کے
ہوٹلوں کو مہیا کرتی ہیں۔ دریاں حالیکہ مردان کی بالکل مدد نہیں کرتا۔

شمالی کلیفورنیا میں کچھ زمانہ قبل عورتیں جنگل سے سن جمع کرتی تھیں
اپنے دانتوں سے ان کے ریشے الگ کر کے کاتتی تھیں اور جال بنا کر
پھھلیاں پکڑتی تھیں۔

ناروے، سویڈن، ڈنمارک، فرانس، ہر جگہ کاشت کرنوالی اور
مرد وری پیشہ عورتیں بہت محنت کرتی ہیں اور یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہو کہ
ان کی دوسری بہنیں جو شہر کے دولت مند خاندانوں سے متعلق ہیں،
کیوں کر پر تعیش زندگی بسر کرنے کی عادی ہو گئی ہیں۔ یورپ میں قریب
قریب ہر جگہ اگر مرد اپنی پیچھے پر سامان حرب لئے ہوئے نظر آتا ہو تو عورت
اسباب خانہ داری لئے ہوئے دیکھی جاتی ہو۔ اس لئے اگر دنیا میں امن
قائم رکھنے کے لئے حرب و اقتصاد دونوں کی ضرورت ہو تو یقیناً نعمت
استدراک:

بغیر عورت کی مدد کے جاہل نہیں ہو سکتی۔ جو نظام کائنات میں مرد کے
دوش بدوش حصہ لے رہی ہے۔

حسب بیان مسٹر کنان^۱ معلوم ہوتا ہے کہ روس کی عورتیں بھاری بھ
لے جانے میں متفقہ قوت سے کام لیتی ہیں جیسے افریقہ و ایشیا وغیرہ میں بالکی
اٹھانے کے لئے۔

یہاں کی عورتیں بہت مضبوط ہیں اور دوسو پونڈ کا وزن سہنگی میں رکھ کر
صرف دو عورتیں اٹھا کر لے جاتی ہیں۔ روسی عورتیں یہ بھی جانتی ہیں کہ جب
زیادہ بوجھ ہو تو پشت و گردن کو کس طرح اٹھالینا چاہیے۔

یورپ میں جرمنی کی عورتوں سے زیادہ محنتی و خفاکش کوئی عورت نہیں
واقعہ یہ ہے کہ محنت مہلک نہیں ورنہ یہاں کی بہت سی لڑکیاں قبل جوان
ہونے کے ہلاک ہو جاتیں۔ کیونکہ وہ بہت کم سنی کے زمانہ سے سخت محنت
کرنے کی عادی بنائی جاتی ہیں۔ زمر برگ^۲ کے بازار میں چری بیچنے والی عورتیں
کثرت سے دیکھی جاتی ہیں یہ دیہات ایک بڑی گاڑی کو خود کھینچ کر لاتی ہیں۔
گاڑی کے لیک کونہ میں بچہ بڑا ہوتا ہے۔ دوسری طرف چری کا ڈھیر اور ان
دونوں کے درمیان ترکاریوں کا انبار لگا ہوتا ہے۔ یہ عورت جو ماں بھی ہوا و ر
بیل بھی، جو کاشتکار بھی ہے اور دکاندار بھی پانچ بجے صبح سے، بجے شام تک
استراحت

۱ Mr. Kennan

۲ Nuremberg جرمنی کا ایک شہر ہے Cherry ایک نم بھل جگلی بیر کی طرح ۱۲

بازار میں بھی رہتی ہے، اس حال میں کہ قبوہ کے چند گھونٹ اور روٹی کے چند لوائے اس کی دن بھر کی غذا ہو۔ شام کو جب تاریکی پھیلنے لگتی ہے تو وہ اپنی ترکاریوں کے ڈھیر کو سنبھالتی ہو۔ اور گھاس پھونس اپنے سوتے ہوئے بچے کے اوپر ڈال کر، گاڑی کھینچتی ہوئی گاؤں لے جاتی ہو کہیں وہ تنہا گاڑی کو کھینچتی ہوئی نظر آتی ہے۔ کسی جگہ ایک طرف وہ ہوتی ہو اور دوسری طرف گائے یا کتا۔ گاڑی کے پیچھے پیچھے بہت سے بچے ہوتے ہیں جو بوسیدہ لمبوس پہنے ہوئے سروں پر اپنے جسم سے زیادہ وزنی بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ یہاں جب کوئی عورت کسی کسان سے ملازمت کی طلبگار ہوتی ہو تو وہ سمجھتی ہو کہ اس کو کام ہی کرنا ہو۔ اسلئے وہ اپنی خدمات متعین نہیں کراتی۔ یہاں عورت درخت گراتی ہو۔ لکڑی کاٹتی ہو اور اپنا ہار دکھاتی ہو۔ مٹھین میں تیل دیتی ہو۔ مویشیوں کے بارے صاف کرتی ہو کوئلہ ڈھونڈتی ہو۔ الغرض وہ دنیا کے سارے کام کرتی ہو اور کسی خدمت سے اسے مار نہیں اسی طرح شہر میں عورتیں کام کرتی ہیں وہ بھی کپڑے، دھونا، مکان صاف کرنا، پانی بھرنا، پکانا، سینا، پر دنا سب ہی کچھ کرتی ہیں اور ایک لمحہ کیلئے بھی بیکار نہیں ٹھہرتیں۔

شہر زمرگ میں آٹھ دروازے ہیں۔ جن میں ایک دروازہ Ladie's Gate

(عورتوں کا چھانک) کہلاتا ہو۔ یہ دروازہ شہر میں شاہ اہرت کی تجویز سے تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ عورتوں سے صرف اسی لئے منسوب ہے کہ اس کی تعمیر میں عورتوں نے بہت برا حصہ لیا تھا۔ صحیح و بچے عورتیں یہاں پہنچ جاتی تھیں اور ایک مین

میں جس کا قطر ۱۰- اینچ کا اور عمق تین فٹ کا ہوتا، گا رہ کھوڑ کھوڑ کر بھرتی تھیں اور تسمے اپنے شانوں میں باندھ باندھ کر معمار کے پاس لے جاتی تھیں۔ اور وہاں گارہ ڈال کر پھر واپس آتی تھیں۔ یہ کام وہ اس قدر تسلسل کے ساتھ شام تک انجام دیتی تھیں کہ گویا عورت اپنی جگہ ایک مشین ہو جو کسی وقت اپنی حرکت و جنبش کو بند نہیں کرتی ہے۔

ہندوستان میں بھی عورت کی اس زندگی سے ہر شخص واقف ہے۔ مزدوری ہمیشہ طبقوں میں تقریباً نصف حصہ عورتوں کا ہو جو ہر قسم کا کام کرتی ہیں بوجھ اٹھانا، گارہ لے جانا، اینٹیں ڈھونا، سڑکیں جھالونا، پانی بھرا، لکڑیاں، گھاس کٹنا وغیرہ لاکر بازار میں لاکر فروخت کرنا یہ سب عورتیں ہی کرتی ہیں اور لطف یہ ہے کہ وہ اپنی اس زندگی سے خوش ہیں۔

یونانیوں کے علم الاصل نام میں اٹلس (Atlas) کو جو ایک مرد کی صورت میں ہر کرہ ارض اپنے شانہ پر اٹھائے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ لیکن اگر واضع علم الاصل نام مرد نہ ہوتا تو حقیقت کے کھانا سے بجائے مرد کے کسی عورت کی تصویر ہوتی کیونکہ اگر نظر تعمق سے دیکھا جائے تو وہی ساری کائنات کے بوجھ کو اپنے ضعیف بازو کی قوت سے اٹھائے ہوئے ہو جس کا کوئی اجر بھی مرد سے طلب نہیں کرتی۔

استدراک۔

چھٹی فصل

عورت اور فنون مختلفہ

عورت کی جن صنایعوں کا ذکر اوراقِ مابقی میں کیا گیا ہے، اگر ان پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر ایک صنعت کے ساتھ بہت سی دوسری صنعتیں بھی وابستہ ہیں اور عورت نے ان سب کی ترقی میں پورا حصہ لیا۔ مثلاً زمانہ ہجری میں عورت غذا تیار کرنے کے لئے چافو، ہتھوڑا، کھل، برتن اور بہت سے آلات و اوزار تیار کے استعمال کرتی تھی۔ اور ان چیزوں کے بنانے کے لئے عورت ہی حکما کی کی خدمت بھی انجام دیتی تھی جس میں کاٹنا، توڑنا، چھیلنا، سولخ کرنا، پینا، رگڑنا، ساری باتیں شامل ہیں اسی طرح مرد اپنے فرائض کے لحاظ سے جن آلات و اوزار کا محتاج ہوتا تھا تیار کرتا تھا۔ الغرض زمانہ قدیم میں مرد و عورت دونوں اپنا سارا وقت اوزار بنانے یا اوزار استعمال کرنے میں صرف کرتے تھے اس کی ایک وجہ اور بھی تھی اوڑھ یہ کہ جو جگری اوزار یا آلات ان کے پاس تھے وہ ان کی ضروریات کے لحاظ سے ناقص تھے اور وہ ان کے نقص کو محسوس کرتے تھے۔

جب اول اول عورت کو چافو کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے پتھر کا ایک تپلا دھار دار ٹکڑا قریب کی چٹان سے لے لیا۔ لیکن اسی کے ساتھ اُس نے یہ بھی محسوس کیا کہ وہ ناکافی ہے اور اُس کو اس سے بہتر کسی چیز کی ضرورت ہے چنانچہ اُس نے اپنے تجربہ و تلاش سے معلوم کیا کہ جو پتھر سطح بیرونی پر خد آفتاب سے متاثر ہونے کے لئے کھلا رہتا ہے وہ جلد ٹوٹ جاتا ہے، اور جو پتھر زمین

اندر سے نکلتا ہو وہ زیادہ مضبوط ہوتا ہے اس لئے عورت نے زمین کھوکھلا کر
 پتھر کو نکالا اور اس کے چاقو بنائے،
 اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس ایک چاقو سازی سے کتنے منافع
 اور پیدا ہو گئے۔

(۱) لکڑی کو جلا کر نوک دار بنانا، اس لکڑی سے زمین کھوکھلا کر پتھر تک پہنچا دوسرے
 پتھروں کی مدد سے اس پتھر کو توڑنا اور اس کے ٹکڑوں کو صحرائی جانوروں کے
 سینگوں اور دوسری لکڑیوں کی مدد سے سرکنا۔

(۲) پتھر سے پتھر پر ضرب پہنچا کر اس کے ٹکڑے کرنا یہ کام بہت محنت و صبر کا
 تھا، کیونکہ مشکل سے کوئی ایسا پتھر نکلتا تھا جس سے اوزار بن سکے۔

(۳) زمین کھودنے سے جو کچھ حاصل ہوا اُسے گھڑے جانا جو تہا عورت کا کام تھا

(۴) زمین سے نکلے ہوئے پتھروں کے چاقو بنانا، تاکہ اس سے جانوروں کی

کھال نکالی جائے، گوشت کاٹا جائے اور چمڑا بنایا جائے۔

علاوہ دھار و آلات کے دوسری قسم کے اوزار کی بھی اُس کو ضرورت

تھی جس سے وہ اپنی غذا کو باریک کر سکے اس کے لئے اُس نے کھل اور کا

دستہ بنایا، اسی کے ساتھ اُس نے میز کی طرح ایک سطح سل بھی تیار کی جسے پتھر سے

رگڑ کر وہ چمکنا کر لیتی تھی۔

شمالی امریکہ کے معتدل حصوں میں چاول وغیرہ پینے کے لئے عام طور سے

کھل متعل تھی اور دیگر حصص میں سل کا رواج تھا۔ مگر عورت اب بھی غذا تیار

کرنے کے لئے پچاس مختلف طریقوں سے غلہ نباتی ہوا اور اتنے متنوع الاوان

کھانوں کے لئے عورت کو حکاک، حمالی، ہماری، طباطخی وغیرہ کے سارے کام کرنے پڑتے ہیں

یہ عورت غلہ پیسنے کے لئے عجیب غریب طریقے سے کام لیتی ہو سب سے پہلے دو چکی باسل کے لئے پھر کا انتخاب کرتی ہو اور کئی سلیں اٹھالاتی ہو۔ ان کے کناروں کو وہ سنگین ہتھوڑوں سے صاف کرتی ہو۔ اسکے بعد وہ زمین میں ایک مستطیل گڑھا سات فٹ لائنا اور ۲۰ انچ چوڑا کھودتی ہو جو چار حصوں میں تقسیم ہوتا ہو۔ ان میں سلون کو جادیتی ہو اور اس طرح صندوق کی سی صورت پیدا ہو جاتی ہو۔ یہ صندوق دیوار کے قریب بنایا جاتا ہو تاکہ پیسنے کے وقت پاؤں دیوار کے سہارے سے رکے۔ جگہ کی موزونی کا اندازہ اس طرح کیا جاتا ہو کہ دیوار کی طرف پشت کر کے ایک عورت اپنا زانو ٹکادیتی ہے۔ دوسری عورت اس جگہ ایک نشانی بنا دیتی ہو۔ جب یہ صندوق تیار ہو جائے تو اس کے کنارے اور جوڑ پر مٹی لگا دی جاتی ہو۔ اسکے بعد زیادہ کھردی سل مٹا کر اپنے کے لئے کنا سے پر اسکے بعد کم کھردی باریک لپٹنے کے لئے اور سب آخریں کلنی سل جوار کا اٹا پیسنے کے لئے نصب کر دی جاتی ہو۔ بٹہ بھی اسی لحاظ سے کھرد اور چکنا بنا یا جاتا ہو۔ پیسنے وقت عورتیں تو صندوق کے پیچھے دوڑاؤ ہو جاتی ہیں، اپنے پاؤں دیوار سے ٹکالتی ہیں اور ڈھلوان سل پر غلہ ڈال کر دونوں ہاتھ سے بٹہ کو پکڑ کر گرڑتی ہیں اور ہر جنبش پر بٹہ کو

لصف گھا دیتی ہیں۔ یہ طریقہ پیسنے کا سخت اور در طلب ہے۔ لیکن عورتیں گاگا کر اس سخت کو اپنے لئے آسان بنا لیتی ہیں۔

روٹی بکانے کے لئے چولہا بنانے کا طریق یہ ہے کہ پتھر کی دو سلیں ۵ اینچ کے فاصلے سے دیوار کے پاس قائم کر دیتی ہیں۔ اور ایک پتھر ان کے اوپر رکھ دیتی ہیں جو نوے کا کام دیتا ہو۔ اس پر گیلّا آٹا پھیلا دیتی ہیں۔

سو پنا سنون، ان عورتوں کے لئے ایک عجیب نعت ہے۔ کیونکہ آگ سے اس میں شقاق پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی سطح سل پیسنے کے کام آتی ہے اگر کہیں ذرا علق پیدا کر دیا جائے تو وہ چراغ اور توے کا کام دیتی ہے اگر اس کو کھود کر لصف دائرہ کی صورت پیدا کر دی جائے تو وہ کھانے کا برتن ہے اور اگر اچھی طرح گولائی ہو جائے تو کارآمد ہانڈی ہے۔ الغرض یہ پتھر بہت مفید چیز ہے اور خوشبو کا بہ بڑا احسان ہے کہ انھوں نے نہ صرف اس پتھر کو دریافت کیا، بلکہ اتنے مختلف کاموں کے لئے موزوں بھی ثابت کیا ماسی پتھر کے سلسلے میں عورت نے جو اولین بنیاد کان کھودنے کی ڈالی وہ فراموش کرنے کے قابل نہیں ہے اور وہ فن سنگ تراشی نظر انداز کیا جاسکتا ہے جو اس پتھر کے مختلف اوزار، آلات و ظروف بنانے کی صورت میں وحشی عورتوں نے دنیا میں قائم کیا۔

اسی سلسلہ میں استعمال نمک کا تذکرہ بے محل نہوگا، یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ غذا میں نمک کا استعمال کب سے شروع ہوا اول اول کس نے

اس کو دریافت کیا۔ لیکن یقینی ہو کہ صحرائی جانور انسان سے قبل نمک کے تلاش کرنے اور اس کو چاٹنے یا کھانے کے شائق تھے۔ اسلئے اگر زمانہ قدیم میں جب کہ انسان نے بہت سی باتیں جانور سے حاصل کیں، نمک کا استعمال بھی اس سے سیکھا ہو تو عجب نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم کے وحشی کھانے میں نمک ڈالتے تھے اور چونکہ عورت کے فرائض میں اول فرض غذا کا تیار کرنا تھا، اس لئے فرض کو ماتحت اس کو نمک مہیا کرنا بھی لازم تھا۔

کہا جاتا ہے کہ میگزیکیوٹس عورتیں اُن جھیلوں سے جو شورہیں پانی لاتی تھیں اور اُسے جوش دیتی تھیں اور اس طرح جو نمک نکلتا تھا اُسے ٹیکوں کی صورت میں، جا کر محفوظ رکھتی تھیں۔ اس امر کا ثبوت کہ عورتیں ہی اس کام کو کرنی تھیں یہ ہے کہ نمک کی پیداوار بھی ایک دیوی ہی سے منسوب سمجھی جاتی تھی اور ہر سال ایک مخصوص مہینے میں اس دیوی کی یاد یا پرستش میں عفل نشاط قائم ہوتی تھی جس میں عورتیں یا لڑکیاں رقص کرتی تھیں۔

دادی اوہیو (Ohio) کے قریب جو چشمے نمک کے ہیں اُن کے پاس بہت سے ٹکڑے ٹوٹے ہوئے برتنوں کے پائے گئے ہیں۔ یہ برتن زمانہ قدیم کی عورتوں کے ہیں جس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ اُن پر نوکریوں کی بناوٹ کے نشان موجود ہیں (اور اس سے قبل ثابت کیا جا چکا ہے کہ زمانہ قدیم کی عورتیں

ڈکریوں پر مٹی چڑھا کر رتن بناتی تھیں، اس واقعہ سے یہ بھی واضح ہو کہ ادھو کے قرب و جوار کی قومیں کسی زمانہ میں بننا، رتن بنانا، نمک تیار کرنا سب کام کرتی تھیں۔

واشنگٹن کے نیشنل میوزیم میں تمام اُن درختوں کو فراہم کر کے محفوظ کیا گیا ہے۔ جکوزمانہ قدیم کی عورتیں غذائے کام میں لاتی تھیں، اسی طرح لندن کے رائل گارڈنس میں ایک عجائب خانہ قائم ہے۔ جس میں پیداوار صحرا کے کھانا سے مختلف فنون کی تاریخ بتائی گئی ہے۔

وسطا کلیفورنیا کی یوکایا عورتوں کا حال پاؤرس لکھتا ہے کہ "وہ غلہ کے لئے زراعت بھی کرتی تھیں۔ لیکن اُن کے پاس پہنچتا بلکہ زمین کو کسی نوکمار چیز سے کھود کر مٹی کو ہاتھ سے ملتی تھیں اور بہت باریک کر دیتی تھیں۔ ہر چیز اس طرح صرف تھوڑا سا رقبہ قابل زراعت بن سکتا تھا، لیکن پیداوار کثرت سے ہوتی تھی۔"

لیونسن کا رنسن برسوں کی تحقیق و مطالعہ کے بعد شمالی امریکہ کی عورتوں کے اکتشافات زراعت وغیرہ کے متعلق معلوم کئے ہیں وہ لکھتا ہے کہ "یہ صحیح ہے کہ زراعت کے کاموں میں مرد بھی عورت کی کچھ نہ کچھ مدد ضرور کرتے تھے، لیکن یہ عورت ہی کی ذہانت تھی جس نے زراعت

استدراک ۱۔ Sellers, Pop. Scimonth. N. Y..

Cont. N. A. Ethnol Wash, 1877

کے لئے آگ کی مدد سے خجگل کو صاف کرنا اختیار کیا۔ عورتیں ہی زمین صاف کرتی تھیں، "بچ بڑی تھیں اور اس وقت تک کہ غلہ بک نہ جائے رکھتیوں سے خس و خاشاک دُور کرتی رہتی تھیں، اس حال میں کہ ان کی مدد کے لئے نہ بیل محے نہ گھوڑے اور نہ کوئی دوسرا جانور۔"

ارض فلسطین میں اب بھی عورتیں ہی غلہ بونے، کاٹنے، اور کوٹ کر بیج کلانے کی خدمت انجام دیتی ہیں۔

ہر چند اب یہاں زمانہ قدیم کی سی مصروفیت عورتوں میں نہیں باقی جاتی لیکن پھر بھی کنوئیں، کھیت، خرمن وغیرہ عورتوں ہی سے آباد نظر آتے ہیں۔

جزیرہ یورپیو میں خجگل صاف کرنے کے وقت عورت بھی مرد کی پوری مدد کرتی ہو۔ مرد بڑے بڑے درختوں کو کاٹتا ہو اور عورت چھوٹے چھوٹے پودوں کو اسکے بعد آگ لگا دی جاتی ہو۔ جب زمین ٹھنڈی ہو جاتی ہو تو مرد اسے کھودتے ہیں اور عورتیں بیج ڈال کر پائوں سے دباتی جاتی ہیں۔

ڈپاک قوم میں قبل اسکے کہ کھیت بچتے ہوں، عورت کو بہت کام کرنے پڑتے ہیں اور ان میں سے سب زیادہ مشکل کام نراتا ہو۔ جب کھیت پک جاتے ہیں تو مرد عورت اور بچے سب مل کر کھیت کاٹ لیتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی اسدراک:-

Lucien Carr, Geol. Survey

Thomson, The Land and the Books

زراعت کے بہت سے کام عورت انجام دیتی ہے اور وہ کاشتکار جو بد قسمتی سے کوئی عورت نہیں رکھتا، انا کامیاب کاشتکار ثابت ہوتا ہے۔

مشرقی افریقہ میں بیٹا عورتیں بالکل زراعت پیشہ ہیں وہ زمین کو اپنے بھڑے اوزار سے کھودتی ہیں اور صرف انگلیوں سے مٹی ہٹا کر بیج ڈال دیتی ہیں۔ لیکن زمین اس قدر زرخیز ہے کہ سال میں چار چار فصلیں تیار ہو جاتی ہیں اور کثرت سے غلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہاں کی عورتیں نہ صرف زراعت کے تمام کام انجام دیتی ہیں، بلکہ بازار میں جا کر خرید و فروخت بھی کرتی ہیں۔ اور جنگ کے زمانہ میں جاسوسی بھی کرتی ہیں۔

زمانہ قدیم میں علاج کرنے والوں کے دو طبقے تھے، ایک طبقہ جھاڑنے پھونکنے والوں کا تھا اور دوسرا عطائیوں کا۔ اول طبقہ میں عورتیں بھی شامل تھیں، دوسرا طبقہ ان لوگوں کا تھا جنہوں نے اپنے تلاش و تجربہ سے جنگلی بوٹیوں کے افعال و خواص معلوم کر لئے تھے، اب بھی افریقہ کے جنوبی مقامات میں جو عورتیں صحرا کی پیداوار فراہم کرتی ہیں وہ سانب کی بڑی بوٹی اپنے پاس رکھتی ہیں۔ کلیفورنیا میں ایک خوبہ ویل صنوبر کے درختوں پر چڑھی ہوئی نظر آتی ہے، جو بہت سے امراض کے لئے مفید بتائی جاتی ہے۔ اس کا عرق تھوڑی مقدار میں مخرجِ طبعم پر اور زیادہ مقدار میں مسکن، اس لئے امراضِ ریہ اور بخار کے لئے مفید ہے۔ اسے اسقاطِ حمل بھی ہو جاتا ہے۔ امریکہ کے نیشنل میوزیم میں بہت سی کے بعد وہ دوئیں اسد رک۔

فراہم کی گئی ہیں جن سے وحشی قومیں علاج کرتی تھیں۔
 افریقہ کے مغربی ساحل پر جو وحشی قومیں آباد ہیں ان کی عورتیں اب بھی جڑی
 بوٹیوں سے علاج کرنے میں بہت مشاق ہیں اور بعض اوقات مہلک امراض کے
 دُور کرنے میں بھی کامیاب ہو جاتی ہیں۔

زمانہ نے جب فطری و اصلی حالت سے صناعت کی طرف ترقی کی جو ارتقاء
 کی صحیح رفتار ہو تو اس میں وہ زمانہ خاص ہو جب مویشیوں کے پالنے کا رواج شروع
 ہوا۔ وہ ممالک جن میں ایسے جانور نہیں پائے جاتے وہاں کی قومیں آج بھی بتور
 وحشت کی حالت میں دیکھی جاتی ہیں۔ سب پہلے صحرائی جانوروں کو مانوس کرنے
 کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ اُن کے چھوٹے بچے یکڑ کر گھر لائے جاتے تھے جن کو
 عورت پالتی تھی، یہاں تک کہ بسا اوقات خود اسے اپنا دودھ پلانا پڑتا تھا۔
 اسکیمو کی عورتیں لوٹری کے بچوں کی پرورش کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ چلان
 ہو جاتے ہیں اور اُن کا جہز استعمال کے قابل ہو جاتا ہو۔ پو بلو قوم کی عورتیں چیل
 اور سکرے وغیرہ کو صرف اُن کے برحاصل کرنے کے لئے پالتی ہیں۔ گائنا کی
 وحشی اقوام میں کوئی جھونپڑا ایسا نہ ہوگا، جس میں صرف برحاصل کرنے کے لئے
 مختلف قسم کی چڑیاں پلّی ہوئی نظر نہ آئیں۔

بڑے بڑے جانوروں میں سے جو جانور اُون اور دُودھ میا کرتے ہیں

استدراک ارٹھ Mason's Wn's Share in Pr. Culture

Women of All Nations

Payne, Hist. of America

اُن کے متعلق ہمیں معلوم ہو سکا کہ کس وقت سے اُن کے پالنے کا رواج شروع ہوا۔ لیکن موجودہ وحشی اقوام کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی عورتوں کو ایسے جانوروں کے ساتھ زمانہ قدیم سے وابستگی چلی آئی ہے اور اب بھی عورتیں ہی خصوصیت کیساتھ اُن کی پرورش میں مصروف پائی جاتی ہیں منڈان کی جنگلی قوموں میں گھوڑوں کو چراگاہ میں لے جانا رات کو گھر لاکر انھیں پٹیاں وغیرہ کھلانا عورت ہی کے پُسر ہے۔

جزیرہ ہوائی میں مچھلیوں کے پالنے کا عام دستور تھا۔ اُن ساحلی مقامات پر جہاں سمندر کا پانی اِدھر اُدھر پھرتا تھا عورتیں انھیں گہرا کھد کر تالاب یا حوض کی صورت میں تبدیل کر لیتی تھیں اور پانی کے منفذ پر ہونگے کی چٹائیں رکھ دیتی تھیں تاکہ پانی ان کے مسامات سے اُسکے لیکن مچھلیاں سمندر میں واپس نہ جاسکیں۔ یہ منظر اکثر دیکھا جاتا تھا کہ عورتیں کمر کر تک پانی ادریچ میں کھڑی ہوئی اُن حوضوں کو صاف کر رہی ہیں۔ مرد کا کام صرف یہ تھا کہ وہ مچھلیاں پکڑ کر پکڑ کر ان حوضوں میں ڈالتا رہے۔

فن تعمیر کے ابتدائی مہارج پر جب غور کیا جاتا ہے کہ سب پہلے حفاظت اور سایہ کی جس کو ضرورت محسوس ہوئی اعورت تھی؛ نہ اس کا خاصہ ہے کہ خود اس کو ضرورت تھی بلکہ اس حیثیت سے بھی کہ اُسے اپنے بچوں کو محفوظ رکھنا لازم تھا۔ سب سے پہلے انسان نے غاروں کے اندر پناہ لینا سیکھا۔ اس کے بعد جب سایہ

استدراک :-

جھری میں وہ شکار کرنے لگا نکھالوں کے خیمے بنائے جانے لگے جو بتدریج
انتہا تک صرف عورت کا کام تھا۔ یقیناً جب مٹی کے مکانات تعمیر ہونے کا
زمانہ شروع ہوا تو اس میں مرد و عورت دونوں برابر کے شریک تھے لیکن جب
تک پیوں، چھالوں اور نکھالوں کے جھونپڑے کا رواج رہا۔ اس وقت تک صرف
عورت ہی کی ذہانت صرف ہوتی ہی

افریقہ کی بعض قوموں میں اب بھی جب مکان تیار ہو جاتا ہو تو اس کی چھتوں
اور دیواروں پر گوبری کرنا عورت ہی کے سپرد ہے۔ ہندوستان میں بھی عورت ہی
اس کام کو انجام دیتی ہے۔

جزیرہ اندامان میں ہلکے ہلکے سفری خیمے نصب کرنا عورت کے فرائض میں
ہے۔ یہ خیمے یا جھونپڑیاں دو خیمہ اور منکوحہ عورتیں کے لئے الگ الگ ایک
خاص ترکیب کے ساتھ قائم کی جاتی ہیں

ڈاکٹر انسائیڈرنے کلیفورنیا میں دیکھا ہے کہ جب مرد اپنی تہ کی کلہاڑیوں سے
کسی درخت کے تنے پر ضرب پہنچاتے ہیں تو عورتوں اپنے سنگین چاقوؤں سے
جھال کو الگ کرتی جاتی ہیں یہاں تک کہ تنہ کٹ جاتا ہو اور درخت گر جاتا ہو
ڈاکٹر موصوف نے تھروں کی کھڑیوں سے درختوں کے تنوں کو کشتیاں بنانے
کے لئے کھودتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔

عورتوں کی ذہانت و فراست محنت و جفاکشی کی مثال میں وہ چربی خیمے بھی

سند رائے

پیش کئے جاسکتے ہیں جو سطح حصص ملک میں نصب کرنے کے لئے وہاں کی عورتیں تیار کرتی ہیں یہ خیمے بھینس کی کھالوں سے مخروطی شکل کے بنائے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ کھالوں کو صاف کرتی ہیں جس کا ذکر اس سے قبل ہو چکا ہو اس کے بعد متعدد کھالیں لے کر ان کو کاٹتی ہیں اور پھر سب کو سی کر چھتری کی شکل تیار کرتی ہیں۔ ایک جانب کھلا رکھا جاتا ہے۔ جو خیمہ نصب کرنے کے بعد صرف فیتوں کے ذریعہ سے کس دیا جاتا ہے اور نیچے کا تھوڑا سا حصہ آنے جانے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس میں دروازہ بھی چڑے کا لگایا جاتا ہے۔ اگر موسم خراب ہوتا ہے تو اس دروازہ کو بھی اچھی طرح کس دیتی ہیں۔ خیمہ نصب کرنے کے لئے پہلے زمین اچھی طرح صاف کر لی جاتی ہے اور اس پر خیمہ بچھا دیا جاتا ہے اس کے بعد تین بانس جن کے سرے آپس میں بندھے ہوتے ہیں پھیلے ہوئے خیمہ کے اندر ڈال کر اٹھائے جاتے ہیں جس سے خیمہ بلند ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد بانسوں کے نیچے کے حصے کو جہاں تک ممکن ہوتا ہے پھیلا دیا جاتا ہے تاکہ کھال اچھی طرح تن جائے۔ جب اس خیمے کو گرانا مقصود ہوتا ہے تو پھیلے ہوئے بانسوں کو سرکا کر ایک جگہ کر لیا جاتا ہے اور اس طرح خیمہ خود اپنے بوجھ سے گر جاتا ہے۔ صرف دو عورتیں پانچ منٹ میں خیمے کو نصب کر دیتی ہیں اور تین چار منٹ میں اکھاڑ ڈالتی ہیں۔ اس دور تہذیب و ترقی میں جو صورت خیموں کی نظر آتی ہے وہ بالکل وہی ہے جو زمانہ وحشت میں تھی اور اس میں کوئی اضافہ سوائے اس کے استدراک۔

نظر نہیں آتا کہ کھال کی جگہ اب کپڑا استعمال کیا جاتا ہے۔
 لوجیو کی عورتیں سخت محنت کرنے والی ہیں۔ یہ علاوہ گوشت بنانے اور کمال
 صاف کرنے کے لکڑیاں بھی کاٹتی ہیں پانی بھی لاتی ہیں اور گھر کا سارا انتظام
 ان ہی کے سپرد ہے۔ سفر کے وقت جنمے اُکھاڑ کر لیٹینا، سارا اسباب اکٹھا کرنا اور
 پھر اپنی پیٹھ پر لانا عورت ہی کا فرض ہے۔ مرد بالکل خالی ہاتھ صرف شکار کرنے
 کے ہتھیار لئے ہوئے آگے آگے ہوتا ہے۔ موسم گرما میں شکاری کشتیوں کے اندر
 مرد بیٹھ جاتے ہیں اور عورتیں اُن پر سارا اسباب لاد کر نہایت محنت سے کشتیوں کو
 اس جگہ تک لے جاتی ہیں جس کو مرد نے اپنے قیام کے لئے مخصوص کر دیا ہے
 عورت کا جو تعلق آگ کے ساتھ ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ عورت نے
 عام طور سے روشنی حاصل کرنے کا ذریعہ آگ کو نہیں بنایا اور غالباً اس میں خدا کی
 مصلحت شامل حال تھی ورنہ وہ رات کو بھی آرام نہ کرتی اور کام کرتے کرتے
 اپنی جان بے دیتی تاہم بعض مقامات میں (مثلاً جزیرہ انڈمان) عورت مشعل
 بنا کر رات کو مچھلی کا شکار اور سفر کرنے کے لئے آسانیاں ہم پہونچاتی تھی
 خانہ داری کی زندگی میں کپڑے دھونے کا مسئلہ بھی نہایت اہم ہے اور سکی
 قدامت کا پتہ تھیوڑ کی اُس دایت سے چلتا ہے جو اس نے نواجو قوم کے ایک
 شخص کی بابت بیان کی ہے کہ اُس کے بیٹے شکار کرنے میں کامیاب رہتے تھے
 اسلئے اُس نے حکم دیا کہ وہ کسی گرم جگہ میں بند کر دیے جائیں تاکہ خوب پسینہ پھوٹے
 اس دراک :-

چار دفعہ ہی عمل ہوا۔ اسکے بعد اسے اپنی لڑکیوں کو حکم دیا کہ وہ چھالیں لائیں۔ جن سے جھاگ پیدا ہوتا ہو۔ چنانچہ ایسی چھالیں لائی گئیں اور ان کے جھاگ سے لڑکوں نے اپنے بدن اور کپڑے اچھی طرح دھوئے۔

اوزار یقیناً مشین سے پہلے کی چیزیں ہیں۔ اور مشین ان ہی کی ارتقائی صورت ہے۔ پھر دیکھو کہ سہل جس پر آٹا پسایا جاتا تھا، اوزار ہی تھی جن سے بھرے ٹکڑوں سے زمین کھود کر جڑیں وغیرہ فراہم کی جاتی تھیں، وہ بھی اوزار ہی تھے اور سطح بہت سے پارہائے سنگ جن سے مختلف کام لئے جاتے تھے اوزار ہی تھے اور اسی کے ساتھ یہ بھی متحقق ہو کہ یہ اوزار زیادہ تر عورتوں ہی کے استعمال میں تھے پھر اگر موجودہ مشین کی دنیا وحشی عورتوں کے احسانات کو فراموش کر سکتی ہو تو فراموش کر دے، لیکن کائنات کی وہ تاریخ جو صفاتِ فطرت میں منقوش ہو ان واقعات کو نظر انداز نہیں کر سکتی اور جب تک یہ دنیا قائم ہو اس وقت تک وہ قدیم وحشی عورتوں کے احسانات سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

مسٹر ڈال ایک ایسی عورت کی روزانہ زندگی کا حال بیان کرتا ہے کہ جاوہ میں وہ علی الصبح اٹھتی ہو اور لکڑی کے برتن سمیٹ کر ایک جگہ بکھتی ہو اسکے بعد وہ چولہے کو دیکھتی ہو کہ اس میں آگ ہو یا نہیں۔ اگر آگ ہوئی تو لکڑیاں اسپر رکھ دیتی ہو اور گھر والوں کو بیدار کرتی ہو۔ پھر وہ پانی لاتی ہو اور بستر وغیرہ لپیٹ کر اس وقت تک کہ گھر والے اپنی ضروریات سے فارغ ہوتے ہیں ہرن کا

گوشت با پھلی تیار کر لیتی ہو اور مرد کھاپی کڑسکار کو پل بیٹے ہیں اور عورت بہنوں کو صاف کر کے طہوس کے لئے کھالیں درست کرنے اور ان کو قطع کر کے پسنے میں مصروف ہو جاتی ہو۔ دوپہر کو کچھ لوگ آ جاتے ہیں اور ان سے بات چیت ہوتی ہو اگر کوئی مہمان آ جاتا ہو تو وہ عزت سے ایک جگہ بٹھا دیا جاتا ہو اور عورت اُس کے جوتے اپنے ہاتھ سے اتارتی ہو اور کچھ کھانے کو پیش کرتی ہو مہمان دیر تک خاموش بیٹھا رہتا ہو اور پھر اپنے سفر کا حال اپنے گانوں کے حالات آہستہ آہستہ کہنا شروع کرتا ہو۔ بعد غروب آفتاب آگ روشن کی جاتی ہو اور عورت چھپت پر جا کر شکار سے واپس آنے والے مردوں کا انتظار کرتی ہو جب مرد آتا ہو تو عورت خاموشی کے ساتھ اُسکی پذیرائی کرتی ہو اس کے ہتھیار جسم سے علی و کرتی ہو اور جوتے اُتار کر خشک ہونے کے لئے رکھ دیتی ہو۔ اس کے بعد مرد کو کھانا دیتی ہو کھانا سب مل کر کھاتے ہیں اور صرف عورت اُن کو کھلاتی ہو پھر آتش دان روشن کیا جاتا ہو جب آگ کم ہو جاتی ہو تو عورت اس کے کوئلے لگ کر دیتی ہو لہنہ بچھاتی ہو اور مرد آرام کرتا ہو۔

گائنا کی عورتیں گھر صاف کرتی ہیں پانی اور ایندھن لاتی ہیں کھانا پکاتی ہیں بچوں کی خدمت کرتی ہیں، کھیت بدتی ہیں، کاٹتی ہیں، اور جب مرد سفر کرتے ہیں تو ضروری اسباب بڑے بڑے ٹوکروں میں رکھ کر اپنی پیٹھ پر لادتی ہیں۔ اگر وقت بچتا ہو تو وہ موت کاتتی ہیں اور اپنے بچوں کے لئے گھوارے اور برتیار کرنی ہیں جب دن ختم ہونے کے قریب ہوتا ہو تو وہ اپنے بچوں کے گھوارے کے نیچے آگ روشن کرتی ہیں اور مرد کمانیاں نہر برساتے ہیں۔ اس کمانی کے

بیچ میں سب سو جاتے ہیں لیکن اگر عورت جاگ کر آگ کو درست کرنے کے لئے اُٹھ بیٹھتی ہو تو کتے بھونکنے لگتے ہیں اور بچے جاگ کر چیخنے اور رونے لگتے ہیں جبکہ مسکرمرد پھر جاگ اُٹھتے ہیں اور کہانی شروع کر دیتے ہیں۔

آسٹریلیا میں جس طرح عورتیں جنگل کی پیداوار جمع کرنے کی خدمت انجام دیتی ہیں اسی طرح دنیا اور ہندو کی پیداوار بھی فراہم کرتی ہیں وہاں ایک درمیانی گھاس ہوتی ہے جو پانی کی تہ میں پائی جاتی ہے اس کو صرف عورت ہی مہیتا کرتی ہے وہ ایک جال لے کر غوطہ لگاتی ہے اور کئی کئی منٹ تک نیچے رہ کر اس گھاس کو جمع کرتی ہے۔ اسی طرح پھلیوں کا شکار کرنے میں وہ بہت مشاق ہے اور سال میں آٹھ مہینے وہ اسی شغل میں صرف کرتی ہے۔

جزیرہ فلپائن میں عورتیں مٹی ہیں۔ کانتی ہیں، برتن بنا کر بیچتی ہیں اور پانی سے نمک نکالتی ہیں۔ یہاں ٹوکریاں بنانا مردوں کے سپرد ہے۔ زراعت کو کاموں میں مرد اور عورت برابر کی شریک ہیں۔ لیکن دھان کی کاشت صرف عورت کا کام ہے۔ مرد اس میں ہاتھ نہیں لگاتا۔

زولو قوم افریقہ کے وحشی اقوام میں بہت ذہین ہے اس کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت دیگر اقوام کے ان میں صناعات بہت زیادہ پائی جاتی ہیں۔ جو خصوصیت کے ساتھ عورتوں ہی سے وابستہ ہیں۔ زراعت کا دار و مدار عورت پر ہوتا تو بہت عام اور معمولی بات ہے۔ لیکن معاشرت پر بھی یہاں کی عورتوں کا بڑا اثر ہے ان کی عورتیں علاوہ تمام انتظام خانہ داری کے مکان بھی خود تیار کرتی ہیں اور صحرائی جڑی بوٹیوں، سحر دانوں سے علاج کرنے اور شگوبیاں

کرنے میں بہت مشاق ہیں۔

پولوبو (Peulbo) کی عورتیں بھی اپنے لئے وہی مشاغل رکھتی ہیں جو عام طور سے ہر جگہ عورت کے سپرد ہیں۔ لیکن یہاں اسکے لئے بہت قسمیں ہیں۔ چونکہ ریگستانی حصہ زمین میں مٹی ہیں اسلئے وہ برتن بھی مٹی کے تیار نہیں کر سکتیں، لکڑی کے برتن بھی نہیں بنا سکتیں کیوں کہ یہاں ایسے درخت نہیں ہیں جن کی لکڑی یہ کام دے سکے، گھاس البتہ کثرت سے ہوتی ہو۔ لیکن عورت نے اس گھاس سے اپنی تمام ضرورتوں کو پورا کیا۔ یہاں کی عورتیں اس گھاس سے خانہ داری کی تمام چیزیں طیار کرتی ہیں۔ کھانے پکانے کے برتن غلہ مانت کرنے کے لئے سوپ اور پھلنی، کچھانے کے لئے چٹائیاں اور کپڑے، پانی بھرنے کے گڑے سب اسی گھاس سے بناتی ہیں۔

جزیرہ ماوڑی ریونیڈ میں قدیم عورت بھاپ کے ذریعہ سے کھانا پکاتی تھی ایک گڑھا کھود کر اس میں آگ روشن کی جاتی تھی اور پتھر کے ٹکڑے اس میں ڈال کر گرم کئے جاتے تھے جب پتھر سوجھ جاتے تھے تو آگ نکل دے کر کے اُن پر پانی چھڑک دیا جاتا اور اس طرح جو بھاپ نکلتی تھی اُس پر گوشت پتوں میں لپیٹ کر رکھ دیا جاتا تھا۔ یہاں کی عورتیں کئی ہوئی غذاؤں کو چربی کے اندر عرصہ تک محفوظ رکھتی تھیں۔ یہاں خاص خاص تقریبات کے موقع پر بڑی بڑی دعوتوں کا رواج تھا نام اطراف و جوانسے گائوں والے طلب کئے جاتے تھے اور آٹھ ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا اور ان دعوتوں کا انتظام بالکل عورتوں کے سپرد ہوتا تھا۔

ایک سو کے لوگ زیادہ قدیم میں قطب شمالی سے بہت قریب رہتے تھے جہاں مسلسل چھ ماہ تک برفباری اور کمر کی وجہ سے رات سی رہتی ہو۔ اکثر حصہ زمین کا بے برگ و گیاہ تھا اس وقت عورت صرف ہڈی، سنگ اور ہاتھی دان کے برتن تیار کرتی تھی اور اس کی فراہمی غذا کا خچ صرف پھلیوں اور جانوروں سے پورا ہوتا تھا کھانا بکانا، کپڑا بنانا موسم کے لحاظ سے سرد گرم ملبوس تیار کرنا کشتیاں بنانا گھر کو آراستہ کرنا کھالیں سنوارنا، کتوں کو پالنا صرف عورت کے سپرد تھا۔ گرمیوں میں ایک سو کی عورتیں صرف خیموں میں رہتی تھیں اور اتا نام سرا میں گھروں کے اندر یہ گھر دو قسم کے ہوتے تھے۔ زمین کے اندر مستقل مکان اور برف کے اوپر عارضی جھونپڑے۔ چونکہ دونوں قسم کے مکانات میں اکثر اوقات روشنی کی ضرورت ہوتی تھی اسلئے ایک سو کی عورت نے چراغ کو اختراع کیا جس سے روشنی اور چیزوں کے خشک کرنے کا کام لیا جاتا ہو۔

جزیرہ فنی کی عورت کسی زمانہ میں اپنی مصروف زندگی اور شدید محنت کے لئے مشہور تھی۔ مشر بلا تھا (Blythe) ایک ستاح کا واقعہ لکھتے ہیں کہ وہ ایک کشتی کے ذریعہ سے دریا کو عبور کر رہا تھا، بارش بہت تیز ہو رہی تھی، اُس نے دوسے ایک کشتی کو دیکھا جس پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن کشتی کو کھینے والا کوئی نہ تھا اس کو تعجب ہوا لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ کشتی سے کچھ فاصلہ پر ایک سیاہ دھبہ نظر آ رہا ہو یہ ایک عورت کا سر تھا جو داہنے ہاتھ کی جنبش سے دریا کو عبور کر رہی تھی اور طفت میں بائیں ہاتھ کے سہاگے سے کشتی کی رستی پکڑے ہوئے لئے جا رہی تھی۔ یہ اس مادی بیوی کی بولنتی میں نہایت لطیفانہ سے بٹھا ہوا تھا

اس سے اندازہ ہو سکتا ہو کہ عورت مرد کے لئے کیا کیا قربانیاں نہیں کر سکتی
 درنحالیکہ تم زمانہ قدیم کی کسی تاریخ میں کوئی مثال ایسی نہ پاؤ گے کہ مرد نے
 عورت کی شدید ترین تکلیف کو اپنے مخیف سے جنبش جسم سے بھی کم کر سنے کی
 کوشش کی ہو۔

آسٹریلیا میں کسی وقت عورت کی خدمات بہت زیادہ وسیع اور محنت طلب تھیں
 جنگلی درختوں کی جڑیں اور پتیاں جمع کرنا، ان کے جھونپڑے بنانا، گھر کا سارا
 اسباب ادھر سے ادھر اپنی پیٹھ پر منتقل کرنا سب عورت کا کام تھا۔ جب قافلہ
 سفر کرتا تھا تو مرد کے آگے خالی ہاتھ چلتا تھا اور عورت پیچھے پیچھے ہوتی تھی
 اس حال میں کہ اس کا کوئی عضو، کوئی عصب، کوئی عضلہ ایسا ہوتا تھا جو کسی
 بوجھ سے متاثر و متاثری نہ ہو۔ منزل مقصود پہنچ جانے کے بعد بھی اسکو آرام
 نصیب نہ ہوتا تھا۔ وہاں وہ سب کے پہلے زمین میں لکڑیاں نصب کر کے تنگل کے
 پتے فراہم کرتی تھی اور جھونپڑا تیار کر کے مردوں کی آسائش کا انتظام کرتی
 تھی۔ اسکے بعد وہ فراہمی غذا میں مصروف ہو جاتی تھی، جو ایک مستقل عیش و
 جنگل سے جڑیں، پتیاں جمع کر کے لانا، پھلیوں کو ہاتھ پاؤں سے مل کر بیج
 نکالنا، قص اور زہریلی پتوں کو غلطی نہ کرنا اور ہر مختلف طریقوں سے آگ و دھن
 کر کے اس کو بچانا، جس قدر محنت طلب ہو محتاج بیان نہیں۔

اسکیمو کی مذہبی روایات میں سے ایک روایت یہ کہ ”چاند اور سورج دونوں
 بہن بھائی ہیں۔ اور بہن (یعنی چاند) ہمیشہ اپنے بھائی سورج کا تعاقب کیا کرتی ہے
 چاند کی شادی کم سنئی میں ایک طائر سے کر دی گئی تھی، جب اُس نے بڑا سوک

کیا تو چاند نے اپنے باپ کے ساتھ بھاگ کر نکل جانے کی کوشش کی، پڑویں نے سمجھیں ایک طوفان برپا کر دیا اور اس کشتی کو بس ہیں وہ اپنے باپ کے ساتھ بیٹھی ہوئی جا رہی تھی، تباہ کر دینا چاہا۔ اپنے یہ دیکھ کر چاہا کہ اپنی بیٹی کو دلیلیا پھینک دے لیکن کشتی کے کنا سے سے ٹپٹ گئی۔ باب نے اس کی نگلیوں کی پوری ایک ایک کر کے کاٹ ڈالیں، پہلی پوریوں سے ڈیل مچھلیاں بنیں دوسری پوریوں سے سیل مچھلی اور تیسری پوریوں سے تہ میں سہنے والی مچھلیاں۔ اسکے بعد وہ خود بھی پانی کے اندر گر ڈوبا گئی اور اس وقت سے وہ زیر آب مخلوق پر جو اسی کے اعضا سے بنی ہو۔ حکمران جو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ ایک مچھلی کی معاشرتی زندگی زمانہ قدیم میں کیا تھی اور اس کا تعلق دریائی پیداوار سے کس قدر تھا اور مچھلیوں کے ساتھ محض اس لئے کہ وہی زیادہ تر ذریعہ پرورش تھیں ان کا خیال احترام کس حد تک وابستہ تھا

ہندوستان میں طبقہ متوسط کی عورتیں جن فرائض کو روزانہ انجام دیتی ہیں وہ بھی قریب قریب وہی ہیں کہ ایک مچھلی، انفریقہ یا دیگر حصّہ میں کی سختی عورتیں سجالاتی ہیں۔ تڑکے اٹھنا، جھاڑ دینا، برتن صاف کرنا، بستریاں لگانا، روغن کرنا۔ کھانا تیار کرنا، سینا، پرونا، بچوں کی خدمت کرنا اور بھرے ہوئے گڑھ کر مردوں کے ناز اٹھانا۔ اگر ان میں سے ہر ایک کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ عورت کا وجود نظام کائنات کے لئے کس قدر ضروری ہو اور وہ مردوں

اس دنیا میں کسی رحمت ہو اگر ادنیٰ طبقہ کی عورتوں کو دیکھا جائے تو ان تمام خدمات کے علاوہ اُسے زراعت کا کام بھی کرنا پڑتا ہے اور اس میں جس قدر محنت عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہو اس کا فکر اس سے قبل ہو چکا ہے جو عورتیں مزدوری کرتی ہیں ان کو گھر کے تمام کاموں کے علاوہ دن بھر بوجھ لاد کر ادھر سے ادھر لے جانا پڑتا ہو۔ جو ان کے جسم کی نازک داشت کو دیکھتے ہوئے بہت دشوار نظر آتا ہے۔ لیکن یہ ہمارا روزگار تجربہ ہے کہ وہ نہایت صبر و تحمل سے ان تمام محنتوں کو برداشت کرتی ہیں۔ صرف اس لئے کہ وہ اپنے مردوں کی خدمت اور اپنے بچوں کی پرورش اچھی طرح کر سکیں۔

انسانی فطرت کے دو پہلو ہیں ایک متعلق بہ مادہ دوسرا متعلق بہ جانیت جن میں مرد و عورت فطرتاً برابر کے شریک ہیں لیکن جن جذبات متاثر ہو کر مرد و عورت نے دنیا میں کام شروع کیا جو اس میں نہایت نازک فرق ہو۔ عورت فطرتاً نازک دل، رقیق القلب واقع ہوئی ہو۔ اس لئے جو جذبات اس کے اندر پیدا ہوتے ہیں ان کا تعلق خود اس کی ذات سے کم اور دوسروں کی ذات سے زیادہ ہوتا ہو۔ برخلاف مرد کے کہ اس کے جذبات میں خود اس کے داعیات نفس زیادہ شامل ہوتے ہیں۔ اس لئے عورت کا دل دھڑکنا اس کے کہ وہ نازک جسم رکھتی ہے۔ باد صفت اس کے کہ وہ زیادہ تکلیف برداشت نہیں کر سکتی، زمانہ قدیم سے اس قدر محنت کرنے کا علوی رہنا صرف اس بنا پر کہ وہ اپنے جذبات سے مجبور ہو اور ایشارہ در داری اس کی فطرت میں داخل ہو۔

بچوں کے ساتھ جو تعلق ماں کو ہوتا ہو باپ کو نہیں ہوتا اس لئے اگر عورت اپنے بچوں کو آرام پہنچانے کے لئے زیادہ بمقام مضطرب نظر آتی ہے تو یہ اک نوع کا خطری اجبار ہو جس کا مقابلہ کوئی دنیاوی مصلحت نہیں کر سکتی جانوریں میں بھی مادہ پر نسبت تر کے زیادہ محنت کرتی ہے اپنے بچوں کے لئے غذا فراہم کرنے کی خدمت وہی انجام دیتی ہے اور یقیناً نظام فطرت ہے کہ اس نے عورت کے دل کو اس قدر حساس پیدا کر کے دنیا کے کاروبار میں اس کو مرد کے دو ضعیف بدوش کام کرنے کا اہل بنا دیا۔ زمانہ حال کے ہنگامہ ترقی میں جو کسیر جلوہ مادہ ہے عورت کی فطرت کا وہ روحانی پہلو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ جس نے سب سے پہلے ترقی مادہ کی بنیاد عالم میں ڈالی اور مرد اپنے علم و ذہن کے زعم میں اس حقیقت کو بالکل فراموش کئے ہوئے ہے کہ دنیا کے تمام علوم و فنون کس طرح پیدا ہوئے۔ کائنات کی یہ ساری زیبائش و آرائش کیوں کر رونما ہوئی۔ اگر عورت مرد کے پہلو میں اعانت کرنے والی نہ ہوتی اگر وہ دینی زندگی کی راہ قطع کرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیا جاتا تو کیا ہوتا؟ اس سوال کا جواب بہت آسان ہے، اگر عورت کی تاریخ قدیم کو پیش نظر رکھ کر اس کی خدمات، اس کے فراست و ذہانت کے کارناموں اور اس کی شب و روز کی سخت محنتوں کو سمجھا جائے۔

جس وقت عورت دنیا میں آئی اُسی وقت سے اُسے مرد کے ساتھ ساتھ سوجھنا ضروری کیا کہ زندگی کیوں کر بسر کی جاسکتی ہے اور اُس وقت تک کہ اسے کوئی اولاد نہیں دے اور مرد دونوں اس فکریں مساوات کا درجہ رکھتے تھے لیکن

جس وقت عورت نے اپنی آغوش میں ایک بچہ دیکھا تو اس کی فکر میں بہت زیادہ بتیا بیاں پیدا ہو گئیں۔ پھر حبت تک ایک بچہ اپنی ہی ماں کا بچہ اور ایک ماں اپنے ہی بچے کی ماں ہر اس وقت تک دنیا کو یہ حق حاصل نہیں ہو کہ فطرت کے اس مظہر عظیم اور ترقی کے اس اساس اولین کو نظر انداز نہ کر دے !

آدنی جوہرات کے متاشی

ہندوستان کے واحد ادبی کتب خانہ

صدیق باب ڈپو امین آباد لکھنؤ

کی جدید فہرست

بالکل مفت طلب فرمائیں

ساتویں فصل

عورت اور فنون لطیفہ

اُن فنون و صناعات کی ترکی میں جو صنعت و تفریح کے متعلق ہیں عورت نے کیا حصہ لیا؟ یہ بھی اک سوال جو جو موضوع کتاب کے خاص نسبت رکھتا ہو اور اس باب میں اسی سے بحث کی جائے گی،

یہ امر کہ زمانہ قدیم میں اس نوع کے فنون اپنے بہانے تھے، اک واقعہ حقیقت جو جس کو علماء آثار قدیمہ نے پوری طرح ثابت کر دیا ہے اور اب اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ قدیم زمانہ کی تمام اُن اقوام کی نسبت جن کا کچھ بھی حال ہم کو معلوم ہوا ہے۔ یہ مصریات سے ثابت ہو چکا ہے کہ اُن میں خوشنما و حسین چیزوں کے تیار کرنے کا رواج تھا، ان اشیاء کو دیکھ کر ہم زمانہ قدیم کی حسین صناعات کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ان میں تفریق قائم کر کے یہ حکم لگاتا کہ وہ صنعت عورت کی ہو اور یہ مرد کی بہت دشوار ہے۔ کیوں کہ بہت سی وہ صنعتیں جو زمانہ قدیم میں عورت سے متعلق تھیں اب مردوں کے ہاتھ میں ہیں اور عورت انھیں ترک کر چکی ہے۔

سب سے پہلے غور کرنا چاہیے کہ حسن صنعت کا کیا مفہوم ہو اور اسکے اسباب خسر کیا ہو سکتے ہیں؟ یقیناً اول اول جب انسان نے چیزوں کو خسر کیا ہوگا۔ تو حسن کا سوال پیش نظر نہ ہوگا، بلکہ صرف ضرورت کا مسئلہ سامنے تھا

اسلئے جو اختراعات انسان نے اول اول کیں وہ کچھ نہ تھیں مگر یہ کہ فطری پیداوار میں اُسے کچھ تغیر و تبدل پیدا کر دیا۔ مثلاً ایک پتھر کا ٹکڑا کہ وہ ایک قدرتی پیداوار تھی۔ لیکن انسان نے اس کو نوک دار بنا کر شکار کرنے کا آلہ بنالیا یا اُس میں عقیق پیدا کر کے غلہ کوٹنے کا برتن تیار کر لیا۔ اسلئے حسنِ صناعت تو فی الجملہ اُن میں موجود تھا۔ کیونکہ یہ اوزار و آلات ضروریاتِ فراہم کرنے میں کافی معاون تھے۔ لیکن صناعتِ حسن اُن میں نہ پائی جاتی تھی۔ پھر اب دیکھو کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے (۱) جس طرح حسنِ صناعت نام ہو صرف قدرتی پیداوار میں کچھ تغیر و تبدل کر دینے کا۔ اسی طرح صناعتِ حسن مفہوم ہو اُن مصنوعی اشیاء کی شکل و صورت میں تغیر کرنے کا یا بالفاظِ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ صناعات کا حُسن ان تنوعات کا نام ہو جو اشیاء کی ساخت میں انسان کی فطری ذہانت و فراست نے پیدا کئے (۲) چوں کہ صناعات میں حسن پیدا کرنا صرف انسان کی دماغی رفتار کا شکل ہو جانا ہو اس لئے ظاہر ہے کہ ایک شے میں تکمیلِ حُسن اسی وقت پیدا ہوگی جب ایک سے زائد دماغوں، ذہانتوں اور فراستوں نے ملکر اُسے ترتیب دیا ہو۔ چنانچہ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اشیاء جن کے حُسن میں تنوع پایا جاتا ہو وہی ہیں جن کی ترکیب مختلف دماغوں کے افکار کا نتیجہ ہو شمار صرف ایک خوبصورت مکان تعمیر کر سکتا ہو لیکن جب تک باغبان، ظروف ساز، نقاش و سنار وغیرہ اپنی صناعات اس میں صرف نہ کریں۔ وہ تعمیر ہائے لئے تکمیل کے ساتھ جاذبِ نظر نہیں ہو سکتی اسی طرح جو چیز آج اختراع ہوئی ہو وہ اکتانہ کے بعد مکمل ہوتی ہے جب اس کی تکمیل میں مختلف دماغ اپنی محنتوں کو صرف

کر چکے ہیں۔

صناعات میں تخلیقِ حُسن کا سبب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ
صناع کو اس سے کسی نفع کی توقع ہو۔ اس کی تین صورتیں ہیں (۱) اسکو کوئی
مادی منفعت حاصل ہو (۲) دوسرے لوگ اُس کی تعریف کریں (۳) خود اُس کے
قلب کی مسرت حاصل ہو۔ زمانہ قدیم کے صنّاعین فی محضر عین کو بھی منفعت حاصل تھی لیکن
زیادہ تر صرف تمیزیِ ضم کی یعنی اطمینانِ مسرت قلب۔ اگر عورت کے اول اول برتن ایجاد کیا تو
اسکا انعام صرف یہ تھا کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش اچھی طرح کر سکتی تھی۔

صناعتِ حُسن کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ ملک و قوم میں ایک خاص مذاق پیدا
ہو جائے اور وہ اس مذاق کی رعایت سے اُس صنّاع کی قدر و عزت کرے جس سے
یہ ذوق پورا ہوتا ہے۔ اس لئے زمانہ قدیم کی وحشی عورتوں کی طرف سے خیال
قائم کرنا کہ انھیں نے صناعاتِ حُسن کے جانب بھی اول اول توجہ کی تبھل ہے
کیوں کہ اُسے اس قدر فرصت نہ تھی کہ وہ ہتھکراشیاء کی شکل و صورت پر غور کرتی
یا کوئی شعرونمہ ایجاد کرتی۔ اگر ظروف وغیرہ کے حُسن کا خیال تھا تو صرف اتنا
کہ وہ ضروریات کو پورا کر سکیں اور اگر کوئی شعرونمہ تھا تو صرف یہ کہ وہ فرط
محبت میں اپنے بچہ سے خواہ طلب ہو کر کوئی بے اختیارانہ لفظ منہ سے نکال دے۔

غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ صناعتِ نتیجہ تھا صرف مجبوری کا اُس میں اور
حُسن پیدا کرنے کے لئے کوئی فطری مجبوری نہ تھی۔ صناعت میں حُسن پیدا ہوا صرف
غور و فکر، تدبیر و ذہانت سے اور اُس میں تکمیل ہوئی تجربات و فراہمی اسباب سے
جو ایک دن کا کام نہ تھا۔

پھر ان اسباب سے عورت کے کیا کام لیا اور غور و فکر کی فرصت کا مصرف صناعات کے باب میں اُس کے ہاں کیا تھا۔ اس کا جواب ہم کو مختلف واقعاتِ حنیہ سے ملتا ہے اور یہ باعثِ مسرت ہے کہ عورت کے قدرت کی غایت کی ہوئی کسی فرصت و مہلت کو بیکار نہیں جانے دیا اور اُس نے صناعاتِ حُسن میں بھی مزد کی اعانت کر کے کائنات کی زیبائش و آرائش میں کافی حصہ لیا۔

ظاہر ہے کہ سب سے پہلے جن چیزوں میں حُسن پیدا کرنے کا خیال عورت کو پیدا ہوا ہوگا، وہی ہوں گی جن کو وہ خود بناتی تھی۔ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ برتن بنانا، ٹوکریاں بنانا اور ان کے بیسوت وغیرہ کات کر کے نیا کرنا، یہ تھیں وہ صناعات جو زمانہ قدیم میں عورت مخصوص تھیں اسلئے ظاہر ہے کہ انہیں صنعتوں میں حُسن پیدا کرنے کا خیال اول اول عورت کو پیدا ہوا ہوگا حُسن کے نقطہ نظر سے جب ہم صناعتِ انسانی کا تجزیہ کرتے ہیں تو اس کے تین اجزاء ہم کو ملتے ہیں۔ ایک صورت، دوسرے رنگ، تیسرے وضع اور ان تینوں اجزاء کے لحاظ سے تین مدارج ہیں۔

(۱) ضروریاتِ زندگی کے متعلق کسی چیز کو بنانا اور کچھ مناسب اُس میں پیدا کرنا، بغیر اس ارادے کے کہ اُس میں حُسن پیدا کیا جائے۔
(۲) کسی چیز میں حُسن قصداً پیدا کیا جائے، لیکن اس حد تک کہ حقیقی مقصود و استعمال اُس چیز کا قوت نہ ہو جائے۔

(۳) کسی چیز میں ایسا حُسن پیدا کیا جائے کہ اس کی تیاری کی غایت ازل ہو جائے اور اس کا مصرف بدل جائے۔

یہ تینوں مارچ ایک مثال سے زیادہ آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتے ہیں۔ ایک بنجار، کرسی بنانا، اور اس کا مقصود یہ ہو کہ اس پر بیٹھ کر آرام کرے۔ لیکن وہ بناتے وقت اُس کے تناسب کو بھی فی الجملہ ہاتھ سے نہیں جاتے دیتا۔ یہ پہلا درجہ ہوا۔ اگر وہ اس کرسی میں قصداً حن پیدا کرے اور نقش و نگار بنائے تو یہ دوسرا درجہ ہوگا۔ لیکن اگر وہ اسے اس درجہ نازک و سبک بنادے کہ وہ بیٹھنے کے کام میں نہ آسکے، بلکہ صرف دور سے اُسے دیکھا جائے تو یہ تیسرا درجہ ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عورتیں اول الذکر دو مارچ کے طے کرنے میں کافی حلیہ اور اس کا طاقے بھی وہ دنیا میں غیر مفید ثابت نہیں ہوئی۔

ہنی ہوئی چیزوں میں سب سے پہلا حُسن جو ایک وحشی عورت نے پیدا کیا اسکا یکساں ہونا جو جس طرح موہنی کی ابتدا ایک ہی آواز کے مسلسل طور سے قائم رہنے اور اُس کے تکرار میں سہا سہی طرح مصنوعات انسانی کا یکساں ہونا اُن کی حُسن کی ابتدا ہے۔

وہ یکسانیت جو وحشی عورت بنی ہوئی چیزوں میں پیدا کرتی ہو اُن کی بناوٹ اور صورت سے متعلق ہے۔ چونکہ زمانہ قدیم میں دستور تھا کہ وہ پہلے الگ الگ ٹکڑے بنے اور پھر جس شکل کی ٹوکری چاہت تیار کر لے اسلئے ظاہر ہو کہ ٹوکری کی شکل پہلے ہی سے اُس کے ذہن و دماغ میں رہتی ہوگی اور اسی کے مطابق وہ بننا شروع کرتی ہوگی اور یہی خصوصیت، یہی یکسانیت وحشی عورت کی صنعت کا حُسن تھا۔

نمائش جگا گو میں بہت سی ٹوکریاں رکھی گئی تھیں، ان میں اک ٹوکری ایسی تھی

کہ سوہلو اس کی چوڑی پٹی ہلاتی ہزار ٹانگے یا پھندے شمار کئے گئے تھے اور وہ سب اس قدر یکساں تھے کہ بڑے بڑے ماہرین فن کو دیکھ کر حیرت ہو گئی۔
 لوگوں کو رنگین بنانے کا رواج بھی زمانہ قدیم سے قائم جو جبکا ذکر اس قبل کیا جا چکا ہے۔ علاوہ اس کے لوگوں میں راجنی کی شکلوں سے جو حُسن پیدا کیا گیا وہ اس قدر متنوع، اس قدر عجیب و غریب ہے کہ اب اس میں کسی اضافہ کی گنجائش ہی باقی نہیں اور زمانہ حال کے کپڑا بننے والے جو ہری غیر ان نمونوں کی نقل کر رہے کہ ہر کمال سمجھتے ہیں۔

اسکیمو کی عورتیں جنگلی گیاروں کے درختوں کے ڈھل سے لوگ ریاں بناتی ہیں اور اس میں سرخ فلائین کے کھوٹے لاکر رنگینیاں پیدا کرتی ہیں جو عورتیں جنوب میں سواحل مینیک (بحر الکاہل) پر رہتی ہیں وہ جنگلی صنوبر کی باریک جڑوں کو لے کر نہایت ہوشیاری کے ساتھ پھاڑتی ہیں خشک ہو جانے کے بعد اُچارنگ ہلکا بادامی ہو جاتا ہے۔ اس سے وہ تھیلا بناتی ہیں جس کے اندر پانی نہیں جا سکتا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ لوگری کی بناوٹ کیسی ہموار اور یکساں ہوتی ہے زیادہ جنوب کی طرف بڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ خود فطرت نے وہاں کی پیداوار کو قدرتی رنگینوں سے معمور کر رکھا ہے اور عورت اُن سے اچھی طرح آگاہ ہے۔
 اریزونا میں ایک درخت جس کی پتیاں سبز سے دوہو جانے کے بعد دو رنگ پش کرتی ہیں۔ باہر کی جانب سیاہی مائل سبز، اندر کی طرف سپیدی مائل سبز، جو کہ قوم کی عورت ان دونوں رنگوں کے الٹ پھیرے نہایت خوبصورت وضع کی لوگ ریاں تیار کرتی ہے۔

کلیفورنیا اور امریکہ کے دیگر حصص کی عورتیں سیاہ و بادامی رنگ کی
 جھاڑیوں کے ریشہ وغیرہ استعمال کر کے اپنی صنعت کو دلکش بنانے میں بہت
 مشاقی میں شمالی امریکہ کے مشرقی حصہ کی عورتیں سخت لکڑیوں کے چھیلے سے
 جو باریک حصہ نکلتا ہے اس کو رنگ لیتی ہیں۔ جنوبی امریکہ میں بید کے پھلکوں سے
 کام لیا جاتا ہے۔ معتدل حصوں کی عورتیں تمام ممالک میں بید، دیودار وغیرہ سے
 بخوبی وادفہ تھیں اور مختلف قسم کی گھاسوں بیلوں، اور بڑوں کو رنگ کر
 کام میں لاتی تھیں۔ حیرت کہ وحشی عورتوں نے یہ کیوں کر معلوم کر لیا کہ فلاں چیز
 اس رنگ کو قبول کرے گی اور یہ رنگ فلاں چیز سے دستیاب ہو سکتا ہے
 جن ممالک میں کھجور پایا جاتا ہے وہاں کی عورتوں نے جس حُن و رنگینی کیساتھ
 اس کے مختلف استعمالات معلوم کئے وہ بھی ان کے صناعت حُن کے ثبوت
 میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ ایشیا میں صنعت عام طور سے زیادہ خوشنما نہ تھی تاہم
 مشرقی ہند، چین و جاپان کی عورتوں نے بالوں اور بید سے جیسے جیسے کام
 لئے وہ آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ چٹائیاں، رنگین ٹوکریاں، کرسیاں،
 میزیں وغیرہ سب سے تیار کی جاتی ہیں۔ علاوہ اسکے جبکہ تاریخ شروع
 ہوئی ہے۔ اسی وقت کے مشرق کی عورتوں میں جرنے کا رائج ہونا پایا جاتا ہے۔
 جس سے وہ اونٹ، بھینٹ، بکریوں اور دوسرے جانوروں کے بالوں کو کاٹتی
 تھیں اور چین کے متعلق تو کہا ہی نہیں جاسکتا کہ وہاں ریشم کے پایا جاتا ہے
 رہا یہ امر کہ یہ صنعت عورتوں سے متعلق تھی اس کا ثبوت یہ ہے کہ تمام وہ قومیں
 جنہوں نے فنونِ علوم کو مذہبی رنگ میں ظاہر کیا ہے اس صنعت کو دیوی سے

منسوب کرتی ہیں جس سے مقصود ثبوت کرنا ہے کہ عورت ہی نے اس فن تکمیل کی خدمت تک پہنچایا۔

علاوہ نوکریوں کے خوشی عورتوں نے جال فیتے، کپڑے وغیرہ بننے میں بھی صناعت حسن فراوانی کے ساتھ پیدا کی۔ نوکریوں کے ساتھ عورت کے جو حسن پیدا کیا وہ مختلف قسم کا ہے۔ کہیں اس کی بناوٹ میں پھول، بوٹے پیدا کئے کہیں مختلف اشکال ریاضی کی بنائیں کبھی پٹیاں رنگ کر استعمال کیں کبھی نوکری کو سادہ بن کر اس پر رنگ چڑھایا، کہیں اس کی بناوٹ میں مختلف رنگ کا اون پر سیپیاں وغیرہ ملا کر حسن پیدا کیا۔ الغرض عورت اُسی وقت جبکہ وہ معمولی بننے والی تھی۔ اس فکر سے غافل نہ تھی کہ وہ چیزوں کی وضع و ساخت میں تغیر و تبدل کئے اور ان کو زینت بن کر حسن پیدا کرے۔ پھر اس خیال کو اُس نے صرف نوکریوں ہی میں پیدا نہیں کیا بلکہ فیتوں، جال اور کپڑوں میں بھی صرف کیا۔

اس امر کا ثبوت کہ وہ زمانہ قدیم میں رنگین ویشمی کپڑے بنتی تھی۔ قدیم لٹریچر سے بھی دستیاب ہوتا ہے انجیل میں لکھا ہے کہ

”ساری عورتوں نے جو روشن ضمیر تھیں اپنے ہاتھوں سے کاتا اور

اپنا کتا جوا آسمانی رنگ، ارغوانی رنگ اور قرمزی رنگ کا مہین کتاں

لائیں اور سب عورتوں نے جن کے دلوں کے ان کو حکمت کی طرف

رغبت دلائی، بکریوں کی اُون کا قی“

اسبت در لک:۔

اشال سلیمانؑ میں بھی اس کا بیان ہو کہ
 ”وہ اپنے لئے نگارین بالا پوش بناتی ہو اور اس کی پوشاک میں
 کتاں کی ارغوانی ہو اس کا شوہر مجلس میں مشہور ہو جبہ شہر کے
 بڑے آدمیوں کے ساتھ بیٹھتا ہے تو وہ ہمیں کتاں کے تھان بنی
 ہو اور بچتی ہو اور کالی کی روٹی نہیں کھاتی“

ارسطو نے لکھا ہو کہ سب سے پہلے جس نے ریشم کا تادہ پمفال Pamphyle
 پلیٹس (Plates) کی مٹی تھی جو زانہ مسیح سے تقریباً چار سو برس پہلے تھی۔
 ممکن ہو۔ یونان میں سب سے پہلے اسی وقت ریشم کا تاجا شروع ہوا ہو۔ لیکن چینی
 روایات معلوم ہوتا ہو کہ مسیح سے دو ہزار چھ سو برس قبل ملکہ سی ہنجی Sihing chi
 نے ریشم کے لئے ایڑن ایجاد کیا جو اس وقت تک ریشم کی صنعت میں ہاں استعمال ہو
 ہو اور ایک جگہ لکھتا ہو کہ

”نوع صوبت تخت محل کے اندر جا بجا قائم کئے گئے تھے جہاں مختلف
 قسم کے قالین جن پر زردوزی کام تھا جگہ جگہ رہتے اور ان سب کو
 عورتوں ہی نے بنایا تھا“

استدراک: اشال سلیمان آیت (۱۰-۲۸)

Textile Industry by W. S. Murphey. ۱۴

Fair thrones from Spaceto Space were raised. ۱۵

Where various carpets with embroidary blazed.

The Works of Matrons. (Odyssey)

یونانیوں کے علم الا صننام میں اریکینی (Arachne) کے باریک سوٹنگ ٹانگر مختلف قسم کے ریشمی کپڑے بننے کا حال تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ یہ لڑکی ساحل بحر روم پر واقع ہونے والے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتی تھی اس کے والدین بہت غریب تھے لیکن اریکینی کی صنعت نے تھوڑے زمانہ میں کافی دولت حاصل کر لی اور وہ اس فن میں اس قدر مشہور ہوئی کہ آخر کار خود صنعتِ حرفت کی دیوی مایزدا (Minerva) اس سے جلنے لگی۔

ایشیائی روس کے وحشی اقوام میں عورتیں عام طور سے فیتہ اور بیل بنانے میں مشاق تھیں۔ عہد وسطیٰ میں سوئی بھی بیل کے ساتھ ٹانگے جاتے تھے۔ یورپ میں فیتہ بنانے کا رواج یہیں سے منتقل ہوا۔ یہاں کی صنعت اس قدر عام اور مقبول تھی کہ تمام طبقے کے لوگ اپنے ملبوس میں اس سے زینت پیدا کرتے تھے۔ اب یہ صنعت قریب قریب مٹ گئی ہے اور صرف دو ضلع میں تھوڑی بہت پائی جاتی ہے۔ اس صنعت کو جرمن کی عورتوں نے اپنے ہاتھ میں لیکر بہت ترقی کر لی ہے اور اب وہاں کی دیہاتی عورتوں کی تجارت و دولت کا انحصار اسی صنعت پر ہے۔

جس وقت تک جدید ہند نے جزیرہ مالے ملقان پر اپنا اثر نہیں کیا تھا وہاں بہت سی نسائی صناعات پائی جاتی تھیں۔ ہر زری گونیامیں عام طور سے اپنے ہاتھ لکھا بنا ہوا کپڑا پہنتی تھیں اور خود ہی اس کو رنگتی تھیں۔ سر و پا کی عورتیں نہایت عمدہ قالین اور گل تیار کرتی تھیں، اسی طرح بوسنیا میں قالین بنانا عورت کے فرائض زندگی پر

استدراک

داخل تھا لیکن چونکہ تمدن جدید نے عورتوں کے بہت سے قدیم مشاغل کی جگہ نئی نئی
 صناعات کی اشاعت کر دی ہو۔ اسلئے اب سولے پہاڑوں اور صحراؤں کے
 جہاں تہذیب کا ہاتھ نہیں پہنچا عورتیں اپنی ان قدیم صناعات کو فراموش کر چکی ہیں۔
 الاسکا میں کل بہت کثرت سے اور نہایت عمدہ تیار ہوتے ہیں۔ یہ کل نہایت
 نرم، خوبصورت اور مضبوط ہوتے ہیں۔ یہاں کی بڑی دولت ہی کل ہو اور ایک
 شخص کے دولت مند یا غریب ہونے کا بھی معیار یہی ہو۔ اس کل کو صرف عورتیں
 ہی تیار کرتی ہیں اور اس کی قیمت دو ہزار روپیہ تک ہوتی ہے۔ صنعت عورتوں
 میں بہت قدیم زمانہ سے چلی آتی ہو اور اب تک کہیں کہیں بائی جاتی ہو۔

جزائر پالی نیشیا میں ایک خاص قسم کا کپڑا بنایا جاتا ہو جسے ٹاپا کہتے ہیں اور
 اسے صرف عورتیں ہی تیار کرتی ہیں۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کب سے ان میں اس کپڑے
 کے بنانے اور پہننے کا رواج ہو۔ یہ کپڑا اس طرح بنایا جاتا ہو کہ چند مخصوص درختوں
 کی کوئیں توڑ کر ان کا چھلکا الگ کر دیا جاتا ہو اور کوئل کو لکڑی کے تختوں پر
 رکھ کر موگروں سے کوئتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بڑھتا جاتا ہے اور اس طرح بہت سی
 پٹیوں کو جوڑ کر تھان کے تھان تیار کر لیتی ہیں۔ یہ کپڑا سادہ بھی ہوتا ہے۔ اور
 بسا اوقات اس میں مختلف قسم کے نقش و نگار پیدا کئے جاتے ہیں نقش ہوگا پیدا
 کرنے کی ترکیب یہ ہو کہ موگری میں نقوش کھود دیے جاتے ہیں اور اس کے ضربات
 سے کپڑے پر بھی وہی نقش پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ کپڑا غذائی طرح باریک ہوتا ہو
 یہ صنعت زمانہ قدیم سے عورتوں میں رائج چلی آتی ہو اور اس وقت بھی کہ یورپ
 کے کپڑوں کا وہاں بہت رواج ہو گیا ہو۔ یہ کپڑا بنایا اور استعمال کیا جاتا ہے

اس کپڑے کے ملبوس ہیں مزید حُسن پیدا کرنے کے لئے کیلے کے پتوں کے پھول وغیرہ کاٹ کر درنگ کر جنگل کے پھولوں اور بعض درختوں کے ریشے کے ساتھ گوند سے چپکا دیتی ہیں۔ اس صنعت پر یہاں کی وحشی عورتوں کو بڑا فخر تھا یہاں تک کہ صدیوں قبل جزیرہ ٹاہیٹی (Tahiti) کی ملکہ اس کو اپنی تو بہن سمجھتی تھی کہ جزیرہ کی کوئی دوسری عورت اس سے بہتر یا کپڑا تیار کرے پھر اسی کے ساتھ ہر عورت اپنی جگہ یہ کوشش کرتی تھی کہ وہ اس کپڑے کے مختلف نمونے تیار کرے اور جدید اعتراضات سے اس کے حُسن میں اضافہ کرتی رہو جزیرہ سمووا میں علاوہ ٹاپا کے ایک خاص قسم کی چٹائی بھی عورتیں تیار کرتی تھیں جس سے ملبوس تیار کیا جاتا تھا۔ یہ چٹائیاں بھی کاغذ کی طرح باریک و پھلکی ہوتی تھیں۔

شمالی امریکہ کے وسط حصہ میں ۲۳ قومیں مختلف زبانیں بولنے والی پائی جاتی تھیں۔ ان کی عورتیں عام طور سے ظروف سازی و پارچہ بانی میں بہت مشاق و کامل تھیں انھوں نے برتن بنانے میں اس قدر ترقی حاصل کر لی تھی کہ آج بھی اُن کی کوئی مثال تلاش سے دستیاب نہیں ہو سکتی۔ برتن نہ صرف نازک و حسین بنائے جاتے تھے، بلکہ مختلف قسم کے نہروں نقش و نگار اور رنگینوں سے معمور ہوتے تھے۔ زمانہ قدیم کے جو برتن زمین کے اندر سے یہاں دستیاب ہوئے ہیں اُن کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہو کہ باوجود اس قدر طویل متداد زمانہ کے اُنکے رنگ و روغن کی آب و تاب وہی باقی ہو۔ یہاں کی عورتیں اپنے مصنوعات کی تجارت بھی کرتی تھیں اور ایک خاندان کی دولت و امارت کا انحصار صرف

عورت کی مصنوعات اور اس کی تجارت پر تھا۔ مسز زینیا نٹال s. Zenia Nattal میگز کو کی قدیم عورت کا حال لکھتی ہو کہ وہ مختہی پہنتی تھی اور بہت سی صناعات اس کی ذات سے وابستہ تھیں یہ مختلف نمونوں کے بڑے بڑے خوبصورت کپڑوں اور کپڑے تیار کرتی تھیں یہ نقاشی کی بھی ماہر تھیں جسے وہ اپنے برتنوں کپڑوں ٹوکر میں اور کلوں صرف کرتی تھیں۔ آج بھی یہاں عورت کی صناعات ایک حد تک عورتوں ہی میں باقی جاتی ہیں۔ دراصل ایک قدیم مرد کی وہ صناعات جو ضرر پتھر اور اسکے ٹوکر میں سے تعلق رکھتی تھیں فنا ہو گئی ہیں۔

جزیرہ فجی کی عورتیں رختوں کی چھال اور کوئل سے نہایت خوبصورت نرم اور باریک کپڑے تیار کرنے میں مشہور تھیں۔

جزائر الینیشیا میں بھی چھالوں سے کپڑا تیار کیا جاتا تھا اور اس پر مختلف قسم کے رنگین نقش و نگار پیدا کئے تھے۔ ان جزائر میں ان کپڑوں کی تجارت عام طور سے رائج تھی اور یہی صنعت حصول دولت کا بڑا ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ ان بیانات سے ظاہر ہو کہ زمانہ قدیم میں عورت نے کپڑا بننے میں بہت ترقی کر لی تھی اور اس صنعت کے حسن کو درجہ کمال پر پہنچا دیا تھا۔

ظروف سازی کے متعلق جو عورت نے پیدا کیا اسکا تعلق سب سے پہلے برتن کی ساخت اور وضع سے تھا۔ یہ ظاہر کیا جا چکا ہو کہ عورت نے اول اول ظروف سازی کی بنیاد کس طرح ڈالی اور وہ پہلے کس قدر ناقص و نامکمل تھے رفتہ رفتہ

جب وہ مٹی کے برتن بنانے لگی اور چاک کا رواج ہوا تو اس نے برتنوں کی ساخت میں کافی تناسب پیدا کیا جو اولین جن ایک برتن کا ہو سکتا ہو نقش و نگار کی ابتدا جس طرح ہوئی وہ اس سے قبل بیان ہو چکی ہے۔

جو ظرف زمین سے برآمد ہوئے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ظرف پر نقش و نگار بنانے میں مٹی ہوئی چیزوں سے زیادہ مدد لی جاتی تھی اور ٹوکریوں وغیرہ کی بناوٹ اور ان کے پھول برتنوں میں اس طرح نقش کئے جاتے تھے کہ عورتیں ٹوکریوں کو ڈھانچہ قرار دے کر ان پر مٹی خوب مٹی تھیں لیکن اس کے بعد جب رنگ سازی کا فن بھی وحشیوں میں رائج ہوا تو برتنوں پر رنگین نقش و نگار بنائے جانے لگے۔ امریکہ، مصر، بابل، اسرائیل وغیرہ میں جو برتن قدیم زمانہ کے زمین کے اندر سے دستیاب ہوئے ہیں ان میں کم ایسے برتن ہوں گے جو رنگین نہ ہوں اور مختلف رنگوں سے اُس پر پھول وغیرہ نہ بنائے گئے ہوں۔

فنون لطیفہ کے متعلق جو کچھ اوپر بیان کیا گیا، اس کے علاوہ موسیقی نقاشی اور فن آرائش و زیبائش بھی ہے۔ موسیقی کا تعلق دو چیزوں سے ہے آواز اور ساز اور ان دونوں میں سے یقیناً سب سے پہلے آواز موسیقی کے حدود میں آئی ہوگی اب اس کے بعد ساز کی بنیاد پڑی ہوگی۔ اب دیکھنا چاہیے کہ آواز کس وقت موسیقی کے حدود میں آتی ہے۔ اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ایک ہی آواز مسلسل قائم رہنا موسیقی کی ابتدا ہے۔ زمانہ قدیم میں جب انسان نے اول اول مسلسل آواز کا علم حاصل کیا ہوگا تو ظاہر ہے کہ اُسے باقوا جانوں کی آواز کی تقلید کی ہوگی

یا پھر کسی تکلیف و مسرت کے وقت کوئی بے اختیار آواز اُسکے مُنہ سے نکلی ہوگی
یقیناً مرد کو شکار کے سلسلے میں وحش و طیور کی آواز سُننے کا زیادہ موقع حاصل
تھا۔ لیکن فطری جذبات مسرت و تکلیف عورت کے اندر اُس وقت بھی ایسی ہی کثرت
سے پیدا ہوتے ہوں گے جیسے آج کل۔ اس لئے ابتداء موسیقی میں عورت و
مرد دونوں برابر کے شریک تھے اور نہیں کہا جاسکتا کہ اسکے اختراع میں البتہ
کاغز کس کو حاصل ہو۔ لیکن اس خیال سے کہ موسیقی کا صحیح مفہوم نرم و شیریں
آواز کا تسلسل و عورت مُرتج ہے اور ممکن ہو کہ آہنگ مسلسل کی ابتداء اسی
سے ہوئی ہو۔ رہا ساز سوا اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کب سے انکی
ابتداء ہوئی اور دنیا میں مختلف ساز کس طرح ظہور پذیر ہوئے مگر روایات
قدیمہ اور حفريات سے اسکا ثبوت ملتا ہو کہ سیریا، مصر، یونان میں جن کو
غالباً اس فن کی ترقی میں اولیت کا فخر حاصل ہے، عورتیں نہ صرف موسیقی میں
ماہر تھیں بلکہ ساز کا استعمال بھی بخوبی جانتی تھیں۔

سیلمان اپنے دنیاوی جاہ و جلال کے اظہار میں فرماتے ہیں کہ
”میں بہت سے گانے والے مرد اور گانے والی عورتیں رکھتا ہوں“
ہو مر کے بیان سے معلوم ہوتا ہو کہ قدیم یونانیوں کی عورتیں نہ صرف تمام گھر کی
خدمت انجام دیتی تھیں بلکہ اُس وقت گاتی بھی تھیں۔ چنانچہ ذیل کے بیان سے
کلیتسو کا بڑا بُنا اور گانا ثابت ہو۔ ہو مر لکھتا ہو کہ
استدراک۔

” وہ بیٹھی اور گانے لگی۔ چٹانوں میں اسکے گیت گونج رہے تھے
آتشدان میں دیوار وغیرہ کی لکڑیاں روشن ہو ہو کر سارے جزیرہ کو
معطر کئے ہوئے تھیں اور وہ اپنی محنت اور موسیقی سے اپنا وقت
کاٹ رہی تھی اور اگر کہ میں زریں تال کو حرکت دے رہی تھی۔

جب اولیسس (Olysses) سائرس (Circe) کے مکان پر پہنچا تو اس نے
اسکو کپڑا بننے اور گانے دیکھا۔ ہومراس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ
قصر کے دروازے پر وہ پہنچ کر کھڑے ہوئے تو ایک آواز سنی جو جنگل
میں گونج رہی تھی اندر اپنے کمرے پر بیٹھی ہوئی دیوی گارہی تھی۔ محرابی
سقف اور ٹھوس فرش اس موسیقی سے معمور تھے۔ خوبصورت کپڑے
کے تھمان پر لٹھری ہوئی صورتیں جھک رہی تھیں۔ صنعت حقیقتاً غیر فانی
صنعت تھی اور ان ہاتھوں میں خدا کی قدرت کام کر رہی تھی۔

She sat and sung, the rocks resound her lays لے
The cave was brightened with a rising blaze,
Cedar and Frinkincense an adoreus pile ;
Flamed on the hearth and wide perfumed the Isle
(odys=y v.70)

Now on the threshold of the dome they stood, لے

And heard a voice resounding through the wood,

Placed at her loom within, the goddess sung,

The vaulted roofs and solid pavement rung,

Over the fair web, the rising figures shine.

Immortal labour ! Whorthy hands divine. (Odyssey) .

ہومر کے اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں عورتیں کلرچوب کا کام
ابھی طرح کرتی تھیں۔

قدیم مصریوں کے بہترین سازوں میں ایک ساز دو ہر الغوزہ بھی تھا جس کے
عام طور سے عورتیں ہی بجاتی تھیں۔ اس کو قدیم مصری زبان میں مام کہتے تھے اور
جو نقوش حضرات برآمد ہوئے ہیں ان سے اسکا پورا ثبوت ملتا ہے۔ بڑش موزیم
میں ایک قدیم نقش یا تصویر اس عہد کی موجود ہے جو جس میں کسی مجلس کا منظر دکھایا گیا ہے
اس میں ایک عورت الغوزہ بجا رہی ہے دورقص کر رہی ہیں اور باقی تالیاں
بجا بجا کر گارہی ہیں۔

قدیم مصری الغوزے بہت لہنے ہوتے تھے اور بجانے والے کو خواہ وہ
بچکلز بجائے یا کھڑے ہو کر اپنے بازو پوری طرح پھیلا دینے پڑتے تھے تاکہ آخری
سوراخ تک انگلی پہنچ سکے۔

قدیم خط ہر اعلفی (Hieroglyphy) میں لفظ سببی الغوزہ کا مفہوم ظاہر
کرنے کے لئے اکثر استعمال کیا گیا ہے۔ چونکہ اس نقطہ کے معنی پانوں کی ہڈی کے
ہیں جسے لاطینی زبان میں ٹیبیا سے ظاہر کرتے ہیں، اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ
پہلے الغوزے ہڈی کے بنائے جاتے تھے لیکن حضرات میں یہ الغوزے
لکڑی یا لکڑی کے دستیاب ہوئے ہیں۔

قدیم مصریوں میں تمبورہ کا بھی رواج تھا۔ یہ بیاضی شکل کا ہوتا تھا اور
اس میں موجودہ ہندوستانی سار کی طرح چار یا پنج کھونٹیاں بھی ہوتی تھیں،

جن میں تار لگے ہوتے تھے۔ تینہورے مضارب یا زخمے سے بجائے جاتے تھے۔ ایک نقش تھیبیا (Thebes) کی مغربی پہاڑیوں سے دستیاب ہوا ہے جو ٹرش میوزیم میں موجود ہے اس میں دو عورتیں تینہورہ بجا رہی ہیں۔ اسی کے ساتھ ایک برتن نکلا ہے جو صرف ساڑھے آٹھ انچ اونچا ہے اس میں کھلی ایک تصویر عورت کی منقوش ہے جو تینہورہ بجا رہی ہے۔

قدیم مصری برتنوں کے نقوش میں اکثر آلاتِ موسیقی دکھائے گئے ہیں ان میں سے بعض برتنوں پر دیویوں کی تصویریں بھی ہیں جو تاج کی جگہ پر سر پر سورج رکھے ہوئے ہیں اور تخت پر بیٹھی ہوئی جھنجھٹا بجا رہی ہیں ایک آواز دیوی لعل (جو اعراب کی بھی دیوی تھی) بنائی گئی ہے جس کے سر پر پوں کا تاج ہے، اشیر کی کھال شانہ پر پڑی ہے اور ہاتھ میں تینہورہ لئے بجا رہی ہے۔ علاوہ ان کے بعض نقوش و تصاویر ایسی بھی برآمد ہوئی ہیں جن میں عورتیں تینہورہ سرد بربط وغیرہ کے ساتھ بجا رہی ہیں اسی زمانہ میں مثلث شکل کا بربط بھی رائج تھا اور اس کی تصویریں بھی عورت ہی کو بجانے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اسکے ایک کونے کی طرف جو ساز کا زیریں حصہ ہے اور جس میں تار پروئے

استند رک:

۱۔ اس ساز کی شکل یوں ہے  اس کو قدیم مصری زبان میں شش (Seshesh) کہتے ہیں ان کے ناردوں میں مہات کے کچھ ٹکڑے ڈال دیے جاتے تھے جو جنبش سے آواز دیتے تھے اب بھی جنبش کے پادری اسکا استعمال کرتے ہیں اور (Sanasel) سناسل کہتے ہیں۔ انگریزی میں اسکا نام سسٹرم (Sistrum) ہے۔

جاتے تھے۔ بط کی صورت بنی ہوئی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایران میں اس ساز کا رواج مصر ہی سے منتقل ہو کر ہو چکا اور اس کی صورت دیکھ کر ایرانیوں نے اس کا نام بڑا رکھ دیا۔ جرمنی کے عجائب خانہ میں بھی ایسے متعدد نقوش ہیں جن سے زمانہ قدیم میں عورت کا بربط بجانا ثابت ہوتا ہو۔

ہیروڈوٹس مصر کے ماسم قدیم کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ وہاں نغمہ لینیوس (Linus) کا بہت رواج تھا۔ لینیوس مصر کے اولین بادشاہ کا بیٹا تھا جو عین عالم شباب میں مر گیا۔ مصری اس کو مونروس (Moneros) کہتے ہیں، یہ نغمہ موسم بہار کے وقت بھی گایا جاتا تھا اور اس میں عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں۔ ہومرنے اسی نغمہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

”اس طرف ایک پر پیچ و خم راستہ جاتا ہے جس پر حسین لڑکیاں

نوجوان لڑکے اپنے سروں پر ٹوکریاں رکھے ہوئے جا رہی ہیں،

اور یہ ٹوکریاں موسم بہار کی ارغوانی پیداوار سے لبریز ہیں۔“

مصری حضرات میں سے بعض تہہ لیسے بھی نکلتے ہیں جن پر وہ گیت منقوش ہو جس کو عورتیں غلہ نکلانے کے وقت گاتی تھیں۔ اس سے نہ صرف عورتوں میں موسیقی کا رواج ظاہر ہوتا ہے، بلکہ ان کی قدیم زرعی زندگی پر بھی روشنی

استراکٹ: To this one pathway gently winding leads

Where march a train with baskets on their heads

(Fair Maids & blooming youths) that smiling hear

The purple products of the autumnal year

(Pope's Illaiyad XVIII.)

پڑتی، یہاں اس گیت کا نقل کرنا غالباً دیکھسی سے خالی نہ ہوگا وہ گیت یہ ہے:-
 ہئی ٹن ان ٹن - ہئی ٹن ان ٹن آؤ - یعنی اے بیلو اپنے پانوں سے کچل کچل کر غلہ
 تھارا آؤ - کہاں ان بوترن - نکالے جاؤ بھوتھارا ہو اور غلہ تھاری مالک کا
 ہیروڈ وٹس مسیح سے تقریباً ۵۰۰ برس قبل کا حال لکھتا ہے کہ مصری لوگ سال
 میں کئی بار مراسم عبودیت بجالاتے تھے - اہم تہواروں میں ایک تہوار وہ تھا
 جو شہر باستینر (Bobastis) میں دیوی ڈیانا (Diana) کی پرستش
 میں منایا جاتا تھا - مرد و عورت سب جمع ہوتے تھے عورتیں ٹھول بجا بجا کر گاتی
 تھیں اور مرد بھی مختلف سازوں سے انکا ساتھ دیتے تھے -

برٹش میوزیم میں دو پتھر زمانہ قدیم کے اور ہیں ایک میں پانچ عورتیں بنی ہیں،
 جو ہاتھوں میں جھنجھنا لئے ہوئے بجا رہی ہیں - صرف ایک عورت کے ہاتھ میں
 نہیں ہے - لیکن وہ روشنی لئے ہوئے ہے - دو عورتیں تاج پہنے ہوئے ہیں اور باقی سب
 ڈوبیاں معمولی ہیں - سکا رڈز لکسن Gardener Wilkinson نے انکی تحریر
 پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ دونوں تاجدار عورتیں شاہ راسیس اعظم کی بیویاں ہیں اور باقی
 تینوں راہب کی ماں بیٹی، بہن ہیں - دوسرے پتھر میں ایک مجلس کی تصویر
 ہے - ایک جماعت مردوں اور عورتوں کی کرسی پر بیٹھی ہے - کینیزیں انھیں شراب
 پلا رہی ہیں اور گانے والی عورتیں نیچے فرش پر بیٹھی ہوئی ساز بجا بجا کر گاہری
 ہیں - کینیزیں اور گانے والیاں قریب قریب بالکل برہنہ ہیں -
 ارض بابل سے بھی ایک پتھر دستیاب ہوا ہے جس میں اسوقت کی تصویر

منقوش ہو۔ جب بادشاہ فاتحانہ حیثیت سے واپس آیا ہے اور ایک جماعت گانے بجانے والوں کی اُس کا خیر مقدم کر رہی ہو۔ اس جماعت میں پانچ مرد اور چار عورتیں بربط لئے ہوئے ہیں اور ایک عورت بانسری بجا رہی ہے سات عورتیں اور پانچ لڑکیاں تالی بجا رہی ہیں۔

زمانہ حال میں مصر کی رفاصہ عورتوں کو غوازی کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسل ہی الگ ہو کیونکہ پرلے مصری مقابر میں جو نقوش ہیں ان میں انہی وضع و صورت کی عورتیں قص کرتی ہوئی دکھائی گئی ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ غوازی عورتیں اسی نسل سے ہیں جو کسی زمانہ میں فراعنہ مصر کے سامنے ناچتی گاتی تھیں۔ اسی طرح گانے والی عورتوں کو موجودہ مصری زبان میں عوالم کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ فنوتیا کی زبان سے مستعار لیا گیا ہے جس میں عالماء کنواری اور مغنیہ کو کہتے ہیں۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ مصری عوالم کا تعلق فنوتیا کی سرزمین سے ہے اور وہاں کسی زمانہ میں فن رقص و سرود بہت ترنی پر تھا۔

موجودہ وحشی اقوام کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فن رقص و موسیقی اب تک قدیم وحشیانہ انداز سے اُن کے ہاں موجود ہے اور انہیں عورتیں بھی کافی حصہ لیتی ہیں۔
استدراک!

یکو دو کی وحشی عورتیں بچے چڑے کے کنارے کو پکڑ کر کمر تک بلند کرتی ہیں اور دوسرے ہاتھ سے اسپر لکڑی مارتی ہیں۔ گویا یہ ایک قسم کا دف ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ رقص بھی کرتی ہیں اور گاتی ہیں۔ وحشی اقوام میں نغمہ کے ساتھ تال دوسم کا بھی کھا کر کھا جاتا ہے جس کو وہ پاؤں کی ٹھوکریاں ہاتھ اور لکڑی کے ضرب سے ظاہر کرتی ہیں۔ یکو دو اقوام کی عورتیں گاتے وقت اسی طرح تال اور سم کو ظاہر کرتی ہیں اور مرد اسی تال اور سم کے کھا سے رقص کرتے ہیں۔

مسٹر کنگ بیان کرتے ہیں کہ زونی عورتیں انٹرپینے ہی گیت گاتی ہیں۔ جن میں مشاغل خانہ داری کا بیان زیادہ ہوتا ہے وہ کھیت میں کام کرنے، پانی بھرنے، چکی پیسنے، کھانا پکانے، اور بچوں کو سلانے کے اوقات میں مختلف گیت گاتی ہیں۔ ان کی ایک لوری یہاں درج کی جاتی ہے:

(لڑکی کے لئے)

”لے چھٹی سی عورت لڑکی لے چھٹی سی خوبصورت عورت اگرچہ
ابھی بچہ ہے۔ لیکن تو جلد کھیلنے لگے گی۔“

(لڑکے کیلئے)

”لے چھوٹے سہرا، تو اگرچہ ابھی بچہ ہے لیکن تو جلد بڑا ہو جائیگا
اور خرگوش کا سکار کرے گا۔“

استدراک

James Money, An. Anthropologist, Vol.

(re-produced by Mr. Cushing and Mr. Mason
in The Wn's Share in Pr. Culture.)

مسٹر ہنری بالفور کی روایت ہے کہ بحر الکاہل کے جنوب میں جو جزائر واقع ہیں ان کی وحشی عورتیں اکثر ناک سے بانسری بجاتی ہیں۔ جزائر مارکوس میں بھی عورت کی بہترین تفریح ناک سے بانسری بجانا ہے۔ جزائر فچی کی عورتیں بھی بانسری بجاتی ہیں اور اسی طریق سے۔

ایشیا میں بھی موسیقی بہت زمانہ قدیم سے رائج ہے۔ ہندوستان تو موسیقی کا گھر تھا کیونکہ ہندوؤں کا مذہب ہی مذہبِ رقص و نغمہ ہے۔ اب بھی وحشی عورتیں گانے میں مشاق ہیں اور ہر موسم، ہر وقت کے لحاظ سے مختلف گیت مختلف محنوں میں گاتی ہیں۔ علاوہ اشیاء کے اور تمام ممالک کے وحشی اب تک کوئی نہ کوئی موسیقی اپنے پاس رکھتے ہیں جس کا اگر سرائے لگایا جائے تو زمانہ قدیم سے اسکا سلسلہ مل جائیگا۔

فن آرائش و زیبائش میں عورت نے جس قدر زرتی کی وہ مختلف ممالک کے بلبوس و طریق آرائش سے ظاہر ہے۔ عورت نے اول اول جب اپنا خاموش قدم اس فن کی طرف بڑھایا، اس وقت کی کوئی صحیح تاریخ ہم کو نہیں معلوم ہو سکتی کیونکہ مسیح سے چھ ہزار برس قبل بھی کوڑیوں اور سیپ وغیرہ کے ہار استعمال کرنا رواج عورتوں میں پایا جاتا تھا۔

پھر کوڑیوں میں پر، کوڑیوں، مختلف رنگ کی گھاس اور پتیوں وغیرہ سے آرائشی پیدا کرنا بھی فن آرائش و زیبائش سے متعلق ہے جو نہ صرف زمانہ قدیم

استدراک: Marquies Island بحر الکاہل کا ایک جزیرہ۔

(Heritage of Dress) ۴

میں بلکہ آج بھی وحشی عورتوں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔

ناک چھیدنا، کانوں میں سوراخ کرنا۔ زیور پہننا، مندی لگانا۔ بیان کھانا
گودنے گدانا وغیرہ سب قدیم مراسم ہیں جن کو عورت نے اختراع کیا، مورثکت
ہے کہ پینلکو کے قدیم کھنڈروں میں وحشی عورتیں پانی کے چٹموں میں جا کر نہاتی
جیں یہاں وہ ان بڑے بڑے درختوں کے نیچے جمع ہوتی ہیں جن پر انگوڑ کی
پیلیں چڑھی رہتی ہیں وہ چٹموں میں دیکھ دیکھ کر جو ان کے قدرتی آئینے ہیں
اپنے بال سنوارتی ہیں اور سب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو وہ اپنے بنگلوں
لبوس کو جو نہایت قدیم وضع کا ہے پہنتی ہیں اور گھروں میں پانی بھر کر کھینکتی،
کو دتی گھروا پس جاتی ہیں

تبت کی عورتیں اک سیاہ روغن سے اپنے چہرہ کو رنگتی ہیں۔ اُن کا بیان
ہو کہ اس سے اُنکے چہرے گرم ہو اسے محفوظ رکھتے ہیں
انڈمان کی عورتیں سپید مٹی سے اپنے اور اپنے اعزاء کے جسم کو رنگتی ہیں اور
بھراٹھلیوں سے چہرہ پر نقش و نگار بناتی ہیں

بٹاگوٹا میں ہر صبح عورتیں اپنے مردوں کے بالوں میں گنگمی کر کے انھیں
آراستہ کرتی ہیں اور ان کے چہروں کو رنگتی ہیں۔ اگر کسی کے پاس آئینہ ہوتا ہو
تو اسکو دیکھ کر اپنا چہرہ بھی رنگ لیتی ہیں جس رات کو ان کی شادی ہوتی ہے

استدراک: Morelet, Travels in Central America

Reekhill, Land of Lamas

Man. Andaman Islander, 1883

وہ اپنے سائے جسم کو سپید رنگ سے رنگ لیتی ہیں اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے جسم کو بھی رنگ دیتی ہیں۔

یورپ و امریکہ کی دوکانوں میں اب نائی کی خدمت عورتوں کے سپرد ہوتی جاتی ہو اور یہ واقعہ ہو کہ عورت کو اپنے زمانہ وحشت سے اس عہد کا بھی تجربہ ہو۔ چنانچہ جزیرہ اندامان میں جس وقت بچہ ہوتا ہے تو ماں اپنا دودھ نکال کر بچے کے سر کے بال اس سے تر کرتی ہو اور پھر پیشہ کے ٹکڑے سے خود ہی اس کا سر بھی مونڈ دیتی ہو۔ یہاں مردوں کے سر بھی عورت ہی مونڈتی ہو اور ہر دس دن میں اپنا سر بھی صاف کر لیتی ہو۔

فن نقاشی کے متعلق بوناموں کے ہاں زمانہ قدیم سے یہ روایت چلی آتی ہے کہ کارنٹھ (Corinth) کے ایک برتن بنانے والے ڈیوٹیڈس (Dibutades) کی لڑکی ایک شام جب اپنے عاشق کے پاس سے واپس آئی تو اس نے اپنا سایہ چراغ کی روشنی میں دیوار پر پڑتے ہوئے دیکھا۔ فوراً اس کے ذہن میں یکہ خیال پیدا ہوا اور فوراً ایک نوک دار آئینے سے دیوار پر جہاں جہاں سایہ تھا خط کھینچا۔ جب اس کا باپ گھر آیا تو اس نے اپنی بیٹی کی ذہانت کو بہت پسند کیا اور اس کا حصہ پلاستر کا دیوار سے الگ کر کے گیلی می میں اس کا ایک ٹکچہ بنا دیا۔ اپنے برتنوں کے ساتھ اسے بھی بکایا۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو فن نقاشی کی

استدراک Man, Andaman Islander, 1883

Man, Audaman Islanders

Heaton's History of painting

ایجاد بھی عورت ہی کی تھمرتی ہے۔ لیکن اگر یہ صحیح نہ ہو تو بھی اس باب میں عورت
 کے لئے یہ فخر کم نہیں ہو کہ اُس نے اپنی ذات سے نقوشِ فطرت کی بہترین
 مثالیں پیش کیں جو صحیح معنی میں مصوری و نقاشی کہی جاسکتی ہیں۔ علاوہ اسکے
 نوکریوں، بزموں، کپڑوں میں جزوقا شیاں عورت نے کی ہیں اور جن کا ذکر اس کے
 قبل ہو چکا ہو وہ بھی حقیقتاً اسی فن سے متعلق تھیں اور جنہوں نے بعد کے ایک
 مستقل صنعت کی صورت مللی و اختیار کر لی۔

ادبی جواہر زوین

کے متلاشی

پتر ذیل سے
فہرست محتب
 مفت طلبہ بالین

پتلا صدیق بک ڈپو امین آباد لکھنؤ

انھویں فصل

عورت اور زبان

سب سے زیادہ مہتمم بالانسان اور عجیب و غریب صفت انسان کی جو اسکو تمام مخلوقات عالم سے ممتاز کرتی ہے اور ارتقاء کے لئے جو ہر اولیٰ کی سی حیثیت رکھتی ہے زبان یا گفتگو ہے۔ انسان کے ناطق ہونے کی صفت اگ ایسی ممتاز صفت ہو کہ اس میں دنیا کی کوئی مخلوق اس کی مثل و مشرک نہیں ہو جس وقت منطق والوں نے انسان کی حد و تعریف، مرتب کرنی چاہی تو سب سے پہلے اس کی حدت و محالیت ظاہری کو دیکھا اور یوں ابتداء کی کہ ہو جو جان (حیوان ہونے میں شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ وہ بھی مثل دیگر حیوانات کے ذی حیات ہے لیکن محض حیوان کہہ دیتے سے وہ دیگر حیوانات سے جدا نہیں ہو سکتا تھا اسلئے اُسکے آگے ایک صفت اور مستقیم القامہ کی بڑھائی۔ کیوں کہ اُس وقت تک کوئی دوسرا جانور مستقیم القامہ نظر نہ کیا تھا۔ لیکن جب چیمپنزی (Chimpanzee) کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی سیدھا چلتا ہے۔ اسلئے یہ صفت بھی انسان سے مخصوص نہ ہو سکی پھر صفت وسیع الاظفار کا اضافہ کیا لیکن جب بندروں کو دیکھا تو ان کے ناخن کو بھی انسان کے مثل چڑا اور وسیع پایا۔ پھر متحرک بالا راہہ کہا۔ لیکن حرکت ارادی بھی تمام حیوانات کی صفت تھی اسلئے مجبور ہو کر انھوں نے انسان کو حیوان ناطق کہا اور اب یہ حد مکمل ہو گئی۔ کیونکہ صفت نطق اک ایسی صفت انسانی ہے جس میں

کوئی دوسرا جائزہ شریک نہیں۔ اسلئے ظاہر ہو کہ نطق انسان کی تاریخ مرتب کرنا نہ صرف نہایت اہم بلکہ دشوار بھی ہو۔

یقیناً جس طرح دیگر اکتسابات انسانی کی ابتداء محض انسان ہی کی سہی و کاوش سے ہوئی، اس طرح نطق کے لئے بھی اُسے کوئی طریقہ اختراع کیا ہوگا۔ رہا یہ امر کہ وہ طریقہ کیا تھا اور نطق کی ابتدا کس طرح ہوئی، یہ بیان کرنا بہت دشوار ہو۔ البتہ صرف قیاس سے کہا جاسکتا ہو کہ اسکی ابتداء ارادی غیر الہی دونوں طریق سے ہوئی ہوگی یعنی یا تو اسنے اپنے خیال و اثر کو تصد کر کے ظاہر کیا ہوگا یا یہ کہ لذت و الم کے عالم میں کوئی بے اختیار آواز اسکے منہ سے نکل گئی ہوگی۔ ایک تیسری صورت اور بھی ہو سکتی ہو اور وہ یہ کہ اُسنے حیوانات کی آواز کی نقل کی ہو۔ لیکن یہ بھی تقسیم ارادی کے تحت میں آتی ہو اسلئے اسکے جداگانہ ذکر کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ بہر حال اس وقت تک یہ امر محقق نہیں ہو سکا کہ زبان کی حقیقی بنیاد کب اور کس طرح پڑی۔ لیکن جو وقت یہ امر محقق ہو جائے گا اور تمام قیاسی نظریات پر اس مسئلہ کے متعلق غور کیا جائیگا تو اس میں شک نہیں کہ نطق اولین یا زبان ابتدائی کے اختراع اور سمجھ و فہم میں عورت کا بھی بڑا حصہ پایا جائیگا۔

یہ امر فراموش کرنے کے قابل نہیں ہو کہ جس طرح انسان نے دیگر اوزار وغیرہ ایجاد کئے ہیں اسی طرح زبان بھی اختراعات انسانی میں سے اہم ترین چیز ہے جسے یقیناً دیگر اختراعات کی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی کے مختلف تیز رفتاری کو قبول کرنے کے لئے بہ معنی حالت سے ایک با معنی حالت اختیار کی۔

اول اول زبان میں اساء و افعال و غبرہ کی کوئی تقسیم نہ تھی جیسی کہ اب نظر آتی ہے بلکہ وہ مجموعہ تھی چند الفاظ یا چند مختصر جملوں کا جس کو ہم صرف ایک صلیب صوت مسلسل کہہ سکتے ہیں۔ ان سے مختلف جذبات، حسیات، خواہشات و داعیات کا بغیر کسی اصول کے اظہار کر دیا جاتا تھا۔ اور اس اظہار کو آواز کے تہا چڑھوا کر اور اعضاء کی جنبش سے اور زیادہ نمایاں اور سیر الفہم بنا دیا جاتا تھا۔ اگر آپ نے ایک گونگے کو اپنا مافی الضمیر ظاہر کرتے ہوئے کبھی دیکھا ہو تو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ ابتداً آفرینش میں زبان کی ابتدا کیوں کر ہوئی ہوگی۔

جس طرح یہ ظاہر ہے کہ ان اشارات و اصوات کی اختراع وترقی عورت زمانہ قدیم کے وحشیوں کا کام تھا۔ سید طرح یہ بھی اک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اس خزانہ درتقی میں بڑا حصہ عورت اور عورت کے دماغ کا تھا۔ بچوں کہ عورت ہرگز کسی کام اور کسی نہ کسی صنعت میں مشغول رہتی تھی، اس لئے لازم ہے کہ اس نے پہلے انھیں کاموں و صنعتوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہوگا۔ اور اس اظہار کے لئے اس نے اصوات و اشارات اور پھر رفتہ رفتہ الفاظ و فقرات مرتب کئے ہوں گے۔ ہم آج بھی دیکھتے ہیں کہ چند عورتیں بیٹھ جاتی ہیں تو پھر گفتگو کا ایک سلسلہ نامتناہی شروع ہو جاتا ہے اور وہ بات کرنے سے کبھی نہیں روکتیں۔

یقیناً زمانہ قدیم میں بھی عورت کی اس فطری خصوصیت کا یہی عالم رہا ہوگا اور اس لئے اُس کو اختراع الفاظ و غبرہ کا اولین موقع ملا۔ چون کہ عورت زمانہ وحشت میں غذا مینا کرنے، کھال درست کرنے، پینے وغیرہ کی حد تک انجام دیتی تھی (جیسا کہ اس سے قبل ظاہر کیا جا چکا ہے) اس لئے یقیناً عورت کو اشارات

اصوات سے زیادہ کام لینا پڑتا ہو گا تاکہ وہ اپنے بچوں کو مافی النہیر سمجھائے اور
اس طرح مسلسل تکرار و مشق سے رفتہ رفتہ گفتگو یا زبان کے لئے الفاظ وغیرہ کا
کافی ذخیرہ فراہم ہوتا گیا۔

ڈاکٹر برنٹن Doctor Brinton اپنی ایک تحریر میں ظاہر کرتے
ہیں کہ بہت قدیم زمانوں میں نہ صرف ایک سلسلہ ایسے الفاظ و اصوات کا عورت
سے مخصوص ہونا پایا جاتا ہے بلکہ بہت سی قوموں میں عورتوں کی زبان ہی
مردوں سے علیحدہ تھی۔

ادورڈ جان پین Edward John Payne اپنی کتاب تاریخ
امریکہ میں لکھتے ہیں کہ وہ تمام مذاہج جن کو زبان نے ترقی تک پہنچنے کے لئے طے
کیا، پر وہ غماز میں ہیں لیکن یقیناً جو کہ غذا کی تلاش ایک بڑا باعث اختراع
زبان کا تھا اور حیب اشارات و اصوات کے ذریعہ سے اشیاء کے نام ظاہر کر کے
جاننے لگے تو ایسے کے ساتھ ان اشیاء کو اچھایا برائیاں کر کے لئے بھی الفاظ یا
اصوات کا استعمال شروع ہوا اور چونکہ درختوں کے استعمالات و مسارف
معلوم کرنے میں عورت کا بڑا حصہ ہے۔ اس لئے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ زبان
کائناتی میں بھی اسکے احسانات سے ہی عظیم ہے۔

مسٹر ادورڈ جان صرف غذائی اشیاء کے متعلق یہ تو جہہ کرتے ہیں لیکن کوئی
وجہ نہیں کہ ان تمام دیگر مشاغل کی نسبت بھی یہی تو جہہ نہ قائم کی جائے جو صرف
عورت کی ذات سے قائم تھے زمانہ قدیم میں چوں کہ مردوں کا زیادہ وقت شکار

میں صرف ہوتا تھا اس لئے وہ زیادہ تر تنہا رہتے تھے اور خاموش۔ برخلاف اسکے عورتیں تنہا نہ رہتی تھیں اور ان کے مشاغل بھی کثیر و مختلف تھے۔ اسلئے ظاہر ہو کہ ان کو بات کرنے کا موقع بھی تھا اور ضرورت بھی۔ وہ چیزیں جن کو مرد بناتے تھے اور جو مرد و عورت دونوں کے استعمال میں آتی تھیں ان کا نام رکھنے میں مرد نے ابتدا کی ہوگی۔ لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ عورت نے اُن کا نام اپنے فرائض و طریقہ استعمال سے جدا رکھا ہوگا جو مردوں کے مقرر کئے ہوئے ناموں سے مختلف رہا ہوگا۔ اس کا ثبوت آج بھی ہر خاندان میں مل سکتا ہے۔ مذہب لوگوں میں یہ فرق پیدا نہیں ہوا اور مرد و عورت کی زبانیں قریب قریب ایک ہی ہیں۔ لیکن وحشی لوگوں میں یہ فرق بین طور سے نظر آتا ہے۔ اور مرد و عورت کی زبان میں بہت تفاوت ہے۔

یہ بھی اک مسئلہ امر ہے کہ جس طرح زبان کی ابتدا بذریعہ اصوات و اشارات اظہار جذبات سے ہوئی اسی طرح الفاظ کی اختراع علیٰ مخصوص انشاء کے نام رکھنے میں خود ان اشارات کے حالات سے اخذ کی گئی۔ جس طرح مرنے شکار کے وقت جانوروں کی آوازیں سنکر ان کی نقل کی ہوگی۔ اسی طرح پیسے پکانے، کھال صاف کرنے اور دیگر مشاغل میں مصروف ہونے کے وقت جو آوازاں چیزوں سے پیدا ہوتی ہوگی یقیناً اسی آواز کی مثال عود کئے بھی اک آواز پیدا کر کے اس چیز کا نام رکھا ہوگا اور جس کے عود کے مشاغل زیادہ تھے اسلئے ظاہر ہے کہ اسکو تسمیہ اشیاء کا زیادہ موقع تھا اور اسنے زبان کی ترتیب میں زیادہ حصہ لیا ہوگا۔

پھر اسکے علاوہ جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ عورت کی خلق و زبان کی

ساخت نقل اصوات کے لئے اور کان کے اعصاب کا نظام ایک آواز کو بہت جلد سن لینے کے لئے زیادہ موزوں وہی جس سے تو ہمیں اسکا اور بھی یقین ہو جاتا ہو کہ نقل اصوات کے ذریعہ سے تسمیہ اشیا میں عورت نے بہت بڑا حصہ لیا ہوگا۔

تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ اشیا کی تبدیلی، تبدیلی اہم کو لازم نہیں ہو زمانہ وحشت میں بہتے فنون ایسے تھے جن کو عورت نے اختراع کیا اور زمانہ مابعد میں مردوں نے ان کو اختیار کر لیا۔ لیکن نام وہی قائم رہا جو پہلے تھا۔ اس امر کا ثبوت کہ زمانہ قدیم کے الفاظ اب تک قائم ہیں اس واقعہ سے ملتا ہو۔ اب نوابو زبان میں کان کو ”ہگان“ کہتے ہیں اور زونی زبان میں ہام، یون، نی۔ وحشی زبانوں کی لغت میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ ہگان صرف جھاڑی کو کہتے ہیں اور ہام۔ یون۔ نی کے معنی بھی جھاڑی یا گھاس کے ہیں۔ ہر چند اب ان کے مکان گھاس پھوس کے نہیں ہوئے لیکن چونکہ اول اول مکان پتی وغیرہ سے بنائے جاتے تھے، اس لئے جو نام زمانہ قدیم میں رکھا گیا تھا اب تک قائم ہو۔

زمانہ قدیم میں اشیا و خیالات کو ایک مستقل وجود سے تعبیر کرنے کا رواج تھا مردوں میں عورتوں کے نتیجہ محنت کو اور عورتوں میں خود اپنے مردوں کے نتیجہ محنت کو شخص و مجسم قرار دینے کا دستور تھا اور ان میں تذکیر و انث کا فرق بھی استعمال کرینوالے یا مختصر کی جنس کے لحاظ سے قائم تھا۔

موجودہ یورپ کا ملاح جہاز کو مونث کہتا ہو اور اس سے قبل یونانی اور روم کے ملاح بھی جہاز کو مونث ہی بولتے تھے۔ اور جہاز کو عورت سمجھنا یقیناً بہت قدیم

خیال ہے جس کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ عورت اسکی خضر ع تھی۔ یا یہ کہ مرد اسکی ضرورت کو اسطرح محسوس کرتا تھا، جسطرح ایک عورت کی ضرورت کو۔

زبان یا گفتگو کے بعد فن تحریر جو اور اس میں شک نہیں کہ اول اول تحریر کا رواج تصویروں کی صورت میں رائج ہوا اور چونکہ زمانہ قدیم میں کوئی اصول بالآئیے نہ تھے کہ وہ ایک چیز کی تصویر کو ہمیشہ یکساں بنا سکتیں، اسلئے رفتہ رفتہ تصویریں مختصر ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ ایک زمانہ کے بعد انھوں نے ہر غلفی اور پھر آہستہ آہستہ اتنے اور زمانہ سے حروف کی صورت اختیار کر لی۔ یہ امر کہ ایک ہی تصویر مختلف نقلوں کے بعد کیا صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس کی تصریح مسطر

ہنری بالفور Mr. Henry Balfour کے ایک واقعہ سے ہوتی ہو کہ اُس نے ایک تصویر بنائی جس میں ایک لکڑی پر گھونگھا لپٹا ہوا تھا۔ یہ تصویر نقل کے لئے ایک شخص کو دی اس نقل کی دوبارہ نقل کرنے کے لئے دوسرے شخص کو دی گئی یہاں تک کہ آخری نقل بارہویں شخص کے ہاتھ سے نکلی وہ اسقدر بدل گئی تھی کہ لکڑی ایک شاخ معلوم ہوتی تھی اور گھونگھا ایک بیٹھا ہوا پرندہ نظر آتا تھا اس سے معلوم ہو سکتا ہو کہ تصویر ہی رسم خط اس طرح رفتہ رفتہ حروف کی صورت میں تبدیل ہوا ہو گا۔

اب یہ تحقیق رہ جاتی ہو کہ عورت اس میں کس قدر حصہ لیا۔ یا مر پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ عورت کا اعلیٰ بننے اور برتن بنانے کے فن سے کس قدر ہر اور اُس نے ٹوکروں اکلوں، برتنوں وغیرہ میں کیسے کیسے نقوش بنائے بھینس کے چہروں کے کپڑے جن پر بہتے نقوش و تصویریں ہوتی ہیں صرف عورتیں ہی بناتی تھیں جسم پر

گودنے گدانا بھی تخریر نقوش وغیرہ کی ایک قسم جو عورتوں ہی سے شروع ہوا اور انوقت بھی عورتوں ہی کی ذات سے قائم ہے۔ علاوہ اسکے اشارات کی زبان زمانہ قدیم میں ایک جداگانہ چیز تھی جس میں عورتیں بہت مشاق تھیں۔

برگھیم (Brigham) بیان کرتا ہے کہ میں نے جزیرہ ہوائی میں ضعیف عورتوں کو نا لیا مذی کے کنارے درخت کے نیچے لکڑی کی ضرب سے آواز پیدا کرتے دیکھا ہے وہ اس طرح ایک وادی سے دوسری وادی میں خبریں پہنچاتی ہیں۔ یہ ضربات کبھی مسلسل اور کبھی وقفہ کے ساتھ ہوتی ہیں جس کا مفہوم وہی لوگ خوب سمجھتے ہیں۔ یہ قدیم زمانہ کا ٹیلیگراف تھا جس کی نقل اس زمانہ کی بھی بحری وبری افواج کی زبان اشارات ہو

افریقہ میں ڈھول کی ایک زبان الگ ہے جس کو مرد و عورت بخوبی سمجھتے ہیں زمانہ قدیم میں اشاعت زبان مخصوص طور سے زیادہ عورت کی ممنون ہے آسٹریلیا، افریقہ، امریکا میں مختلف زبانیں بولنے والی قومیں ایک دوسرے کے حدود و درقہ میں داخل ہو کر جنگ کیا کرتی تھیں لیکن عورتوں کو ہلاک کرنے کا دستور نہیں تھا۔ وہ مال غنیمت سمجھی جاتی تھیں ورنہ قتل و غارت گری کو لڑباں بنا لیتی تھی۔ یہ عورتیں غلامی کی حالت میں مٹی جگہ پہنچ کر اپنی صنعتوں کو بھی رائج کرتی تھیں اور اپنی زبان کی اشاعت بھی کرتی تھیں۔ ایران کی تعاد زیادہ ہوتی تو وہ باہم اپنی اصلی زبان میں بھی گفتگو کرتیں اور نئی زبان بھی سیکھتیں۔ اگر وہ اپنے ساتھ کوئی

نئی صنعت لائیں جس کا کوئی نام فاتح قوم میں نہ ہوتا تو وہ اسکے لئے وہی صلی لفظ اپنی مادری زبان کا استعمال کرتیں اور اس طرح نئی زبان میں اضافہ ہوتا جاتا چونکہ زمانہ قدیم میں اس طرح کی جنگ مختلف قوموں میں اکثر ہوا کرتی تھی اس لئے مختلف قوموں کی عورتیں آپس میں مل جل کر زبان کی ترنی میں بڑا حصہ لے رہی تھیں۔

مٹس فرینچ شیلڈن (French Sheldon) لکھتے ہیں کہ مشرقی افریقہ کی عورتیں زمانہ صلح میں دو قوں کے درمیان اڑھکے اور ہر پیام پہنچاتیں۔ اور حالت جنگ میں جاسوسی کی خدمات بھی انجام دیتی تھیں اور وہ ان خدمات کو صرف اسی لئے اچھی طرح انجام دے سکتی تھیں کہ وہ مختلف زبانوں میں گفتگو کر سکتی تھیں شمالی کالیفرنیا میں بائین کلا ہتھ (Klamath) مٹسن (Mutsun) مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں جو ایک دوسری سے بالکل جدا تھیں۔

امریکہ میں شادی زیادہ تر قوم کے اندر ہی کی جاتی تھی اور غیر قوم کی عورتوں سے بہت کم کی جاتی تھی اس لئے وہاں کی زبان کی قسمیں آسانی سے ہو سکتی ہیں۔ وسط امریکہ کی عورتیں قبول برٹن بہت ملی جلی تھیں اور ان میں غیر قوموں کی عورتیں بھی شامل تھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر زبان کے الفاظ بہت مل گئے افریقہ میں یہ بات نہیں ہو وہاں کی زبانیں ایک وسیع رقبہ کے اندر باہم ایک دوسرے سے بہت ملتی جلتی ہیں اور سارے ملک میں یہ لحاظ زبان کے صرف تین رقبے ہیں جہاں کی زبان ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ ان تینوں قبول ہیں جنگ اور دہم غلامی کی وجہ سے عورت اور اسکے ساتھ الفاظ کا تبادلہ بہت

زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے اسلئے یہاں کی عورتیں ایک دوسرے کی زبان کو
اچھی طرح سمجھ لیتی ہیں۔

ظاہر ہو کہ دنیا میں تہذیب و تمدن کی ترقی کا مفہوم سولے اسکے کچھ نہیں
ہے کہ اس میں نئے فنون، نئے خیالات، نئے الفاظ شامل ہوتے گئے اور اگر
غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس کا باعث زیادہ تر عورت ہی تھی جیسا کہ گزشتہ
ادراق کے مطالعہ سے ثابت ہو۔

آسٹریلیا (Australia) میں اکثر ایسا دیکھا جاتا ہے کہ مرد و عورت کی زبان
بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہو اور شادی کے بعد اپنی اپنی زبان بولتی ہیں۔
مغربی وکٹوریہ کی بعض قوموں میں مرد اس عورت سے شادی میں نہیں کر سکتا جو وہی
زبان بولتی ہو جو مرد کی ہے اور قبل شادی کے جب ایک دوسرے کے قبیلے میں جاتے
ہیں تو اس قبیلہ کی زبان میں گفتگو کرنا ممنوع ہو۔

چین میں چوں کہ عورتیں ادھکے اور قتل نہیں ہوتیں اسلئے وہاں کی
زبانیں بہت مختلف ہیں۔ یہاں تک کہ ایک صوبہ کا محض دوسرے صوبہ کی
زبان وغیرہ نہیں سمجھ سکتا۔

اس قدر بیان سے یہ مراد نفع ہو گیا ہو گا کہ زبان کی اشاعت کس طرح ہوئی
اور کیوں کر رفتہ رفتہ اس میں ترقی ہوتی گئی۔ چوں کہ عورتیں فطرتاً زیادہ گفتگو
کر سکتی تھیں اور اپنے مشاغل کے لحاظ سے ان کے پاس ہر ماہ گفتگو بہت تھا
اسلئے جب وہ ادھر سے ادھر شادی یا غلامی کے سلسلہ میں منتقل ہوئیں تو وہ

اپنے ساتھ اپنے خیالات والفاظ کو بھی لے گئیں۔ اور اس طرح زبان میں ترقی ہوتی گئی۔

جس طرح اختراع زبان کا مسئلہ اہم ہے اسی طرح حفاظت کا مسئلہ بھی اہم اور عورتوں نے اس میں بھی بڑا حصہ لیا ہے۔ چونکہ ابتدائے عالم سے عورتوں نے مختلف ایسے فنون کی بنیاد ڈالی جو امتداد زمانہ کے ساتھ بجائے ٹٹنے کے ترقی کرنے کے اہل تھے اور اب تک قائم ہیں اسلئے انھوں نے اُن فنون کے متعلق جو زبان اختراع کی اس کو بھی قائم رہنا تھا اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت دنیا کو ہزاروں مشاغل و فنون کے متعلق کتنے الفاظ ایسے ہیں جو عورت ہی کے ایجاد کئے ہوئے ہیں۔

علاوہ اسکے جب ایک قوم کی اُن روایات پر غور کیا جاتا ہے جو اس میں زمانہ قدیم سے رائج چلی آتی ہیں تو یقین کرنا پڑتا ہے کہ عورت نے حفاظت زبان میں کس قدر حصہ لیا ہے۔ قومی کہانیاں، پہیلیاں، لہجے، گیت وغیرہ یا کھانا یہ سب عورت ہی کا کام ہے اور وہی اپنے بچوں کو عالم شیر خواہی و کم سنی میں سنانے کی بات سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی قوت حافظہ بہ نسبت مرد کے زبردست ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کس طرح وہ بچوں کی پرورش کے ساتھ زبان کی مشکلات کو اُس کیلئے آسان بناتی ہے اور کیوں کر اپنے دماغ کے ایک دوسرے نئے دماغ میں منتقل کرتی ہے۔ پھر حفاظت و اشاعت زبان کے علاوہ الفاظ میں تغیر و تبدل، ان کے معنی میں درست و مختصر، جملوں کی ترتیب میں اصلاح و تجدید وغیرہ بھی عورت کی بڑی حد تک ممنون ہے۔ اگر ایک شخص

فرانسیسی و جرمن زبان سیکھنا چاہیے تو پوری مشاقی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مرد اور عورت دونوں سے تعلیم حاصل کرے۔ کیوں کہ دونوں کے محاورات اور دونوں کے انداز گفتگو میں بہت فرق ہے۔ انگلستان کے ان مدارس میں جہاں یہ زبانیں سکھائی جاتی ہیں مرد و عورت دونوں مقرر کئے جاتے ہیں تاکہ طلبہ کو ہمارے تمام محال ہو جائے۔

بہر حال زبان کے متعلق عورت کی خدمات اس قدر صاف اور کھلی ہوئی ہیں کہ ان سے کسی کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ آج بھی تمام مہذب ممالک میں ایک شخص سے اس کی مادری زبان کی نسبت سوال کیا جاتا ہے۔ کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ اسکی پدری زبان کیا ہے۔ اس کی وجہ نہ صرف یہ ہے کہ ایک شخص زبانوں ہی کے آغوش میں جھل کر رہتا ہے بلکہ یہ سبب بھی ہے کہ ماں بوجہ فخر و محافظت زبان ہونے کے زیادہ اہل ہے کہ وہ زبان کا درس دے سکے۔

یہ امر کہ عورت کو زبان پر زیادہ قدرت حاصل ہے، یہ کہ وہ قدرتنا اختراع و حفاظت کی زیادہ اہل ہے، ہر ملک کی زبان کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خود ہندوستان کے اندر تعلیم یافتہ مہذب طبقوں میں دیکھئے کہ خانگی زندگی کے متعلق جتنے بڑا ذخیرہ الفاظ کا عورت کے پاس ہے مرد کے پاس نہیں، محاورات، ضرب الامثال، لطیفے، قصص و حکایات وغیرہ یہ سب عورت ہی کے دماغ میں محفوظ ہیں۔ لکھنؤ اور دہلی میں جہاں کی اردو کسی زمانہ میں مشہور تھی صرف عورتوں ہی کی زبان مستند سمجھی جاتی تھی اور آج بھی اگر کوئی شخص ان مقامات کی اصلی و صحیح زبان سیکھنا چاہتا ہے تو صرف عورتوں ہی سے سیکھ سکتا ہے۔

بڑی جماعت مردوں کی ایسی ہو جو ان کے محاورات و الفاظ سے واقف نہیں ہوں۔ اس لئے ظاہر ہو کہ ان محاورات و الفاظ کو عورت ہی نے اختراع کیا۔ اور وہی ان کا استعمال بناتی ہو اگر مردان کا اختراع ہوتا تو سمجھنا بھی ضرور علاوہ اس کے تمام انوار میں میں کچھ نہ کچھ مراسم قائم ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر حصہ انھیں مراسم کا ہو جو عورتوں اور عورتوں کی زندگی و مشاغل سے متعلق ہیں۔ پھر ان مراسم کے متعلق مختلف الفاظ مختلف محاورات جس قدر عورت کو یاد ہیں مرد کو نہیں۔ اسکی وجہ ظاہر ہو کہ مردوں کو ان مراسم سے بہت کم تعلق ہو اور اُسکے متعلق الفاظ و محاورات ان کے دماغ میں محفوظ نہ رہ سکتے تھے۔

زبان کی تہذیب شائستگی کے متعلق یقیناً نظم یا شعر کوئی بھی اک ایسی چیز ہو جسکو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور شاید اس میں مرد کے کارنامے زیادہ وسیع پائے جائینگے لیکن جہت ہم شعر کی ماہیت و حقیقت پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی عورت کا وجود قریب قریب وہی کام کر رہا ہے جو دیگر فنون کی ترقی میں عورت نے وحشیوں سے ارتقاء عالم میں مدد کی ہو۔ ایک حیثیت تو یہ تھی کہ خود اس شخص بعض فنون و مشاغل ایجاد کئے اور دوسری حیثیت یہ تھی کہ وہ بعض فنون کی ایجاد و اختراع کا باعث ہوئی۔ یا بالفاظ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بعض خیالات خود اس کے دماغ نے پیدا کئے اور بعض خیالات اسنے دوسروں کے دماغ میں منتقل کئے اور وہ وہاں سے رونما ہوئے۔ پس شاعری میں عورت کا حصہ اسی دوسری حیثیت سے ہو کہ اسکے اندر جن خیالات کا اظہار ہوتا ہو وہ عورت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں جو محتاج تشریح نہیں پھر علاوہ اس کے وحشیوں کی زبان کا مطالعہ

کرنے سے معلوم ہوتا ہو کہ ان کے یہاں زمانہ قدیم سے تشبیہات و استعارات کا رواج چلا آتا ہے۔ پھر وہ تشبیہات یا تو فطری مناظر سے متعلق ہوتی تھیں یا ان مناظر سے جو مشاغل حیات سے متعلق تھے۔ اور جو کہ مشاغل حیات قریب قریب سب عورت ہی کے دم سے وابستہ تھے اس لئے اس لئے اس لئے تشبیہات تمام تر وہی ہوتی تھیں جو عورت یا اسکے اکتسابات سے واسطہ رکھتی تھیں یہاں تک کہ زمانہ وحشت میں انسان کی زندگی کو بھی تشبیہ دیتے تھے اس مال سے جو کارگہ میں ادھر سے ادھر عورت کے ہاتھ سے متحرک رہتی تھی اس سے ظاہر ہو کہ شاعری پر بھی عورت کا کس قدر اثر تھا اور ہے۔

فنِ تحریر کے متعلق ہم اس سے قبل ظاہر کر چکے ہیں کہ وہ کس طرح عالمِ وجود میں آیا اور اس میں عورت نے کتنا حصہ لیا۔ دنیا میں نقاشی کی اختراع غالباً عورت ہی کی ہو جس نے اول اول اپنی ٹوکریوں اور اپنے برتنوں میں مختلف قسم کی تصاویر و نقوش بنائے اور اس لئے تحریر کی اولیں صورت جو صرف تصویر سازی کی صورت میں تھی یقیناً عورت ہی کی ایجاد یا اسکے ایجاد کی تقلید سمجھی جائے گی۔ اشاعتِ زبان کی نسبت بھی ہم کہہ چکے ہیں کہ اسکی باعث بھی عورت تھی۔ لیکن اگر اس صورت کو نظر انداز بھی کر دیا جائے اور اسکے ادھر سے ادھر نقل ہونے کے واقعہ پر زیادہ لحاظ نہ کیا جائے تو بھی بلا یک رفیق حقیقت ہو کہ بچہ کتنے عرصہ تک ماں کے آغوش میں اور پھر اُس کے بعد کتنے زمانہ تک اُس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ اگر ماں گونگی ہو تو صرف باپ کی قوت گویائی سچہ کو زبان کی تعلیم نہیں دے سکتی کیونکہ حقیقتاً اُسکی تعلیم تو اسی وقت سے شروع ہوتی ہے جب ماں رات کی تنہائی میں صبح و شام کی

خلوت میں تنہا اس معصوم بچے سے گھٹنوں باتیں کرتی رہتی ہو اور باوجود اسکے کہ وہ جانتی ہو یہ کچھ نہیں سمجھا لیکن وہ اسکو قصے کہانیاں، لوریاں سنانے سے کبھی نہیں تھکتی اگر بچہ اسکی اس مجنونانہ شفقت سے متاثر ہو کر نہیں بلکہ یوں ہی بوجھیا رہا نہیں پڑتا ہو تو وہ اپنی ساری محنتوں کا کافی اجر سمجھتی ہو۔ کیا مرد کی طرف سے کبھی یہ توقع قائم کی جاسکتی ہو کہ وہ کسی زبان کی تعلیم اپنے بچہ کو اس قدر صبر و تحمل سے ہی دیکھاوش کے ساتھ دے سکتا ہو؟

چونکہ تعلیم کا تعلق نفس سے ہو اور اسکو صرف ایک روحانی قوت ہی ترین طریق سے متاثر کر سکتی ہے، اسلئے مرد اس مسئلہ میں بہ نسبت عورت کے بہت کم درجہ ہو۔

تمام ہندوستان میں
جدید اردو لٹریچر کا سب سے بڑا مخزن
صدیق باب ڈپلکٹ ہو
مہرست طلبہ مائے

فصل نویں

عورت اور معاشرت

اگر زمانہ دشت میں کوئی سخت ترین وقت عورت کے لئے تھا تو وہ وضع حمل کا وقت تھا۔ قریب قریب تمام وحشی اقوام میں یہ دستور جاری تھا کہ جب بچہ پیدا ہونے کا زمانہ قریب آجاتا تھا، تو وہ تنہا جھگل میں بھل جاتی اور اس وقت تک واپس نہیں آتی تھی جب تک وہ وضع حمل سے فالغ نہ ہو جائے۔ جب بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ اپنے جھوپڑے کو واپس آجاتی تھی، تو اُس سے کوئی سوال نہیں کیا جاتا تھا۔ بہت کم تو میں ایسی تھیں جن میں عورت کیسا تھ کوئی جھگل جاتا ہو اور اس وقت صعب میں کوئی اسکی مدد کرتا ہو۔

گانا کی توہوں میں عجیب و غریب دستور جاری تھا۔ اُن کی حاملہ عورتیں اخیر دن تک گھر کا کام کرتی رہتی تھیں، اور جب وضع حمل کا وقت باصل قریب آجاتا تھا، تو وہ تنہا کسی عورت کے ساتھ جھگل بھل جاتی تھی۔ اور بچہ پیدا ہونے کے صرف چند گھنٹوں کے بعد گھر واپس آجاتی تھی۔ مرد یہ خبر معلوم کرنے کے بعد سارے کام چھوڑ کر کوہ میں جا کر بیماریوں کی طرح لیٹ جاتا۔ اور نہانا، دھونا، شکار کرنا، گوشت وغیرہ کھانا ترک کر دیتا۔ اور تمام عورتیں اُس کی خدمت میں مصروف رہتیں۔ گو یہ مصیبت اسی پر نازل ہوتی تھی۔ عورتیں اپنے

بچوں کو تین چار سال تک دودھ پلاتی تھیں اور کام کرنے کے وقت بچہ کو ایک جھولے میں ڈال کر اپنے گلے یا شانہ میں ٹکالیتی تھیں بچے جب چلنے کے قابل ہو جاتے تھے تو وہ اپنے والدین کے مشاغل سیکھتے تھے۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد باپ کا گوشہ نشین ہو جانا بہت زمانہ قدیم میں بھی ایچ تھا جیسا اپالونیس (Appollonius) کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اپالونیس کی زمین میں جب کوئی عورت بچہ جنمتی ہے تو مرد صاحب فراش ہو جاتا ہے اور عورت اسکی خدمت کرتی ہے۔

جب بچہ پیدا ہوتا تھا اس کی آئندہ قسمت کا فیصلہ کرنے میں خاندان کے حالات کو بہت دخل تھا۔ سب سے پہلے یہ امر غور طلب ہوتا تھا کہ بچہ کو زندہ رہنا چاہئے یا نہیں۔ اگر زمانہ قحط یا تنگدستی میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا، اور خیال ہوتا تھا کہ اس کی پرورش نہ ہو سکے گی تو اسکے منہ میں گھاس بھر کر سردی میں مرجانے کے لئے باہر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ہر شخص کو اختیار ہوتا تھا کہ ایسے بچہ کو اٹھالے اور پرورش کرے۔ لڑکیوں کے ساتھ یہ عمل خاص طور پر کیا جاتا تھا اور عیب میں داخل نہ تھا۔

انگولا، کوئی ساما، میں اب بھی عورتوں کی تعداد بہت کم پائی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دختر کشی کا رواج ان میں بہت قریب زمانہ ماضی تک پایا جاتا تھا۔ انگولا کے لوگوں کی نسبت لنگسٹون (Livingstone) لکھتا ہے کہ

Dall, Am. Naturalist ۱۵ Apoll. Rhod., II, ۱۰۱۲. ۱۵

Price. J. Anthropol. Inst. London ۱۵

”ان میں لڑکے کا پیدا ہونا خوش نصیبی کی دلیل سمجھا جاتا تھا وہ عورتیں جو لڑکیاں جنبتی تھیں، اکثر دبستہ تر اپنے شوہروں کو چھوڑ دیتی تھیں۔ اور جن کے کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی وہ بسا اوقات خودکشی کر لیتی تھیں۔“

زمانہ وحشت میں اگر لڑکی بچ جاتی تھی تو اسکی پرورش صرف ماں اور اسکی خالہ کے سپرد ہوتی تھی۔ زمانہ تعلیم میں اور تیرہ سال کے درمیان قرار دیا گیا۔ ۱۳ سال کے بعد خیال کیا جاتا تھا کہ وہ عورت ہو گئی ہے۔ دس سال کے عرصہ میں ماں اخلاقی، ادماغی ہر طرح کی تعلیم و تربیت سے لڑکی کو فارغ ہو جاتی تھی بعض قوموں میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے خاص قواعد بھی تھے، اور ان میں مذہب بھی شامل تھا جب لڑکی جوان ہو جاتی تھی، تو وہ عملی تعلیم سے بالکل آراستہ ہوتی تھی۔ یورپ کے بڑے بڑے عجائب خانوں میں بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں، ننھے ننھے برفین زمانہ قدیم کی بچہلوں کے ہاتھ کے بنے ہوئے پائے جاتے ہیں اور اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کی تعلیم کس انداز سے ہوتی تھی۔

مکزیکو (Mexico) کے پرانے قوانین میں ماں کو استاد اور بچہ کو شاگرد کی حیثیت دی گئی ہے۔ قدیم زمانہ میں یہاں بڑی بڑی لڑکیاں صرف اسلئے تھیں کہ یہاں لڑکیوں کی تربیت کی جائے۔ عورتیں ان کو تعلیم دیتی تھیں اور شب و روز مرد چاروں طرف پہنچتے تھے۔ اس وجہ سے لڑکیاں خبر اجازت باہر نکل سکتی تھیں اور جو کوئی لڑکی جاتی تھی تو اسکے ہاتھ میں کھانے کے چھوٹے جاتے تھے

یہاں تک کہ خون نکلنے لگتا تھا۔ لڑکیوں کو یہاں کا تنا، بننا، پیروں کی چیریں بنانا وغیرہ سکھایا جاتا تھا۔ ان کو روزانہ نہانے کی ہدایت تھی اور خانہ داری کے تمام کام ان کو سکھائے جاتے تھے۔ علاوہ اسکے اپنے بڑوں کے سامنے جھک جانا تہذیب سے گفتگو کرنا، اور شرمیلے اطوار رکھنا بھی بتایا جاتا تھا۔ طلوع آفتاب کے وقت دھاتھتی بھتیں اور ہر کاہل لڑکی کو سزا دی جاتی تھی۔ رات کو لڑکیاں نگران عورت کے پاس سوتی بھتیں لے۔

افریقہ کی کیپ کالونی میں دو وحشی قومیں باسوٹو (Basuto) اور بانٹو (Banto) رہتی تھیں۔ ان کے ہاں زمانہ قدیم سے یہ قومی دستور جاری تھا کہ جب لڑکیاں قریب بلوغ پہنچ جاتی تھیں، تو وہ ایک مخصوص جھوپڑے میں جسے دو بالی کہتے تھے، چھوڑ دی جاتی تھیں اور تقریباً چھ ماہ تک صرف عورتوں کی نگرانی میں کام کرتی تھیں۔ یہاں ان کو تمام مراسم، جملہ صناعات و فنون کی عملی تعلیم دی جاتی تھی۔ جب تک کوئی لڑکی اس تعلیم سے فارغ نہ ہو جاتی، وہ کسی سے شادی نہ کر سکتی تھی۔

اسیکو قوم کے بچوں کی پرورش کسی زمانہ میں صرف عورتوں کے ہاتھ تھی اور وہ کبھی جسمانی سزا نہ دیتی تھیں۔ لڑکیاں ہوش سنبھالتے ہی، تمام کاموں میں اپنی ماں کی مدد کرنے لگتی تھیں اس قوم کی روایات قدیم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نہ صرف یہ بتاتی تھیں کہ فلاں درخت یا بوٹی کس مرض کیلئے مفید ہے اور طیور کے ظاہرہ غائب ہو جانے سے کس موسم کا آغاز یا اختتام

ہوتا ہے، بلکہ وہ اجرام فلکیہ کی رفتار کے متعلق بھی کچھ درس دیتی تھیں۔
 اوہا قوم میں لڑکی ماں کی نگرانی میں رہتی تھی اور اسکا فرض ہوتا تھا کہ
 اپنی ماں کی مدد گھر کے کاموں میں کرے۔ جب وہ چار پانچ سال کی
 ہو جاتی، تو اس کو جنگل میں لکڑی فراہم کرنے کے لئے بھیجا جاتا۔ آٹھ برس
 کی عمر میں اس کو بوجھ یا گٹھ بنانا، اور پیٹھ پر لاڈا سکھایا جاتا تھا۔ اور اس طرح
 اضافہ عمر کے ساتھ ساتھ لکڑی کا ٹٹنا۔ غلہ بونا، اور دیگر نسوانی مشاغل سکو
 سکھائے جاتے تھے۔

انگولا کی عورتیں اپنے بچوں کی تربیت کرنے میں بہت مشاق تھیں۔
 ایک گاؤں کے تمام بچے صبح کو ایک جگہ جمع کئے جاتے اور ایک ضعیف و
 تجربہ کار عورت کی نگرانی میں چھوڑ دیے جاتے۔ شام تک وہ اسکی نگرانی و
 تربیت میں رکھے۔ جاتے تھے اور شام کو اپنے گھروں کو واپس جاتے
 تھے۔ اس طرح انکے والدین آزادی سے اپنے مشاغل و فرائض کو ادا کرتے رہتے
 تھے، اور بچے بھی آوارہ پھرنے سے باز رہتے تھے۔

جب جزیرہ انڈمان کی لڑکیاں بالغ ہو جاتی ہیں تو وہ کسی نہ کسی پھول
 کے نام سے پکاری جاتی ہیں وہاں اٹھارہ مخصوص پھولنے والے درخت
 ہیں۔ اور جس پھول کے موسم میں لڑکی جوان ہوتی ہے وہی اسکا نام رکھ دیا

Women of all nations. ۱۷

Darsey. Third. an report But Ethnot ۱۸

Price. J. Antnorp inst London ۱۹

جاتا ہے، اور شادی کے وقت تک وہ اسی نام سے پکاری جاتی ہے، لیکن شادی کے بعد اولاد ہونے پر اسکو چانا کہتے ہیں۔ (یعنی ماں یا خاتون)۔

جب لڑکی کا زمانہ تربیت ختم ہو جاتا ہے، تو پھر اس کی عملی زندگی شروع ہوتی ہے، جو ایک حد تک سخت و تکلیف دہ ہوتی ہے۔ بعض تو موں میں گیارہ سال کی عمر میں لڑکی کو فاقہ کرنا پڑتا تھا اور بہت سی باتیں اُسکے لئے ممنوع ہو جاتی تھیں۔ اسکو وزنی برتن بانی سے بھرے ہوئے دو مقامات سے، اور بڑے بڑے بوجھ سر پر لا کر گھر لانے پڑتے تھے۔ بانی لانے کے لئے روز ایک دو تر مقام تجوڑ کیا جاتا، اور اسی طرح بوجھ کا وزن بھی روزانہ بڑھایا جاتا تھا تاکہ لڑکی محنت و جفاکشی کی عادی ہو جائے۔

تنہا زندگی بسر کرنا زمانہ وحشت میں بھی ممکن تھا، لیکن جس طرح آج ایک مرد یا عورت کے لئے مجبور ہونا زیادہ دشوار نہیں ہے، اس طرح زمانہ قدیم میں ممکن نہ تھا، اس وقت بھی یہ خیال مانگوں میں پیدا ہوا تھا۔ اور بعض عورتوں نے مرد سے علیحدہ ہو کر اپنے لئے زندگی کا ایک جدا راستہ اختیار کرنا چاہا تھا، لیکن نتیجہ کچھ بگلا مسٹر ڈال (Mr. Dall) اسکیمو کی ایک جوان عورت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”وہ بہت مضبوط، توانا، اور حسین تھی، اس نے عہد کیا کہ وہ شادی سے باز رہیگی اور خود اپنی حیات کی تمام ضروریات جیا کر کے زندگی بسر کرے گی۔ وہ کام بھی کر سکتی تھی، اور تمام کام انجام دیتی تھی

جومردوں کے لئے مخصوص ہیں۔ لیکن وہ دو سال سے زائد بسیر

نہ کر سکی اور آخر کار اُسے اپنے عہدے سے باز آنا پڑا۔“

زمانہ وحشت میں اگرچہ عام طور سے شادیاں بالکل رسم و رواج کی پابندیوں کے ساتھ عمل میں آتی تھیں، لیکن واقعات محبت کی بھی مثالیں ان میں ملتی ہیں، چنانچہ ماہیٹی (Tahiti) کا ایک نوجوان سردار تھا اور جزیرہ کی ایک لڑکی سے محبت کرنے لگا۔ اس نے پیام نکاح بھیجا اور ہر طرح سے اُسے شادی پر راضی کرنا چاہا، لیکن لڑکی نے انکار کر دیا آخر وہ اپنی محبوبہ کے پاس گیا اور ایک زمانہ اس کی خدمت میں بسر کر دیا، یہاں تک کہ وہ شادی پر راضی ہو گئی۔“

یہ امر ظاہر ہے کہ عورت کی زندگی میں سب سے بڑا اہم واقعہ جو اس کے لئے ایک انقلاب برپا کر دیتا ہے اور جس کا اثر اُس کی معاشرت پر بہت گہرا پڑتا ہے، شادی ہے۔ زمانہ موجودہ میں شادی کی جو صورتیں ہیں ظاہر ہیں اور زمانہ قدیم میں جو رسم مختلف ممالک میں اب تک تھے وہ بھی کتابوں میں شرح و بسط کے ساتھ مندرج ہیں، لیکن ہم کو یہاں مختصراً یہ دیکھنا ہے کہ زمانہ قدیم کی عورت اس مسئلہ میں کس طرح زمانہ حال کی عورت تک پہنچی۔

کہا جاتا ہے کہ پہلے عورت کسی کی ہوتی تھی، پھر بھی کی بیوی بنی اور اسکے بعد چند میں سے ایک کی بیوی ہوئی۔ اور شادی کے متعلق جو ارتقا و امتداد زمانہ کے ساتھ ہوا اور اسکا امتیاز زیادہ تر عورتوں کو حاصل ہے۔

تم کسی طائر کے جوڑے میں آسانی کے ساتھ معلوم کر سکتے ہو کہ کون کون
 سی ہو، کیونکہ انڈوں کو سینا، اور اپنے بچوں کی حفاظت کرنا زیادہ تر ماں کا کام
 ہو۔ نوع انسان میں اور زیادہ آسانی کے ساتھ ماں کا پتہ چل سکتا ہو۔ لیکن
 فرد ایہ نہیں معلوم ہو سکتا ہو کہ باپ کون ہو، حالانکہ شادی کا مقصود حقیقتاً باپ
 ہی کا متعین کرنا ہو۔ باپ کا تعلق اپنی اولاد سے قریب قریب اتنا ہی شدید ہو
 جتنا ماں کا، لیکن یہ منحصر ہو صرت اس امر کی تصدیق پر کہ فلاں بچہ کا باپ
 فلاں شخص ہو۔ اگر ایک شوہر کو یہ علم ہو جائے کہ فلاں بچہ میرا نہیں ہو تو یقیناً
 اس کو کوئی تعلق اس سے نہ ہوگا۔ اس لئے معاشرتی زندگی میں ابھی بوی سے
 زیادہ قیمتی اور اہم چیز کوئی نہیں ہے۔ وفادار بوی کو ایک قابل قدر چیز
 سمجھنا یقیناً اس لحاظ سے بھی تھا اور ہے کہ وہ زندگی کے مختلف شعبوں میں
 ایک برنحوط صمدان و ہمدرد ہو، لیکن اسکی حقیقی عزت و عظمت کا انحصار صرف
 اس وفاداری پر ہے، جو وہ اپنے شوہر کے لئے اولاد پیدا کرنے کے سلسلے میں
 ظاہر کرتی ہو۔ اور یہ خصوصیت اسکی زمانہ قدیم میں زیادہ پیش نظر رہتی تھی،
 نہ کہ پیشین میں بیوی کی طرف سے مرد کو کوئی چیز نہ دی جاتی تھی۔ بلکہ شوہر
 کی طرف سے بہت سی اشیاء قبل شادی کے اسکے یہاں جاتی تھیں جو اسکی
 اعزاء ایک جگہ جمع ہو کر ان چیزوں کو دیکھنے تھے۔ اور ان کو رد کر دینے کا اختیار
 حاصل تھا، اگر دیکھیں کہ مخالف مرد کی کسے صفات کے مقابلہ میں کم قیمت ہیں
 یہ مخالف زیادہ تر ذلیل، گھونڈا اور اسلحہ وغیرہ کی صورت میں ہوتے تھے جب
 مرد کی رخصت کی جاتی تھی۔ تو اس کی طرف سے بھی شوہر کو چند اسلحہ پیش کئے

جاتے تھے، جس سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہوتا تھا کہ وہ جنگ میں بھی مرد کے برابر حصہ لینے کے لئے پابند ہو۔

بہر حال زمانہ قدیم میں عورت کی عظمت زیادہ تر معاشرتی نقطہ نظر سے صرف اس خیال پر قائم تھی کہ وہ اپنے شوہر کے لئے وفادار ثابت ہوگی اور خاندان کا شیرازہ اس کی ذات سے قائم رہیگا۔ یہ ظاہر ہو کہ اگر عورت اپنے شوہر سے منحرف ہو جائے۔ تو گھر کا سارا نظام اور ایک قبیلہ یا قوم کی جمعیت درہم برہم ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قبائل کا نظام زمانہ قدیم میں بہت مضبوط و مستحکم تھا، اس لئے ظاہر ہو کہ وہ اپنے شوہروں کی عزت کی گہری محافظ و معاون تھی اور معاشرت کے تحفظ میں وہ اس طرح کتنا بڑا حصہ لے رہی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں اگر اعراب کو اپنے صحت نسب پر فخر تھا، تو صرف اُس اعتماد کی بنا پر، جو انھیں اپنی عورت پر تھا۔ اور اس فخر سے اُن کے قبائل میں جیسی یک جہتی اور اتفاق کی شان پائی جاتی تھی۔ ظاہر ہے۔ لیکن اگر عورت چاہتی تو اپنے قدم کی ادنیٰ اسی نفرت سے وہ اس اتفاق کا سارا شیرازہ درہم برہم کر سکتی تھی۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ وہ اپنی عصمت و عفت کی اہمیت کو سمجھتی تھی۔ اور جانتی تھی کہ معاشرت کا سارا تار و پود اُس کی مضبوطی سیرت سے وابستہ ہے اور اس کا احترام اُس نے بڑی حد تک قائم رکھا۔ اس قدر بیان سے یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ نکاح کے متعلق جو معاشرتی زندگی کا اہم ترین جزو ہے، عورت کا فرض کیا تھا اور اُس نے کس حد تک اس کو تکمیل کے ساتھ انجام دیا۔ اب دیکھنا ہے کہ شادی کے بعد عورت کے دیگر فرائض کیا تھے

اور اُن کی بچاؤوری میں عورت نے کس قدر کوشش کی۔ یہ سب کو معلوم ہو کہ دنیا کے طبعی نظام میں زراہدہ کی مدد بہت کم کرتا ہے، وہ خود ہی اپنی خطا کرتی ہے، اور اپنے بچوں کی پرورش کی ذمہ دار ہو۔ طبقہ انسان میں بھی مرنے اپنی قوت کو عورت کی حفاظت کے لئے استعمال نہیں کیا بلکہ اپنے دشمنوں جنگ کرنے اور عورت کو مال غنیمت کی طرح حاصل کرے کے لئے استعمال کیا۔ برخلاف اس کے عورت کی زندگی نہایت قدیم زمانہ میں بھی ایسے مستحکم و مکمل اصول معاشرت پر قائم تھی کہ اس وقت تک اس میں اصول کے لحاظ سے کوئی اضافہ نہیں ہو سکا۔

عہد تاریک کی عورت کڑی کی طرح نہ تھی کہ وہ اپنے جال میں نہر کو پھنسا کر مہضم کر جائے، اور نہ مرغی کی مانند تھی کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش میں نہر کی خدمتوں کو قبول نہ کرے، اور نہ وہ چڑبا کے مماثل تھی کہ آپ ہی گھوسلا بنائے اور خود ہی اپنے بچوں کی حفاظت کرے، بلکہ وہ تقسیم عمل کے برابر اثر کام کرتی تھی اور خاندان یا قبیلہ کے مقررہ اصول کے لحاظ سے وہ اپنے فرائض منصبی کو علیحدہ انجام دیتی تھی۔ اب بھی ایک قبیلہ کی دیہاتی زندگی پر غور کرو اور دیکھو کہ اس زیادہ مکمل معاشرت اور کیا ہو سکتی ہے۔ باپ اپنی روزانہ محنت انجام دینے کے لئے ہونٹار اور سیانے لڑکوں کو لے کر چلا جاتا ہے، اور ماں گھر کی ملکہ بنی ہوئی اپنی لڑکیوں کو بچاؤں طرف لئے ہوئے، خانہ داری کے کاموں میں مشغول نظر آتی ہے۔ قدیم زمانہ وحشت میں جبکہ یقیناً معاشری حالت یہ نہ تھی (کیونکہ مذکر کی رعیت کے لئے صاف زمین موجود نہ تھی۔ اور اس کو محض اپنے ہتیار کی بڑے فطرت

خلافت جنگ کرنی پڑتی تھی۔ اس کاہل اُس کی تلوار تھی، اور اس کا نیزہ اس کی خوراک کا تنہا کفیل، اور مرد و نعل تک سسل گھرے باہر رہتا تھا، اُس وقت عورت کا وجود گویا توازن قائم رکھنے کے لئے تھا، جو مرد کی محنتوں کو یکجا صورت میں رکھ کر ان کو دن، مہینہ، اور سال میں تقسیم کرنی ہوتی۔ اگر عورت بیوقوفی تو یقیناً زمانہ قدیم کا مرد صرف ٹسکا کرتے کرتے تھک جاتا اور اُس کو کبھی فرصت نہ ملتی کہ وہ اپنی محنتوں کے نتیجہ کو ایک جگہ جمع کر کے کچھ دنوں کے لئے آرام کر سکے اگر مرد ٹسکا کرتا تھا تو عورت اسکے ہر ہر جذبے سے کام لے کر مرد کی محنت کو ٹھکانے لگاتی تھی۔ اور اگر مرد باہر چلا جاتا تھا تو وہ اس کی غیبت میں گھر کو ہنہانے بچوں کی پرورش کرنے اور اُن کو تربیت دینے میں اپنا وقت صرف کرتی تھی۔ ذیل کے واقعہ سے معلوم ہوگا کہ زمانہ قدیم کی وحشی عورت معاشرت کو ترقی دینے کی کس قدر اہل تھی۔ اور وہ تنہا چھوڑ دیے جانے کی حالت میں بھی سب کچھ کر سکتی تھی۔ ہرن (Hearne) اپنی سیاحت کناڈا میں لکھتے ہیں کہ۔

”جنگل میں ایک دن صبح کو ہم دوگنہ شکار کی غرض سے جا رہے تھے اتفاقاً جوتے کے نشانات زمین پر دیکھے نشان سے معلوم ہوتا تھا کہ برت پر چلنے کا ایک بچہ آجوتا تھا۔ لوگ سراغ لگاتے لگاتے چلے جا رہے تھے۔ آخر کار بہت دور جا کر اکبھو پڑا ملا جھاں ایک نوجوان عورت تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ جانچ سے معلوم ہوا کہ وہ مغربی حصہ ملک کی لڑکی تھی جسے اس ملک والوں نے سنہ ۱۸۷۰ کے ایام گراما میں مفید کر لیا تھا، اور وہ دوسرے سال چھپ کر اپنے

ملک کو واپس جا رہی تھی، لیکن متعدد دریاؤں اور جھیلیں کے غم و بچ
 میں راستہ بھول گئی اُس نے یہیں جھوپڑا بنالیا اور رہنے لگی۔
 اس کے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ سات مہینے سے یہاں تنہا
 زندگی بسر کر رہی تھی، اور اس عرصہ میں ایک انسان بھی اسکو
 نظر نہ آیا تھا۔ اس عرصہ تک زندہ رہنے سے ظاہر ہے کہ جو طریقے
 اس نے فراہمی غذا کے لئے اختیار کیے، وہ کیا تھے۔ اس کی محنت
 نہایت اچھی تھی، اور جسم بہت توانا تھا۔ جب وہ بھاگی تھی تو اسکو
 پاس ہرن کی تانت کے کچھ ٹکڑے موجود تھے۔ جب وہ ٹکڑے
 جال بنانے اور کپڑا سینے میں صرف ہو گئے تو اُس نے خرگوش پکڑ
 پکڑ کر، اس کی نسل کی تانت بنائی، کھال کا لباس طیار کیا۔ جو
 لباس اس نے طیار کیا تھا وہ بہت گرم اور خوبصورت تھا۔ کیونکہ
 اس لباس میں اسنے جنگل کی بہت سی رنگین پیداوار مانگ کر
 عجیب و حشیانہ حُسن پیدا کر لیا تھا۔ جو اوقات شکار سے نہ پتے تھے
 ان میں وہ بید کی پھالوں کے ریشے نکال نکال کر جال طیار کرتی
 تھی تاکہ اس کی مدد سے جھلیاں کپڑے پانچ چھ۔ انچ کا ایک ٹوہم
 کا پھلا، جس کو اُس نے چاقو کی صورت میں تبدیل کر لیا تھا اور پتھر
 کا ایک ٹکڑا جس سے وہ ستالی کا کام لیتی تھی۔ یہ تھے اُس کے
 اوزار جن سے اُس نے برف پر چلنے کا جوتہ اور چند کارآمد چیزیں
 تیار کر لی تھیں۔ آگ بنانے کے لئے اس کے پاس دو پتھر کے

ٹکڑے تھے، جن کی رگڑے چنگاریاں پیدا ہوتی تھیں، چونکہ طریقہ بہت دیر طلب تھا، اس لئے ایک بار آگ پیدا کرنے کے بعد اس نے بھرنے نہیں دیا تھا ۛ

اس بیان سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ وحشت میں عورتیں کیا کیا کرتی تھیں، بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ تاریک میں کیسی عورتیں پیدا ہوتی تھیں۔ علاوہ بریں اس سے اس رائے کی بھی تردید ہوتی ہے کہ وحشی عورتیں خود اپنا کوئی خیال نہ رکھتی تھیں۔ زمانہ قدیم سے جو فطری تعلق عورتوں کو حیات منزلی سے چلا آتا ہے، وہی حقیقتاً معاشرتی ترقی کا باعث ہوا ہے

یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ عورت نے گھر کی بنیاد ڈالی یعنی جس طرح جانوروں میں مادہ اپنے بچوں کے لئے گھونسل یا بھٹ تیار کرتی ہے، اس طرح عورت نے بھی سب سے پہلے زندگی کے اس اہم ترین مسئلہ کی طرف توجہ کی۔ پہلے آنے والوں کو تنخواہ نہ کیا، لیکن وہاں دھواں گھٹ جانے کی وجہ سے آگ قائم نہ رہ سکتی تھی۔ اس لئے اسے ایسے غار تلاش کئے، جو دونوں طرف سے کھلے ہوتے تھے۔ جب رفتہ رفتہ اس نے خیمے بنانے سکھے، تو اس نے پرانی لکڑیوں کو جلا کر آگ کے مسئلہ میں بہت آسانی پیدا کی، اور کوئلہ تیار کر کے جس میں دھواں نہیں ہوتا اس نے اپنے آرام کو اور زیادہ مکمل کر لیا۔ جب مکان مٹی اور پتھر وغیرہ کے بننے لگے، تو مرد نے تعمیر میں حفاظت کے مسئلہ پر غور کیا۔ اور عورت نے اپنی صنعت و حرفت کے لحاظ سے اس کی تعمیر میں ایسی ہی رعایتیں رکھیں صرف آج بلکہ زمانہ قدیم میں بھی مرد اپنے مکان کو ایک قلعہ نصیب کر کے رہتا تھا اور عورت اسے اپنی

معتنوں اور صنعت و حنث کی جگہ خیال کر کے رہتی تھی، اور اس سے ہمارے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہو کہ عہد حنث و سبیت صرف جنس کرخت کے کا ناموں کا نام ہے اور عہد صلح و آشتی عورت کی زندگی کی داستان۔

گھر کی زندگی میں تنور، دودکش، باد چرخ، کھانے کا کمرہ، سونے کا کمرہ یہ سب عورت ہی کے اختراعات ہیں جن پر اب تدریجی ترقی کے ساتھ گھر کی زیبائش و آرائش اور جسم کا آرام و آسائش منحصر ہو، اخلاقی نقطہ نظر سے جس وقت ہم عہد قدیم کی عورت کو دیکھتے ہیں تو اور زیادہ تعجب ہوتا ہے کیونکہ وہ ایک وہ معاصی جو مرد سے سرزد ہوتے تھے، عورت ہمیشہ اُن سے تفرز نہتی تھی لہٰذا امریکہ افریقہ، ایشیا کے تمام وحشی مرد و مسکرات کا استعمال کیا کرتے تھے، لیکن عورتیں کبھی اُن کو نہ چھوٹی تھیں۔ مسٹر ڈاج کا بیان ہے کہ سکندریہ عورت کی صفت ہی نہیں ہے۔ میں نے اپنی تمام عمر میں عورت کو کوئی مسکری چیز استعمال کرتے نہیں دیکھا ہندوستان میں جگلی اور چھوٹی قوموں کے مرد جواب تک وحشی حالت میں پلے جاتے ہیں، شراب وغیرہ کا استعمال کثرت سے کرتے ہیں، لیکن اُن کی عورتیں اُن سے بالکل محترم رہتی ہیں۔ بالکل ہی حال افریقہ کا ہے اس کی وجہ پر غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ حنث میں عورت، مرد سے جدا اک خلوت کی زندگی بسر کرتی تھی اور اس کو اپنے کاموں سے اتنی فرصت ہی نہ ملتی تھی کہ وہ تعیشت کی طرف متوجہ ہو۔ ایک خاندان گویا دو حصوں میں منقسم ہوتا تھا، ایک حصہ جوان مردوں کا ہوتا تھا، دوسرا بچوں، عورتوں اور ضعیف مردوں کا۔ وہ سیر و سکارا، لہو و لعب میں مصروف رہتے تھے اور یہ انتظام خانہ داری میں

منہک ۔

قدیم مذہبی لٹریچر کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت معاشرت و تمدن میں مرد کے دوش بدوش تھی ۔

ویدوں کے عہد ہندو مذہب میں عورتوں کا مرتبہ بہت بلند تھا ۔ رگ وید کے بعض نہایت عمدہ گیت عورتوں ہی کے مرتب کئے ہوئے ہیں ۔ اس زمانہ میں شادی ایک نہایت متبرک چیز خیال کی جاتی تھی ۔ شوہر اور بیوی ، دونوں گھر کے مالک سمجھے جاتے تھے ، اور دونوں ساتھ پرستش کرتے تھے ۔ اس وقت بیوہ کے سنی ہونے کا دستور نہ تھا ۔ بلکہ اس کے برعکس رگ وید میں بیوہ عورت کو ہدایت کی گئی تھی کہ

”اے عورت اٹھ ، دینائے حیات میں آ ، تو نے اپنی خدات

بحیثیت بیوی ہونے کے نہایت اچھی طرح انجام دی ہیں“

ظاہر ہے کہ معاشرتی ترقی ، داعیات انسان کے تنوع پر منحصر ہے

اور وہی ذرائع جو خواہشات کو پورا کرتے ہیں ، رفتہ رفتہ معاشرت میں داخل

ہو جاتے ہیں ۔ اسلئے زمانہ قدیم کی عورت نے جیسی ترقی معاشرت میں کی ظاہر

ہے ۔ کیونکہ وہ صرف مختلف فنون کے ذریعہ سے خاندان کی ضروریات کو پورا

کرتی تھی ؛ بلکہ بچوں کی تربیت بھی وہ اپنے ہی شاعل کے نقطہ نظر سے عمل میں

لائی تھی ۔ اور اقتصادِ حیثیت بھی اس کے فرائض کنیر تھے ۔ آپ دنیا کی مختلف

قوموں کی تاریخ قدیم کا مطالعہ کیجئے ، تو آپ متحیر ہونگے کہ وہی عورت جو اس

زمانہ میں ایسی ہیکار و مطلق نظر آتی ہے عہد ماضی میں کیسی نعمت و برکت سمجھی جاتی تھی اور اس کا اقتدار قوم کی سوسائٹی میں کس حد تک تسلیم کیا گیا تھا۔

چین میں زمانہ قدیم کی عورت کو جو عزت حاصل تھی اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ چینی زبان کی ایک انسائیکلو پیڈیا (دائرة المعارف) میں ۱۶۲۸ء ابواب میں سے ۱۳۷۶ ابواب میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ زمانہ قدیم کی چینی عورت کتنی صناعات کی مالک و مخترع تھی اور نیز یہ کہ اس کی ادبی قابلیت کس حد تک ممتاز و مینر تھی۔

برما میں زمانہ قدیم کی عورت کا جو درجہ سوسائٹی میں تھا وہ اس ظاہر سے ہے کہ تجارت تمام عورتوں ہی کے ہاتھ میں تھی۔ مرد کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا اور ہر قسم کی تجارت عورت ہی انجام دیتی تھی۔ پھر اسی کے ساتھ ان کی اخلاقی حالت اس قدر درست تھی کہ کبھی اس کی نسکایت نہیں سنی گئی کہ صحیح النسل برما کی عورت نے اپنے شوہر سے بیوفائی کی ہو۔ تمام وحشی اقوام میں آسام کی کو کی قوم شاید بدترین قوم ہے، لیکن غذا امتیا کرنا، لکڑی جمع کرنا، کانا بننا یہاں بھی عورت کے سپرد ہے۔

شمالی ہند کی وحشی عورتیں، جن میں اب تک زمانہ قدیم کے بہت سے مراسم پائے جاتے ہیں، کسی زمانہ میں عام طور سے اپنے شوہروں کو تجارت کے کاموں میں بہت مدد پہونچاتی تھیں۔ زراعت کا کام کرنا، خانہ داری کے انتظام کو دیکھنا، کاتنا، بننا۔ جائزوں کو چراگاہ میں لے جانا سب عورت ہی کا کام تھا اور ہے۔

مذہبی و قومی روایات بچوں کو سنانا، اور یاد کرانا عورتوں ہی کا فرض تھا۔ وہ یہ بھی دیکھتی رہتی تھیں کہ مرد قومی و مذہبی شعار کا احترام رکھتے ہیں یا نہیں اگر کوئی شخص ان کی خلاف ورزی کرتا، تو عورت مذہبی پیشوا کو اطلاع دیتی، جو اس کی تلافی کی تدبیر تابتا اور عورتیں ان پر عمل کرتیں۔ جنوبی ہند میں بہت سی ہندو قومیں اب تک قدیم و حیثانہ حالت میں پائی جاتی ہیں اور ان میں وہی مراسم اب تک دیکھے جانے ہیں جو کسی وقت زمانہ قدیم میں تھے۔ جو ہندو قومیں زیادہ مذہب ہوتی جاتی ہیں، ان میں عورت کا اقتدار کم ہوتا جاتا ہے، لیکن جو اب تک قدیم مراسم کے پابند ہیں، ان میں عورت کا درجہ مہنوز بہت بلند دیکھا جاتا ہے۔ عورتیں ہی تمام مراسم مذہبی کو ادا کرتی ہیں، وہی بچوں کو مذہبی اعتقادات و روایات سکھاتی ہیں۔ اور وہی ان کی عملی زندگی کی تربیت کی ذمہ دار ہیں۔ مرد کو دخل سینے کا کوئی حق حاصل نہیں، چنانچہ ان میں ایک مشہور مثل چلی آتی ہے کہ مرد گھر سے باہر شیر ہے، لیکن گھر کے اندر لومڑی۔“

اینو Ainu قوم کی عورتیں، جنوبی بحقیقت قدیم جاپان کی باقیات میں سے ہیں، اب تک اپنی قدیم صناعات کی محافظ ہیں۔ زراعت کے کاموں سے جو وقت بچتا ہے، اس میں وہ خشکی ناریل اور چھال جمع کر کے گھڑ لاتی ہے۔ ناریل ایاہم سدا کے لئے محفوظ رکھ دئے جاتے ہیں اور چھال کے ریشوں کو بٹ کر بننے اور سینے کے کام میں لایا جاتا ہے، چھال کے درخت سے اکثر رنگنے کا کام لیا جاتا ہے۔ اس قوم کی عورت کا تنافز یہ

ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لئے بہترین لباس تیار کرے۔ جب کسی دعوت میں شوہر گھوڑے پر سوار ہو کر جاتا ہے، تو عورت اُسکے پیچھے پیچھے دوڑتی مانتی ہے تاکہ ضرورت کے وقت اُسکی خدمت کر سکے۔

آسٹریا ہنگری میں بوہیمیا (Bohemiah) قوم کی قدیم روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں عورت کا درجہ بہ لحاظ فراست و دانائی کتنا بلند تھا۔ ان کی ایک روایت ہے کہ جب منارہ بابل کی تعمیر میں خدا نے شکست دی، تو کچھ لوگ دریائے اوگرادر مولد ان کے درمیان حصّہ خشکی میں پہنچ کر آباد ہو گئے۔ چونکہ اس جماعت کے سردار کا نام بوہمس تھا اس لئے اس حصّہ ملک کا نام بوہیمیا ہو گیا۔ پہلے ہر شخص اپنی جگہ آزاد زندگی بسر کرتا تھا۔ لیکن کچھ دنوں بعد ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی سردار مقرر کیا جائے چنانچہ کروسیو (Croces) منتخب کیا گیا۔ اس کی تین لڑکیاں تھیں، سب بڑی علم الادویہ کی ماہر تھیں، دوسری اپنی مذہبی روحانیت کے لحاظ سے بڑا رتبہ رکھتی تھی، تیسری لبو سا اپنی فراست و دانائی میں مشہور تھی۔ جب کروسیو مر گیا۔ تو لبو سا اس کی جگہ سردار مقرر کی گئی۔ اس کی فراست و ذہانت کے واقعات کثرت سے اس قوم کی روایات قدیمہ میں پائے جاتے ہیں۔

حسب روایت ٹیسی ٹس (Tacitus) معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں جرمن کے مرد اپنی عورتوں کی بڑی عزت کرتے تھے یہاں تک کہ انھیں دعویٰ سمجھ کر کوئی کام اس وقت تک شروع نہ کرتے تھے، جب تک ان کا مشورہ حاصل نہ کر لیا جائے۔

یہ ملو کی عورت، اس لحاظ سے کہ وہ بے انتہا محنتی، بے حد خفاکش اور بہت سی صناعات کی مالک تھی، زمانہ قدیم میں ملکی تجارت و سیاست پر اپنا بہت بڑا اثر رکھتی تھی۔ وہ نہ صرف اپنی مصنوعات کو دور دراز مقامات تک لے جا کر فروخت کرتی تھی، بلکہ خود اس ملک میں بھی دُور دُور کے تاجر آتے تھے۔ اور اس کی مصنوعات کہ جن میں مختلف قسم کے ظروف، کھانے اور متعدد اقسام کے کپڑے ہوتے تھے خرید کر لے جاتے تھے۔ عام طور سے تجارت عورتوں ہی کے ہاتھ میں تھی اور وہی سودا کرتی تھی۔ پولو کی عورت زمانہ قدیم میں تجارت کے اصول سے اس قدر باخبر تھی کہ وہ نہ صرف اپنی بنائی ہوئی چیزوں کی بڑی قیمت حاصل کرتی تھی بلکہ اپنی کفایت شعاری و حسن انتظام سے چند دن میں قبل سرمایہ و دولت کی مالک ہو جاتی تھی۔ علاوہ اس کے وہ بہت حلیم و دیرباہوتی تھی اور کیرکڑ کی مضبوطی بھی اس کی خاص صفت تھی۔ وہ اپنے بچوں سے بہت محبت کرتی تھی، لیکن پیار میں ان کو خراب نہ ہونے دیتی تھی اور تربیت کا خاص لحاظ رکھتی۔ وہ اپنے صحیح انسانی اخلاق کے لحاظ سے بھی بہت دیرادر جبری تھی۔ والپی (Walpi) کی پہاڑی پر زمانہ قدیم کے تصویریں رسم خط میں ایک عورت کا حال درج ہے، جس نے صرف ایک کتے کی مدد سے نوا ہو قوم کے مردوں کا مقابلہ کیا تھا۔ یہ عورت اپنی کھیتی کی حفاظت کر رہی تھی کہ مردوں نے آکر گھیر لیا اور زبردستی گرفتار کر کے لیجا لیا، لیکن اُس نے ان کا مقابلہ کیا، یہاں تک کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مذہبی زندگی میں بھی یہاں کی عورت کا بڑا اثر تھا۔ کوئی مذہبی رسم اس وقت تک تکمیل کے ساتھ ادا نہ ہو سکتی تھی۔

جب تک عورت کا ہاتھ اُس میں شامل نہ ہو۔ ان کے علم الاصل نام میں کثرت سے دیویاں بائی جاتی ہیں جن میں قریب قریب عورتوں کے تمام مشاغل صناعات کو مذہبی نقطہ نظر سے زندہ رکھنے کی کوشش کی گئی کوئی نسانی صنعت ایسی نہیں ہے اور اسکی زندگی کا کوئی مشغلہ ایسا نہیں ہے جو کسی مرد حانی قوت سے منسوب نہ ہو ان تمام واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں یہ رگیتان دھڑاکی رہنے والی عورت تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں کتنا حصہ لے رہی تھی۔

جزیرہ سندا (Sunda) اور سلی بیس (Celebes) کی عورتیں عہد قدیم میں مردوں کی بہترین مشیر تھیں اور تمام معاملات میں، خواہ وہ معاشرت سے متعلق ہوں یا تجارت سے، مذہب سے وابستہ ہوں یا صنعت و حرفت کے تاؤ قبیکہ عورت کی رائے نہ حاصل کر لی جاتی، مرد کبھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا یہاں کی عورتوں نے اپنی سوسائٹی کا یہ قانون مقرر کیا تھا کہ اگر کوئی عورت بیکار و معطل نظر آتی، تو ساری عورتیں اس سے تعلق چھوڑ دیتیں اور اس سے کوئی بات نہ کرتا۔

مڈگاسکر میں معاشرت کے لحاظ سے عورت مرد کی ہم رتبہ سمجھی جاتی تھی۔ اگر کوئی مرد عورت کی توہین کرتا تھا، تو گاؤں کے مکھیاے جو ہمیشہ عورت ہوتی تھیں۔ اطلاع کی جاتی تھی۔ یہ مکھیا عورت تحقیق کے بعد گاؤں والوں کو حکم دیتی تھی کہ مرد کو یہ سزا دی جائے اور اُس حکم کی تعمیل ہوتی تھی۔ نیو گائنیا میں جب دو قوموں میں باہم جنگ ہوئی تھی تو وہ زخمی یا قیدی

جس پر عورت اپنا بلوسٹن الدیتی تھی، نہ ہلاک کیا جاتا تھا اور نہ اُس کی آزادی
 پھینکی جاتی تھی۔ خواہ وہ کتنا ہی زبردست دشمن ہو اور اسکی ہلاکت قوم
 کے لئے کتنی ہی مفید کیوں نہ ہو۔

الاسکامین زمانہ قدیم کی عورت سوسائٹی پر بڑا اثر رکھتی تھی۔ اس کے
 اختیار میں تھا، جب چاہے مردوں کو جنگ پر آمادہ کرے اور جب چاہے
 صلح کر لے۔ کوئی مجلس شوالے اسوقت تک نہیں مکمل ہو سکتی تھی۔ جب تک
 مردوں سے چار چند تعداد غورتوں کی شامل نہ ہو۔ اسی طرح سسی پی کے مشرق
 میں نسب نامہ یاد رکھنا، قبائل کی اجتماعی حیثیت کا قیام، صرت عہدت پر منحصر تھا
 وہی زمین و آسمان کی مالک سمجھی جاتی تھی اور وہی تمام مشوروں کی روح ڈال
 تھی۔ جنگ بھی اُسی کے حکم سے ہوتی تھی اور شرائط صلح بھی وہی منضبط کرتی
 تھی۔ غلام اُسی کی پردگی میں آتے تھے اور وہی خاندانوں میں شادی کا
 انتظام کرتی تھی دیکھو کی تربیت اور اُن کے مستقبل پر اُس کو پورا اقتدار
 حاصل تھا۔ یہ قومیں اب قریب قریب فنا ہو گئی ہیں۔ لیکن اب بھی جو افراد
 باقی ہیں۔ اُن کے دیکھنے سے قدیم عورت کے گزشتہ عروج کا یہ چلتا،

ہو یا قوم میں جب کوئی لڑکی جوان ہوتی تھی، تو ایک خاص رسم ادا
 کی جاتی تھی یعنی وہ اپنی دادی کی نگرانی میں چھوڑ دی جاتی تھی۔ زمانہ نگرانی
 میں وہ کسی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھ سکتی تھی وہ جھال لگا ہوا المبا کرنا استعمال
 کرتی اور روزہ رکھتی تھی۔ اس کا یہ بھی فرض ہوتا تھا کہ وہ کوئی نامناسب
 بات اپنے منہ سے نہ نکالے اور جھوٹ بولنا قطعاً ترک کر دے۔

جزائر پالینیشیا کی عورتیں اپنے بچوں کو جسمانی سزا بھی نہ دیتی تھیں بلکہ ان کی تربیت، صرف اپنی عملی زندگی کا نمونہ پیش کر کے، عمل میں لاتی تھیں۔
جزیرہ سمودا میں بھی بچوں کی تربیت لطف و رافت سے عمل میں لائی جاتی تھی اور مائیں بھی اپنی اولاد کو جسمانی سزا نہ دیتی تھیں۔ یہاں اور اسکے تمام اطراف کے جزائر میں یہ دستور تھا کہ گانوں کی سب سے زیادہ ہوشیار عورت کو منتخب کر لیتے تھے اور اُسے ”ٹاپا کو کالقب دیا جاتا تھا۔ اس عورت کے اختیار آ گانوں کی معاشرت پر بہت وسیع ہوتے تھے اور وہ سارے گانوں کے لڑکوں لڑکیوں کی فرمانبرداری سمجھی جاتی تھی۔ ایک بڑا جھڑپڑا وسیع احاطہ میں بنا دیا جاتا تھا۔ اور یہیں وہ بچوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہتی تھی۔

جزائر ماری (نیوزیلینڈ) کی عورت، احمد قدیم میں بڑی صاحبِ اقتدار تسلیم کی جاتی تھی۔ زندگی کے تمام شعبوں میں وہ صرف مردوں کی مشیر و رہنما تھی بلکہ خود بھی مستقل طور سے ایک بڑی ذی اثر مہستی سمجھی جاتی تھی۔ وہ حالت جنگ میں مردوں کے دوش بدوش لڑتی تھی اور گانوں کی حفاظت میں بڑا حصہ لیتی تھی تمام معاملات میں خواہ وہ گھر سے متعلق ہوں یا قوم سے، امن سے وابستہ ہوں یا جنگ سے، عورت کا مشورہ ضرور حاصل کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی سردار مر جاتا تھا تو اولاد زمین نہ ہونے کی صورت میں، حقِ سیادت عورت ہی کو حاصل ہوتا تھا بچوں کی تعلیم و تربیت بالکل عورت کے سپرد تھی۔ وہ لڑکیوں کو نسائی صناعات اور لڑکوں کو مردانہ ورزشیں سکھاتی تھی اور اس تعلیم و تربیت کو ایک ہی حیثیت دے دی گئی تھی تاکہ ہر عورت اپنے بچوں کی تربیت پر مجبور ہو جائے۔

جزائر ملی نیشپا میں عورت کے حقوق بہت وسیع تھے اور تقسیم جائداد میں لڑکی کا حصہ بھی لڑکے کے برابر ہوتا تھا۔ ماں کا بڑا احترام کیا جاتا تھا اور تنہا لڑکی کے لوگ زیادہ عزیز سمجھے جاتے تھے۔ تمام معاملات عورت ہی کے مشورے سے طے ہوتے تھے۔ مرد کو کوئی خرید و فروخت نہ کر سکتا تھا، جب تک عورت کی اجازت نہ حاصل کر لی جاتی عورت جو دولت اپنی محنت سے حاصل کرتی تھی، اسپر مرد کو کوئی اختیار نہ ہوتا تھا عورت اس سے تجارت کرنے یا جس طرح چاہے صرف کرنے کی مجاز تھی۔

جزیرہ جاوا کی وحشی اقوام میں تجارت بالکل عورتوں کے ہاتھ میں تھی۔ رافلز (Raffles) نے اپنی تاریخ جاوا میں لکھا ہے کہ یہاں کی عورتیں باوجود اس کے کہ جدید تہذیب کے بالکل نا آشنا ہیں، بے انتہا ایمان دار، وفادار و باحیا ہوتی ہیں۔ یہ بہت محنت کرتی ہیں اور کوئی لمحہ بیکار نہیں گزرتا یہاں کی دولت کا بڑا حصہ عورتوں کے قبضہ میں ہے، جسے وہ اپنی صنعت و حنہ اور قوت بازو سے حاصل کرتی ہیں۔ مٹی کے برتن تیکڑا نا اور کپڑا رنگنا انکی خاص صنعت ہے، جو زمانہ قدیم سے ان میں رائج چلی آتی ہے۔

لباس کے مسئلہ میں زمانہ قدیم کی عورت، مرد سے زیادہ شائستہ تھی، جس کا ثبوت اس وقت بھی وحشی عورتوں کی وضع لباس کو دیکھ کر مل سکتا ہے۔ جزیرہ انڈون کے مرد بالکل برہنہ رہتے ہیں، لیکن عورتیں اپنے مخصوص حصہ جسم کو ہمیشہ تہیہ سے ڈھکھا ہوا رکھتی ہیں۔ مرد صرف ایک پیٹی کا استعمال کرتے ہیں، لیکن عورتیں چار

بانج پیٹیاں استعمال کر کے اپنے حصہ جسم کو مستور رکھتی ہیں۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ جنوبی حصہ انڈمان کی عورتیں بہت شرمیلی ہوتی ہیں اور اپنے پتوں کا ملبوس نہ کسی کے سامنے نہیں اتارتیں، یہاں تک کہ ایک عورت دوسری عورت کے سامنے بھی برہنہ نہیں ہوتی۔

گودنا اختراع کرنے کے لحاظ سے عورت کو اولیت کا فخر حاصل ہے۔ اور عورت ہی پہلے اس کا کو انجام دیتی تھی۔

پالینیشیا میں جب مرد گودنا لگدا تھا، تو اپنی بہن کی گود میں سر رکھ لیتا تھا۔ جو گاما کر اس کی تکلیف کو کم کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ موسیقی کو تسکین پہنچانے کا ذریعہ بنانا عورت ہی کا اکتشاف ہے۔

میجر آسٹن (Major Auston) صوبہ بنگال کے خوب میں ہاڑی قوموں کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اُن کی عورتیں بہت شرمیلی ہوتی ہیں اور ہندوستان کی دیگر مذہب عورتوں کی طرح اپنے بدن کے کسی عضو کو نمایاں کرنا پسند نہیں کرتیں۔

امریکہ کی تمام جنسی قوموں میں عورت کے ملبوس کا دامن مرد کے دامن سے زیادہ دراز ہوتا ہے۔ ایکسٹو میں ہرن اوریل مچھلی کی کھال کا ملبوس جو عورتیں اپنے لئے تیار کرتی ہیں ٹخنوں تک ہوتا ہے۔ مغربی ساحل کی عورتیں ارگن سے لیکر خلیج کلیفورنیا تک ایک قسم کا لمبا لہنگا استعمال کرتی ہیں

Man, Andaman Islanders

Bancroft, Native Races

جو چھال کے ریشوں اور گھاس سے بنایا جاتا ہے۔ گرم ملکوں میں بھی عام طور سے عورتوں کا لباس بہت پردہ کا ہوتا ہے۔ افریقہ اور آسٹریلیا کی عورتیں بھی اس مسئلہ میں بہت باحیا اور شرمیلی ہیں۔

الغرض جس قدر غائر مطالعہ کیا جائیگا، ایک شخص اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ وحشی قوموں کی ترقی و تہذیب زیادہ تر عورتوں کے ذریعہ سے ہوئی۔ جب وحشی مردوں کے پاس تہذیب جدید آتی ہے تو تیر و کمان اُن سے لے کر بندوق بُدی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ جنگ کی مانفت بھی کر دیتی ہے۔ وحشی مرد یہ معلوم کر کے مضحل و کاہل ہو جاتا ہے کہ اس کا کوئی اور کام ہی نہیں لیکن وحشی عورت جدید تہذیب کے آشنا ہو کر اپنی صنعت و حرفت میں ترقی کرنے لگتی ہے، کیونکہ جدید تہذیب اُن کی گزشتہ زندگی میں کوئی اضافہ یا تغیر و تبدل کرنے سے معذور ہے۔ قدیم قوموں کے حالات مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت ادنیٰ درجہ کی قوموں میں بھی عورتیں شرفیائہ جذبات، اور اخلاقی جرأت رکھتی ہیں۔

سمو و امین سرداروں اور خاص خاص لوگوں کی بیویاں صحرا و نوردی میں اپنے شوہروں کا ساتھ دیتی تھیں تاکہ زخمی یا بیمار ہونے کے وقت ان کی تیمارداری کر سکیں وہ جنگ کے وقت بھی اپنے مخصوص اسلحہ کو لے کر مرد کے دوش پوش لڑتی تھیں۔ بلیک ڈینیا میں جنگ کے وقت عورتوں کے دو گروہ ہو جاتے تھے ایک گروہ مردوں کے ساتھ رہ کر نہرو آرمائی میں مصروف رہتا تھا اور دوسری جماعت پیچھے رہ کر سدرسانی کی خدمت انجام دیتی تھی۔

ٹیسٹس (Tacitus) صدیوں قبل کا حال لکھتا ہے کہ
 ”جرمنی میں عورتیں بحالت جنگ مردوں کے ساتھ رہتی تھیں
 اور زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں جب وہ دکھتی تھیں کہ انکے
 مرد پیچھے ہٹ رہے ہیں تو وہ ان کو غیرت دلاتی تھیں اور ایک
 نیا جوش ان میں پیدا کر دیتی تھیں۔ جب مارکس ایلئس (Marcus)
 (Aurilious) نے مارکمانی کو اڈی (Marcommani)
 (Quadi) کو شکست دی ہے تو مقتولین میں مسلح عورتوں
 کی بھی کافی تعداد پائی گئی تھی۔“

عرب میں بھی زمانہ جاہلیت کی عورتیں مردوں کے ساتھ جنگ میں شریک
 ہو کر لڑتی تھیں، اور اشعار رجز سے مردوں کے اندر حمیت و غیرت کے جذبات
 پیدا کر کے جنگ پر آمادہ کرتی تھیں۔

ہالینڈ کی قدیم تاریخی روایات میں جس نے کناہسلاہ کا حالی پڑھا ہو، وہ
 سمجھ سکتا ہے، کہ کس طرح ایک عورت نے صرف تین سو عورتوں کی مدد سے
 سخت خونریز لڑائی میں، ہالینڈ کو اسپین والوں کے قبضہ سے بچالیا۔

جزیرہ جاوا میں ایک قوم بالی کے نام سے مشہور ہے۔ زمانہ قدیم میں
 اس کی عورتیں اس قدر غیور تھیں کہ جب ٹیچ فوج نے انکے گاؤں کا محاصرہ
 کیا ہے، تو قریب قریب تمام عورتوں نے خودکشی کر لی اور اس کو گوارا نہیں
 کیا کہ غیر مردوں کے قبضہ میں چلی جائیں۔

قدیم جاپان میں ایک طبقہ عورتوں کا سمورائی کے نام سے مشہور تھا۔ ان کو فنونِ حسنہ بھی سکھائے جاتے تھے۔ قلعوں کی حفاظت، دشمن کی مدافعت یہ نہایت عمدگی و کامیابی کے ساتھ کرتی تھیں۔ اس طبقہ کی عورتیں اب بھی جاپان میں پائی جاتی ہیں، لیکن بہت کم اور اس خصوصیت بالکل معزز۔

شمالی البانیا میں کسی وقت یہ دستور قائم تھا کہ ایک عورت اگر چاہے تو مرد بن سکتی تھی۔ اس کے لئے اسے پہلے ایک مذہبی عہد لینا پڑتا تھا اور اس کے بعد وہ مردانہ لباس اختیار کر لیتی تھی اور سر کے بال صاف کرواتے تھے یا اٹھا لیتی تھی۔ جنگ کے زمانہ میں برابر مردوں کے ساتھ لڑاتی تھی اور تمام عمر اس کو تجرد میں گزارنی پڑتی تھی۔ اگر کبھی اس کے کوئی اولاد ہو جاتی تھی۔ تو وہ معہ بچہ کے ہلاک کر دی جاتی تھی۔ اور اس بچہ کا باپ بھی مار ڈالا جاتا تھا۔ اگر پتہ چل جائے۔

ہندوستان کی تاریخ قدیم میں بھی عورتوں کے محاربانہ کارنامے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ الغرض معاشرت کے متعلق کوئی شعبہ ایسا نہیں نظر آتا جس کی ترقی میں عورت نے حصہ نہ لیا ہو۔ اخلاق ہو یا اقتصاد، زراعت ہو یا تجارت، صنعت و حرفت ہو یا مذہب و سیاست عہد امن و صلح ہو یا زمانہ حرب و جنگ، عورت نے سب میں اپنی ہستی کو ضروری تسلیم کر دیا ہے۔ بعض شعبے تعین کے مثلاً اقتصاد و صنعت تو بالکل اس کی ذات سے قائم ہوئے اور اُسی نے ان کو ترقی تک پہنچایا، ہم مختلف ممالک کے اُن زمانوں کا ذکر نہیں

کرتے، جب عورتوں کے زیر سیاست انھوں نے بڑی بڑی ترقیاں حاصل کیں، کیونکہ یہ بیان ایک مستقل تصنیف چاہتا ہے جو غالباً اس کتاب کا حصہ ثانی ہوگی، لیکن یہاں یہ اشارہ غالباً خلافت محل نہ ہوگا کہ انگلستان نے، جو اس وقت دنیا کے مہذب ترین ممالک میں شمار کیا جاتا ہے صرف عورتوں ہی کے عہد میں نمایاں ترقی حاصل کی، اور اسی عہد کے برکات و اثرات ہیں کہ اس وقت ہم اُس کے ارتقاء کو اس قدر بلند و ممتاز پاتے ہیں۔

کتاب خانہ اردو

یقیناً نامکمل ہے جب تک

صدیق باب ڈپلکٹس

سے کتابیں منگوائی جائیں کیونکہ یہی تمام ہندوستان میں اردو زبان کی نایاب تالیفات و تصانیف کا مرکز ہے۔“

دسویں فصل

مذہب اور عورت

عالم روحانیت کے متعلق کوئی خیال قائم کرنا اور اس خیال کے ماتحت افعال کا سرزد ہونا، ان دونوں کا مجموعہ مذہب کہلاتا ہے جو خیال قائم کیا جاتا ہے اسے عقیدہ کہتے ہیں اور جو افعال بر بنائے عقیدہ ہم سے ہوتے ہیں انہیں شعائر سے تعبیر کرتے ہیں۔ الغرض دنیا کا کوئی مذہب عقائد و شعائر سے زائد کوئی چیز نہیں ہے۔ یوں تو مرد و عورت کا مذہب ہر زمانہ میں اس لحاظ سے کہ ان کے عقائد و شعائر کتب مذہبی کے زیر اثر مشترک رہے ہیں، ایک ہی رہا ہے۔ لیکن عمل کے لحاظ سے اور تفاوت کے اعتبار سے جو دو مختلف جنسوں میں پایا جاتا ہے مرد و عورت کا مذہب شعائر کے لحاظ سے بالکل یکساں نہیں رہا۔ اس لئے مذہبِ قدیم میں وحشی عورت کے خیالات عالم روحانیت کے متعلق معلوم کرنا غالباً دشواری سے خالی نہ ہوگا۔ اس کے لئے یہ خیالی دنیا بہت قریب تھی، اور وہ سمجھتی تھی کہ اس کا آسمان اسکے چشمہ یا پہاڑ کے متصل واقع ہے، اور وہاں عورتیں ہی عورتیں رہتی ہیں۔

اس خیال کے زیر اثر نہ صرف عورتوں نے بلکہ مردوں نے بھی اپنے فطرتی کو بہت کچھ درست کر لیا تھا، کیونکہ اس باب میں مردوں کے خیالات بھی عورتوں کے عقائد سے زیادہ مختلف نہ تھے۔ یقیناً اس نوع کے خیالات مذہب کی صرف

ظاہری سطح سے متعلق تھے، اور حقیقت کے ان کو کوئی تعلق نہ تھا، لیکن یہ ضرور ہر کہ عورت مذہبی خیالات سے زیادہ متاثر ہوتی تھی، اور شعائر مذہبی نسبت مرد کے زیادہ پابندی کے ساتھ ادا کرتی تھی، چونکہ عورت جلد متاثر ہو جانے والی طبیعت لیکر پیدا ہوئی ہے، اس لئے اس پر خیالات مذہبی کا فوراً موثر ہونا یقینی تھا۔ اور چونکہ شعائر و افعال انھیں خیالات کے ماتحت سرزد ہوتے ہیں، اس لئے عورتوں کے اخلاق پر بھی اسکا اثر زیادہ قوی و محکم ملتا تھا۔

زمانہ قدیم میں مذہبی خیالات کے وسعت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ عورت کے نزدیک ہر وہ چیز جو اس کے لئے نامعلوم تھی۔ ایک دیوی تھی، اور ہر وہ منظر جو اُس کے لئے ناقابل فہم تھا، خدا تھا۔ و چلتی تھی اور کہتی تھی کہ دیوتا اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ وہ بات کرتی تھی اور یقین رکھتی تھی کہ دیویاں سن رہی ہیں۔ الغرض اس کے تمام افعال و حرکات میں مذہب کا ہمہ گیر خیال کام کرتا تھا، اور وہ اپنی ادنیٰ سی جنبش کو اُس کے زیر اثر سمجھتی تھی جب نہ فتنہ عقل میں سنجنگی آتی گئی، تجربات و سیع ہوتے گئے، اور سائنس نے اپنا قدم تمام موجودات و مغفرت اشیاء کی طرف بڑھایا، تو ایک ایک کر کے وہ تمام نامعلوم اشیاء جو پہلے دیویاں یا دیوتا سمجھی جاتی تھیں، محقق ہوتی گئیں، اور مذہب کی وقعت کم ہوتی گئی۔

گزشتہ صفحات میں صنعت و حرفت اور آلات وغیرہ کا تفصیل کے ساتھ لیا گیا اور بتایا گیا ہے کہ زمانہ قدیم میں عورت نے صنعت و حرفت و تجارت کے متعلق کتنی اختراعات سے کام لیا۔ اور اس طرح صحیح معاشرت کو کیونکہ

دست دی، لیکن یہ بیان نامکمل رہیگا اگر یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ عورت کا کوئی کام اس خیال و اعتقاد سے خالی نہ تھا کہ خدایا دیتا اُسے دیکھ رہا ہے یہاں تک کہ وہ کپڑے بھی دھوئی تھی تو اس خیال کے زیر اثر اور اور رکھنا پکاتی تھی تو بھی اسی اعتقاد کے ماتحت پھر یہ مذہبی خیال اس قدر حاوی تھا کہ وہ معمولی سے معمولی کام کو شروع نہیں کرتی تھی تا وقتیکہ وہ اس کے متعلق پہلے کچھ مراسم ادا نہ کر لے کہیں کہ بصورت دیگر دیوتاؤں کی برہمی کا ذکر تھا۔ ساعت، انگون وغیرہ ہر سہرات میں دیکھا جلتا تھا، اور یہ یقین تھا کہ اگر کسی کام کی ابتدا کرنے میں کام نہیدی مراسم مذہبی ادا نہ کئے گئے، تو وہ کام بھی انجام کو نہ پہنچے گا۔ زمانہ قدیم کوڑوں اور عورتوں کے اعتقادات روحانی عالم کے متعلق منحصر تھے ان کے اس دنیا کے علم پر، یعنی جس طرح وہ اس دنیا کو دیکھتے تھے، اسی طرح وہ دوسری دنیا کو بھی سمجھتے تھے، اور چونکہ اس دنیا کے متعلق بھی ان کی معلومات و تجربات بہت محدود تھے، اس لئے وہ عالم روحانیت کو بھی اسی ناقص طریق سے سمجھتے تھے۔ وہ آسمان کو دیکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہاں بھی ویسی ہی آبادی ہے جیسی زمین پر اور وہاں کے لوگ بھی قبیلے، ملازم، گھر، کھیتیاں، وغیرہ رکھتے ہیں۔ ان کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ اس دنیا کے آدمی وہاں کے لوگوں سے بعض معاملات و تعلقات جاری رکھ سکتے ہیں۔ وہ یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ قسمت انسانی کا تعلق دونوں عالموں کے یکساں ہو، کیونکہ فنا ہونے کے بعد وہیں جانا ہو اور تمام اقوام کے علم الاضام میں اس عالم کے بالتفصیل حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

اُن کے شعائر یا مراسم پرستش چند خاص امور پر مشتمل تھے، مثلاً سوسلی کی تعظیم

مذہبی معتدس لوگوں اور مقامات کی تفریق، مذہبی آدمیوں کے افعال و حرکات کی تخصیص، جیسے ریاضت، قربانی، دعا، روزہ وغیرہ۔ مذہبی زندگی میں بنیادی زندگی کی نقل کرنے اور افضل انسانوں کو موجودات عالم روحانی سے وابستہ سمجھنے سے بت پرستی و بت سازی کا رواج شروع ہوا جس کی تاریخ تاریخ انسانی سے کم دسیع نہیں ہے۔

قدیم تاریخی زمانہ کی دیویاں جو شرک و توام کی خیالی فردوس کو مغموں کے ہونے تھیں، وہ زمانہ وحشت کے عورتوں کی جائز اولاد تھیں، جو اس عقیدہ کی بنا پر کہ عالم ارواح کو عالم آب و گل سے براہ راست تعلق حاصل ہے۔ دیویاں سمجھی جاتی تھیں۔ ان قدیم پوجاریوں کے نزدیک تمام اجرام فلکی عورت تھیں یا مرد تھے، یعنی اُن میں سے کسی کو مرد سمجھتے تھے، اور کسی کو عورت، جو تحقیق کے لئے ایک دلچسپ مسئلہ ہے۔ یہ یقینی ہے کہ وہ عالم ارواح کو بھی بالکل دنیا کی طرح سمجھتے تھے اور وہاں کے تمام کار و بار کا قیاس، یہاں کے کار و بار پر کرتے تھے، جس طرح دنیا میں مرد و عورت کے کاموں کی تقسیمیں، بھڑائی و منتر کی تھیں، اسی طرح وہ آسمان میں بھی سمجھتے تھے کہ وہاں کے مرد و عورت کیا کرتے ہیں، اور عورتیں گھر میں بیٹھ کر انتظام خانہ داری و ترقی صنعت و حرفت میں مصروف ہوتی ہیں۔ اس لئے ظاہر ہے کہ جن اجرام فلکی کو وہ محاربانہ حیثیت دیکھتے ہوں گے انھیں مرد خیال کرتے ہونگے اور جن کو معاشرتی ترقی کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہوں گے انھیں عورت سمجھتے ہونگے اور چونکہ معاشری پہلو زندگی کا بہت وسیع ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ دیویوں کی کثرت کا خیال ان میں پیدا ہوا ہوگا۔

اگر تم کسی قوم کی تاریخ معلوم کرنا چاہتے ہو تو اس کے علم الاصنام کو دیکھو کیونکہ علم الاصنام حقیقتاً آئینہ ہے ان کی تاریخ حیات کا یا بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ جس طرح ایک قوم کی زندگی گذرتی تھی اسی طرح وہ آسمانی دیوتاؤں اور دیویوں کی زندگی کو سمجھتے تھے، پھر چونکہ کوئی حقیقی اور یقینی تفریق زمانہ قدیم کے مرد و عورت کی خدمات میں قائم نہ تھی۔ اس لئے زمانہ وحشت کی بعض دیویاں ایسی بھی دیکھی گئی ہیں جو مسلح ہیں اور بعض دیوتا ایسے جو انتظام خانہ داری وغیرہ میں مصروف ہیں۔ لیکن عام طور سے یہی عقیدہ پایا جاتا تھا کہ آسمانی دیویاں دونوں عالم کی کار باری زندگی کی سرپرست ہیں۔ مسٹر لننگ کہتے ہیں کہ

”مہذب اقوام کے علم الاصنام میں جو باتیں خلات عقل پائی جاتی ہیں وہ حقیقتاً وہی ہیں جو زمانہ قدیم کے علم الاصنام سے اُنھیں حاصل ہوئی ہیں اور اُس عہد میں نہ تمام باتیں عین عقل کے مطابق سمجھی جاتی تھیں۔“

بہر حال زمانہ وحشت کا مذہب بالکل انعکاس تھا روز کی زندگی کا اور جو فر ائض مرد و عورت کے اس دنیا میں تھے، وہی عالم ارواح کے دیوتاؤں اور دیویوں سے منسوب کئے جانے لگے اور اس لئے ظاہر ہوا کہ عورتوں اور ان کے کاموں کو دیویوں سے منسوب کر کے اگلی مخلوق نے جنس لطیف کے کارناموں کو کس طرح بچر فانی بنا دیا۔

اب یہ امر غور طلب ہے کہ عالم روحانیت کے متعلق محض عورت کے خیالات و اعتقادات مرد سے قطع نظر کر کے، کیا تھے، اس کے متعلق جب غور کیا جاتا ہو

تو معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی دیویوں کی جو صورتیں زمانہ قدیم کے مردوں نے بنائی تھیں، وہ دنیا کی عورتوں کے مماثل ہوتی تھیں اور عورتیں جو صورتیں ترتیب دیتی تھیں ان میں خدایان کی قوت متغیہ متصورہ بہت کام کرتی تھیں، اور اسلئے علم الاصنام کے اختراع میں مرد و عورت دونوں برابر کے شریک تھے لیکن اس میں کلام نہیں ہو سکتا کہ اس کا حسین دلکش پہلو صرف عورت کی وجہ سے قائم تھا کیونکہ نہ صرف اس کی صورتوں سے دیویوں کی صورتیں اخذ کر کے علم الاصنام میں دلکشی پیدا کی گئی، بلکہ خود عورت نے اپنے اختراعات صورت گری سے اس میں بہت ترقی پیدا کی اور بہت سے افسانے اپنی منزلی زندگی اور معاشری مشاغل کے جن کا تعلق کھیتوں، باغوں، چشموں، دریاؤں اور نہروں کے ذریعہ دیویوں سے منسوب کر کے علم الاصنام کو نہ صرف لطیف سے مالا مال کر دیا، بلکہ اس میں وہ شگفتگی و دلکشی پیدا کر دی جو ان کے مذہب کی حقیقی روح سمجھی جاسکتی ہو۔ پھر عورتوں نے یہی نہیں کیا کہ انھوں نے علم الاصنام کے بہت سے افسانے تصنیف کئے، بلکہ اس کی اشاعت بھی اُسی کی ذات سے ہوئی، اور وہ اس طرح کہ غلامی اور مال غنیمت ہونے کی حیثیت سے، وہ مختلف ممالک میں ادھر سے ادھر منتقل ہوتی رہی اور جہاں جہاں گئی اپنے مذہبی اعتقادات کو ساتھ ساتھ لے گئی، اور یہ عقائد اپنا وطن اور مریز و بوم چھوڑنے پر تسلیم نہ کر سکے۔ اسی طرح جو عقائد پہلے سے افسانے بن چکے تھے، وہ بجنسہ ایک قوم سے دوسری قوم میں منتقل ہوتے گئے، اور اس سے اس نظریہ پر روشنی پڑتی ہے کہ علم الاصنام کی علت حقیقی تمام اقوام میں مشترک ہو۔

بعض مشاغل جیسے برتن بنانا، بنیاد، تربیت اطفال وغیرہ تمام اقوام عالم کی عورتوں میں مشترک پائے جاتے ہیں، اس لئے کسی قوم کے علم الاصل نام کو ان مشاغل کے متعلق افسانوں سے خالی نہ پاؤ گے، اور ایسا ہونا چاہیئے کیونکہ عورت جن مشاغل میں منہمک رہتی تھی انھیں کے لئے ان وہ خواب دکھاتی تھی اور نہ صرف زمین بلکہ آسمانی دنیا کو بھی وہ انھیں مشاغل سے آباد پائی تھی، پھر صبا اس کی ذہانت نے انسانی حالات کو مذہبی رنگ دینا چاہا، تو ظاہر ہے کہ اُس نے اپنے مشاغل پر سب سے پہلے توجہ کی ہوگی اور مذہبی عنصر نہایت قوت کے ساتھ اُن میں پیدا کیا ہوگا۔

ابھی ابھی یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مختلف ممالک میں ان مذہبی معتقدات کی اشاعت میں عورت نے بہت بڑا حصہ لیا کیونکہ وہ غلامی میں ادھر سے ادھر منتقل ہوتی تھی، اور بطور مال غنیمت ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچتی تھی لیکن جیسی (خانہ بدوش) قوموں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ قدیم سیر و سیاحت کے عادی ہیں اور ٹری لیٹ (Leland) کی تحقیق ہے کہ رٹے زمین کے تمام اقوام سے زیادہ جیسی قوموں نے اشاعت علم الاصل نام میں مدد کی۔ چنانچہ آج بھی مدعا، تعویذ، گنڈا، پیشین گوئی وغیرہ بطور پیشہ کے ان میں رائج ہے، ان میں زمانہ قدیم سے ایک ایسی خاص دماغی قوت پائی جاتی ہے کہ اس کے استعمال سے وہ لوگوں کے خیالات امیال و عواطف معلوم کرنے میں بہت مشفق ہو گئی ہیں، اور بسا اوقات ان کی پیشین گوئی سے جو صحیح بھی ہوتی ہو سخت حیرت ہوتی ہے۔ بہر حال اشاعت مذہب میں زمانہ قدیم کی عورت نے

بہت مدتی اور اب بھی وحشی اقوام کی عورتیں اپنے مذہبی مراسم سے بہ نسبت مردوں کے نہ صرف زیادہ واقف ہیں، بلکہ اکثر بیشتر مراسم مذہبی انھیں سے متعلق ہیں، اور مردان میں بہت کم حصہ لیتا ہے۔

قریب قریب تمام اقوام عالم میں دیکھا جاتا ہے کہ ایک شخص کے مرنے کے بعد عورتیں ہی مردہ کے چاروں طرف جمع رہتی ہیں اور جس طرح بچہ پیدا ہونے کے وقت عورت ہی انسانی روح کا خیر مقدم کرتی ہے، اسی طرح موت کے وقت اس کو خیر باد بھی کہتی ہے۔ مردہ کے چاروں طرف عورتوں کا اجتماع بہت زمانہ قدیم سے رائج چلا آتا ہے اور اب بھی وحشی اقوام میں مختلف مراسم جن کا تعلق مردہ کے جسم سے ہوتا ہے، عورت ہی انجام دیتی ہے۔ قبر کے پاس بٹھکر آگ جلانا، گرسنہ۔ دشتہ روجوں کے لئے کھانا اور پانی لانا، اپنے بالوں کو قطع کر دینا۔ بدن کو زخمی کرنا تاکہ خراب دھین گھبرا کر چلی جائیں اور بہت سے مراسم صرف عورت ہی کے سپرد ہیں۔

برول سیو (Brule Sioux) میں مردہ کو قیمتی کپڑوں میں ملفوف کرنا آگیا بنا کر مردہ کو اسپرٹانا عورت ہی کے ذمہ ہے۔ امریکہ کے وحشی اقوام میں جب کوئی مر جاتا ہے تو اعزاء و احباب جمع ہوتے ہیں اور سخت ماتم کیا جاتا ہے۔ یہ نہ تو ماتم کرنا زیادہ تر عورت ہی کا کام ہوتا ہے، اور بعض اوقات انتہائی الم کے اظہار میں تھپکے نوکدار ٹکڑوں سے اپنے جسم کو جا بجا زخمی کر لیتی ہیں اور پھر اسکے بعد مرنے والے کے اعزاء کے پاس رہ کر دس دن تک عورتوں کو مختلف مراسم ادا کرنے پڑتے ہیں، مثلاً بہت سویرے بیدار ہو کر دن بھر محنت محنت کرنا بہت

کم غذا کھانا، جلد سوجانا، لہو و لعاب تفریح کے مشاغل سے احتراز کرنا، آرائش ترک کر دینا، دس دن تک سسل کسی پہاڑی کی چوٹی پر جا کر مردہ کا ماتم کرنا قبروں کے پاس آگ روشن کرنے کا رواج بہت قدیم ہو اور یہ خدمت بھی عورت ہی کے سپرد ہوتی تھی، جو رات رات بھر صحرائیں تنہا بیٹھی ہوئی آگ کو روشن رکھتی تھیں۔ کلیفورنیا کی اقوام میں جب کوئی بچہ مر جاتا ہے تو ماں ایک سال تک رُزنا اس گلبہ جاتی ہو جہاں کچھ کھلا کرتا تھا، یا جہاں اس کا جسم بٹایا گیا ہے، اور وہاں اپنا دودھ نکال نکال کر پیادوں طرٹ چھڑکتی ہے، اسی کے ساتھ وہ چیخ چیخ کر ماتم کرتی ہے۔ اپنے بچے سے وابستگی کی درخواست کرتی ہے ابھی کبھی نہایت غم آلود گانا گاتی ہو اور نہایت وحشیانہ نفس بھی کرتی ہو۔

رونی عورت کے متعلق مسٹر فرنیک کشنگ (Frank Cushing)

بیان کرتے ہیں کہ وہ مردہ کا سر دھوئی ہو اور پھر پانی کا گھڑا توڑ کر بانی بہا دیتی ہو، پالی نیشیا (Polynesia) کی عورتیں مردہ پر سخت ماتم کرنی نہیں، اپنے بالوں کو زنجیری نہیں، کپڑے پھاڑ ڈالٹی نہیں اور اپنے بدن کو بُری طرح زخمی کر دیتی تھیں شاکرک مچھلی کے تین چار دانت بید کے ایک ٹکڑے میں باندھ دیے جاتے تھے اور اس سے جلد میں شگاف دے دے کر خون نکالتی تھیں، اور ہر عورت کو یہ اوزار بھی اسی غرض کے لئے جینز میں یا جانا تھا۔ انڈمان کی عورت بچہ کی موت پر

استدراک

Yarrow, First An: report لہ

Powers, Cont. to Ethnol لہ

اپنا سر، گردن، کلاکیاں وغیرہ رنگتی ہے، سر منڈوا دیتی ہے اور وہ بچہ کے گھٹنوں کو تھوڑی سے لاکر تھیلیوں کو شانہ کے پاس لے جاکر میٹ دیتی ہے اور پھر اُسے بڑی بڑی پتیوں میں لپیٹ کر چاروں طرف کس دیتی ہے۔ باپ قبر کھودتا ہے اور بچہ کو دفن کر دیتے ہیں۔ کچھ زمانہ کے بعد قبر کھود کر ہڈیاں نکال لی جاتی ہیں۔ ماں مجسمہ کو رنگ کر ایک دوڑ کے ذریعہ سے اپنی گردن میں لٹکا لیتی ہے، اور دوسرے ہڈیوں کے بہت سے ہار گوندھ کر اعزاء و حبابین تقسیم کئے جاتے ہیں۔ جب کوئی جوان آدمی مر جاتا ہے تو عورتیں ہی تمام مراسم ماتم وغیرہ ادا کرتی ہیں۔ مرد صرف قبر کھودتا ہے۔ عورتوں کو مردہ شوہروں کے ساتھ ہلاک کر ڈالنے کا رواج بہت ممالک میں پایا جاتا تھا۔ ہندوستان میں عورت کے ستی ہو جانے کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں،

موت کے متعلق عورت کے تمام مراسم پر جہوت غور کیا جاتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام مراسم عورت کے انھیں مشاغل سے متعلق ہیں، جو اُس کیلئے حیات منرنی کے سلسلہ میں مخصوص ہیں اور اسلئے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ مذہب کی بنیاد ہی زمانہ قدیم میں عورتی مشاغل حیات پر قائم ہوئی اور چونکہ عورت کے مشاغل اس باب میں زائد و کثیر تھے، اسلئے عورت کا حصہ وجود و شاعت مذہب میں قدرتی طور سے زیادہ ہونا چاہیے تھا

مذہب عالم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں کسی قوم میں عورت کو مذہبی فرمان روائیا پیشوا ہونے کا موقعہ نہیں ملا ہر چند زمانہ وحشت میں بھی عورت کا مذہبی رہنما ہونا کہیں نہیں پایا جاتا، لیکن ان کی مذہبی سیادت کسی نہ کسی حد تک ضرور تسلیم کی جاتی تھی۔ اگر وہاں کوئی ساحر ہوتا تھا تو ساحرہ بھی پائی جاتی تھی، بلکہ بہ نسبت مردوں کے عورتیں اس سلسلہ میں زیادہ خطرناک سمجھی جاتی تھیں، کیونکہ وہ زیادہ بولنے والی اور اچھا کھانا پکانے والی تھیں اس لئے خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ارواح خبیثہ کو اپنے مندرول و رغداؤں سے اچھی طرح مالوت کر سکتی ہیں۔

زمانہ قدیم میں جب باہم اقوام میں جنگ ہوتی تھی تو عورتیں بھی ساتھ ساتھ جاتی تھیں، اور ان کے ساتھ ایک ضعیف عورت بھی ہوتی تھی، جو بہ حیثیت ساحرہ ہونے کی جنگ کی مختلف تدابیر بتاتی تھی، اس کا بلوس سفید ہوتا تھا کمر میں بیٹی ہوتی تھی اور پائوں برہنہ۔ اس کے حکم سے قیدی فرج کئے جاتے تھے، اور وہ خون کی روانی کو دیکھ کر جنگ کے متعلق پیشین گوئی کرتی تھی۔ جب ہزرنے اپنے قیدیوں سے دریافت کیا کہ اریوٹوں نے کیوں مقابلہ نہیں کیا تو انھوں نے کہا کہ ساحرہ عورتوں نے (جو جرمن اقوام کے ساتھ ساتھ جنگ کے موقع پر پیش گوئیاں کرتی تھیں) کہہ دیا تھا کہ مہینہ ختم ہونے سے پہلے قبل طلوع ہلال اگر جنگ کی جائیگی تو شکست ہوگی۔

۴ (Ariovistus) woman's share in pr. cult ۴

Caesar Bell. Gall ۴

زمانہ قدیم میں ہی علاج کرنے والے بھی تھے اور اس فن میں عورتیں بہت مشاق تھیں، شمالی کلیفورنیا میں شاستا (Shasta) قوم کی عورتیں خصوصیت کے ساتھ اس فن میں مشہور تھیں اس علاج کے لئے ایک مخصوص مکان ہوتا تھا، جہاں نادانف مزدوں کو جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ عام طریقہ یہی تھا کہ عورتیں مرد کے بیمار حصہ کو چوستی تھیں، یہاں تک کہ خون نکل آتا تھا، تخینف مرض کے لئے وہ بیمار کے پاس بیٹھ کر دیر تک کتے کی طرح بھونکتی تھی۔ یہاں تک عالم روحانی سے اس کو القا ہوتا تھا اور وہ جان لیتی تھی کہ کیا مرض ہو۔

گبس (Gibbs) نے ایک قطعہ بیان کیا ہے کہ "ایک بیمار کے گرد چار جوان عورتیں کھڑی ہوئیں اور پھر چار ضعیف عورتیں آئیں، اور بے مل کر اُس کے پاس طرح طرح کی حرکتیں شروع کیں، منہ چڑھانا، بدن کو توڑنا، ٹوڑنا، یہاں تک کہ وہ تھک گئیں، اور پھر بڑھ کر مریض کے جسم کو چوسنا شروع کیا۔ جب مریض کے سارے جسم پر آبلے پیدا ہو گئے تو ان کو ہاتھوں اور پاؤں سے توڑنا، ملنا، رگڑنا شروع کیا، اور اُس میں اس قدر محنت کی کہ وہ بالکل خستہ ہو گئیں۔ اسکے بعد وہ گر پڑیں گویا ہیوس ہو گئی ہیں، اور اس طرح علاج ختم کیا گیا۔" مسنر پارکر (Parker) ایک قطعہ بیان کرتی ہیں، کہ ایک عورت اُن کے ہمان ٹھہری ہوئی تھی کہ دفعۃً بیمار ہو گئی، محض نفرت کے لئے وہاں کی ایک ضعیف عورت جو سحر اور ٹوٹکے کے ذریعہ سے علاج کرنے میں بہت شہرت

لے Bancroft, Native Races

لے Bancroft, Native Races.

رکھتی تھی، بلائی گئی۔ اسنے بہت سے مراسم ادا کرنے کے بعد کہا کہ اُسنے کسی منگاہ درخت کے نیچے غسل کیا ہے۔ چونکہ اس درخت پر دیویاں رہتی ہیں، اسلئے اُنھوں نے اس کے جگر اور نشت پر اپنے ڈنک چھو دیئے ہیں۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ واقعی وہ اس درخت کے نیچے نہائی تھی اور نہانے کے بعد ہی نشت پر آس معلوم ہوا تھا۔ اس کے بعد اسی ضعیفہ نے جھاڑ پھونک کی اور مہینہ بالکل اچھی ہو گئی۔ آسٹریلیا میں بھی عورتیں کسی وقت ایک دوسرے کو ہلاک کر ڈالنے، محبت میں مبتلا کر دینے پانی برسانے کے لئے اعمال سحر میں بہت شہرت رکھتی تھیں۔

ہوما عورتیں زمانہ قدیم میں ذریعہ مراسم مذہبی علاج کرنے میں بہت مشاق تھیں۔ اب جدید تہذیب نے رفتہ رفتہ ان قدیم روایات و مراسم کو مٹا دیا ہے لیکن اب بھی وہاں چند ضعیف عورتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو کہنہ امراض کا علاج اپنی مذہبی قوت سے کرتی ہیں اور کامیاب ہوتی ہیں۔ اسی طرح جزیرہ بورنیو (Borneo) کی عورتیں انھوں کے ذریعہ سے علاج کرنے میں بہت متاق تھیں۔ اور جنوبی امریکہ میں کسی وقت وحشی عورتیں عام طور سے مذہبی نغمہ و رقص کے ذریعہ سے علاج کیا کرتی تھیں۔

یہاں تک تو ذکر تھا طبقہ نسواں کے اُن اعمال و حرکات کا جو معادن ہوسے مذہب اور مذہبی خیال کی اشاعت میں، لیکن ایک دوسرا پہلو اور بھی ہے اور وہ یہ کہ آسمانی دنیا میں جو عورتوں کی آبادی فرض کی گئی تھی وہ

کیسی اور کیا تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ اعتقادات مذہبی کا ارتقاء بھی فنون کی طرح ہوا ہے۔ انسانی ضروریات کے ساتھ صناعات اور صناعات کے ساتھ مذہبی اعتقادات نے جس طرح تدریجی ترقی حاصل کی ہے اسکا ذکر ضمتاً اور ان گزشتہ میں ہو چکا ہے، کہ فرائض زندگی پر لحاظ کر کے آسمانی دیوتاؤں اور دیویوں کی تقسیم کس طرح کی گئی تھی اور ان سے انسانی صناعات کا کیا تعلق تھا اب ہم ذرا وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کریں گے۔

تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم کی ادنیٰ ترین اقوام میں بھی اوقات عشق و محبت پائے جاتے تھے، اور حُسن کے نقطہ نظر سے شعر و موسیقی وغیرہ کا جو تعلق ہے وہ بھی نظر انداز نہ کیا جاتا تھا، اسلئے دنیا کی کوئی بُت پرست قوم ایسی نہ ہوگی، جس میں جذبہ محبت کو ایک دیوی سے منسوب نہ کیا گیا ہو۔ روم میں دینس کو، یونان میں افروڈائٹ Aphrodite کے فنوشیا میں ایٹارٹ

(Astarte) کو اسیروں میں ایشار (Istar) کو، مصر میں ہاتھر (Hathor)

بتوں کو جو وقعت حاصل تھی، وہی عزت و عظمت امرکیہ اور افریقہ کی وحشی اقوام اپنی دیویوں اور دیوتاؤں کی کرتے تھے۔ یہ ضرور ہے کہ محبت کا تعلق کسی جگہ عورت سے سمجھ کر اس کی دیوی سے منسوب کیا گیا، اور کہیں مرد سے وابستہ جان کر دیوتا سے تعبیر کیا گیا، لیکن اس میں شک نہیں کہ اس جذبہ کا اثر عام تھا۔ اور ہر ملک و قوم میں حسن و محبت کے جذبات کو بتوں کی صورت میں غیر فانی بنانے کی کوشش کی گئی۔ علاوہ ان کے اور بھی بہت سے اہم دیوتا یونان و روم میں پائے جاتے تھے، جو عناصر عالم پر حکمراں فرض

کئے گئے تھے۔ یونان کا ڈیمیٹر (Demeter) جس کو لاطینی میں سرس (Ceres) کہتے ہیں، پوسائیڈون (Poscidon) جسے لاطینی میں نیپٹون (Neptune) سے تعبیر کرتے ہیں، اپالو (Apollo) اور مائیسنڈا (Minerva) وغیرہ بڑے زبردست دیوتا تھے۔ ان میں سے دیویوں کا نہیں، ایک ملکہ زمین، دوسری ملکہ آسمان۔ ڈی میٹر جس کے معنی ماں کے ہیں، زمین کی ملکہ سمجھی جاتی تھی، اور تمام وحشی اس دیوی کو اپنی ماں سمجھتے تھے چونکہ یہ دیوی زمین سے منسوب تھی، اسلئے زمین کے برکات کو دیکھتے تھے اُسے ماں کہا جاتا تھا۔ وحشی اقوام کا عقیدہ تھا کہ زمین بھی مثل آدمیوں کے جان رکھتی ہے، جو اپنے بچوں یا انسانوں کے لئے غذائیں اور تمام ضروریات کی چیزیں مہیا کرتی ہے۔

زردنی قوم کا عقیدہ تھا کہ زمین سب کی ماں ہے جو جیلے ماں دہ دہ بلاتی ہے اُسی طرح زمین انسانوں کے لئے پانی مہیا کرتی ہے، اور صحرائی پیداوار جو حقیقتاً جسم زمین کا گوشت ہے، غذا کا کام دیتا ہے اس قوم میں اگر لڑکی کی ولادت مطلوب ہوتی تھی، تو قبل ولادت کے میاں بیوی ایک چٹان کے پاس جا کر دعائیں اور التجائیں کرتے تھے کہ

”اے زمین، سب کی ماں، سورج سب کے باپ سے
سفارش کر کہ وہ ہمیں لڑکی دے، اور یہ لڑکی جو ان ہو کر
اچھی عورت بنے اور اس میں اچھا کپڑا بنے، اور عمدہ برتن

بنانے کا سلیقہ ہو۔

کیٹشٹ (Gatschet) لکھا ہے کہ ”جب کم سیہہ (Tecumseh) نے جنرل ہیریسن General Harrison سے گفتگو ختم کی تو اس کے بیٹھنے کے لئے کرسی دی گئی تو اس نے کہا کہ ”سولج میرا باپ ہے اور زمین میری ماں مجھے اسی کی آغوش پسند ہو یہ کہا اور زمین پر بیٹھ گیا۔
 ابا کے لوگ غلہ کی پریش چیشیت ماں ہونے کے اب بھی کرتے ہیں اور اسی طرح پیرودیا (Peruvia) کی نو میں پچ ما یعنی مادر زمین کی پریش کرتی ہیں۔

کلاماٹھ (Klamath) کے وحشی کہتے ہیں کہ زمین کی ماں اپنے بچوں یعنی انسانوں کو غلہ اور پھل وغیرہ کی صورت میں بڑے بڑے انعام دیا کرتی ہے جھیلیں اُس کی آنکھیں ہیں اور پہاڑیاں اُس کا سینہ جن سے نہروں در دریاؤں کی صورت دودھ جاری رہتا ہے۔

قدیم مصریوں کے عقائد اس کے برعکس تھے۔ وہ سب (Sib) یعنی زمین کو باپ ونیٹ (Nut) یعنی آسمان کو ماں کہتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ان دونوں سے اوسائرس (Osiris) اور اسیسی Isis پیدا ہوئے اور ان کی مراثیت سے ہورس (Horus) یعنی آفتاب جلوہ گر ہوا۔

Gatschet, The Klamath Indians

Gatschet, The Klamath Indians

Renouf, Religion of Ancient Egyptians

اگر تاریخ طبعی کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے، تو دنیا کے ہر ملک میں کوئی کوئی درخت ایسا پایا جائیگا جو وہاں کثرت سے پیدا ہوتا ہے، اور وہی درخت ملک والوں کی پرورش کرتا ہے۔ جتنی اقوام میں ہمیشہ ایسے درخت کو نہایت عزت سے دیکھا جاتا تھا۔ اور خیال کرتے تھے کہ اس درخت کو آسمانی دنیا کی کسی عورت نے دنیا والوں کی پرورش کے لئے پیدا کیا ہے، اور اس طرح اس درخت کی رفتہ رفتہ پرورش ہونے لگتی تھی۔ ہندوؤں میں جب ستیا جی کے احسانات کا ذکر کرتے ہیں تو کسی عورت یا لڑکی کو خوشنہرے رنگ کی حسین ہوتی ہے غلہ کی زرد زرد بالیوں کا تاج بنا کر پہناتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو یہ حقیقتاً پرستش غلہ اور ستی کی کیجاتی ہے اور ستیا جی کو کھیت جو تنے کی دیوی سمجھا جاتا ہے۔ ستیا کے منی میں اس لکیر کے جو زمین پر مل چلانے سے پیدا ہو جاتی ہے جو اسیسا غلہ ہے جو اکثر ممالک میں پایا جاتا تھا، بعض قوموں میں اب بھی اس کو ایک دیوی کی صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے۔

کنادی کے وحشی اقوام میں جو کوٹو (Quito) کے جنوب میں ہوا۔ کاپن (Huacapan) یہ سٹا پرا آباد تھیں یہ روایت بیان کی جاتی تھی کہ جب دنیا میں سب بڑے طوفان آیا تو وہ بھائی اس پہاڑ پر بچ کر چلے آئے جب طوفان کا زور کم ہوا تو وہ زمین پر آئے اور کچھ کھانے کی فکر کرنے لگے۔ لیکن وہاں کوئی چیز نہ تھی اتفاق سے دو طوطے ان کے جھونپڑے میں آئے اور انھوں نے

استدراک

جوار کی غذا اُن کے لئے تیار کی، اُن کو جب پکڑا تو ان میں سے ایک عورت ہو گئی اور اُسے جوار کا بیج اُن کو دیا اور کھیتی کرنا سکھایا۔ یہاں کے وحشی اپنے تئیں اسی عورت کی نسل سے بتاتے تھے، اور اسی لئے طوطے کی بڑی عزت کرتے تھے

مصر قدیم کے علم الا صنم میں سخت Sekhet دیوی را (Ra) کی مٹی کا جو مجسمہ تیار کیا جاتا تھا، اسکا سر مٹی کا ہوتا تھا، اس دیوی کی نسبت عقیدہ تھا کہ وہ نوع انسان کی محافظ اور دشمن انسان کو ہلاک کر دینے والی ہے۔ چونکہ زمانہ قدیم میں عورت ہی غلہ کی محافظ، خرمین کی جمع کرنیوالی تھی، اور اسی نے مٹی پال کر حفاظت خرمین کا کام اُس سے لیا تھا، اسلئے اس مجسمہ کے سر کو بلی قرار دیا گیا۔ اور اس طرح عورت کی اس ذہانت و خیرات کو خلعت دوام بخشدی۔

یونانیوں کا عقیدہ تھا کہ آتشکدہ میں تمام دیوتاؤں کی روئیں جمع ہوتی ہیں چنانچہ شہر میں ایک بڑا آتشکدہ بنایا جاتا تھا جو شب و روز ہر وقت روشن رہتا تھا آتشکدہ کی دیوی ہستیہ (Hestia) تھی۔

اٹلی میں بھی یہی رواج تھا لیکن وہاں اس کا نام وستا (Vesta) تھا بر فیسر فریزر (Frazer) کی تحقیق ہے کہ آتشکدہ کے دعو اور اس میں ہر وقت آگ کے مشتعل رہنے کا تعلق زمانہ قدیم کی اس رسم سے ہے کہ سردار کے خیمے یا جھونپڑے میں اکثر و بیشتر آگ پانی جاتی تھی۔ اور اس کے چاروں طرف عورتیں اپنے مشاغل میں مصروف رہتی تھیں۔ چونکہ آگ ایک بڑی نعمت تھی اور

استدراک لے
payne, Hist: of America

J. G. Frazer لے

عورتوں کے انتظام خانہ داری کا زیادہ تعلق اُسی سے تھا۔ اس لئے آشکدہ بھی ایک دیوی ہی سے منسوب کیا گیا، دیوی اسلئے کہ عورت ہی آگ کو قائم رکھتی تھی اور وہی اس سے کام لیتی تھی۔ آگ سے کھانا پکانا آگ کی مدد سے کھانے کو کئی دن تک خراب نہ ہونے دینا، کپڑوں کو خشک کرنا، جائے کئی تکالیف کو دور کرنا، کشتیاں بنانا، برتن پکانا، اور بہتے مشاغل عورت ہی سے متعلق تھے اور مردان میں کوئی حصہ نہ لیتا تھا۔

جنوبی افریقہ میں، ڈومار قوم کے اندر سردار کے جھونپڑ کے پاس ہر وقت آگ قائم رکھنے کا رواج اب بھی پایا جاتا ہے۔ جب کسی قبیلہ کا سردار کسی مرد و راز مقام پر جاتا ہے تو اس متبرک آگ میں سے ایک ٹکڑا اسکو دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے لئے وطن یا گائوں میں اس سے ایک آشکدہ قائم کرے۔

روس کے طبقہ مزراغین میں بھی یہی رواج ہے۔ جب وہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں تو الاؤ یا چالھے کی ساری آگ کسی برتن میں رکھ کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور نئی جگہ پہنچ کر اسکو زمین پر رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ

”میں نے گھریں تیرا غیر مقدم کرنا ہوں مے میرے بند“

قدیم یونانیوں اور روماء والوں میں بھی یہی رواج پایا جاتا تھا۔ چونکہ آگ عورت کا تعلق بہت زیادہ تھا اسلئے اُسے دیوی سمجھ کر پرستش کی گئی۔ اور اس

کار آمد ہونے کے لحاظ سے ادھر ادھر منتقل کرتے رہے۔ آگ کے بعد جس چیز کا تعلق عورت سے تھا وہ پانی، ہر اسلئے قریب قریب تمام اقوام میں پانی کو بھی دیوی سے منسوب کیا گیا ہے۔ یتھوز (Matthews) نے بیان کیا ہے کہ نواجو کا ایک خاندان جس میں باپ، ماں، دو لڑکے اور لڑکیاں تھیں ایک ایسی جگہ آباد ہونے کے لئے پہنچا، جہاں پانی نہ تھا۔ اتفاق سے ایک لڑکے کو جبکہ وہ زمین کھودتا تھا، پانی کے ایک چشمہ کا پتہ چل گیا۔ چونکہ پانی لانے کی خدمت عورت ہی کے سپرد ہو اور صرف ایک ہی برتن پانی لانے کے لئے مجبور تھا اسلئے عورت نے اصرار کیا کہ چشمہ کے پاس چل کر قیام کرنا چاہئے۔ لیکن مردوں نے کہا کہ وہاں تعمیر مکان کے لئے اشیاء قریب دستیاب نہو گی اسلئے یہیں رہنا چاہئے۔ لیکن آخر کار عورت کی رائے کے مطابق فیصلہ ہوا اور سارے خاندان کو پانی کے چشمہ کے پاس آباد ہونا پڑا۔ اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے کہ پانی کے مسئلہ میں ایک عورت کو کس قدر دیوی کا سا اقدار حاصل تھا، اور پانی کیوں ایک عورت سے منسوب کیا جاتا تھا۔

آسٹریلیا کے خوشی اقوام کا عقیدہ ہو کہ آفتاب ایک عورت ہو جو آگ لئے ہوئے ہے جب وہ اس آگ پر بہت سا ایندھن رکھ دیتی ہو، تو شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور زمین پر گرمی ہو جاتی ہے۔ غروب آفتاب کے متعلق اُن کا عقیدہ ہے کہ شام کو سورج کی دیوی ایک ضعیف عورت کی آغوش میں چلی جاتی ہو اور وہاں سو جاتی ہو۔

یونانیوں میں دیویاں کثرت سے پائی جاتی تھیں مثلاً کلوتھو (Clotho)

جس کی نسبت ان کا عقیدہ تھا کہ رشتہ حیات کا تنی ہے، لاکیس (Lachesis) جو اُس کے طول کو متعین کرتی ہے، ایٹروپوز (Atropos) جو اس رشتہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہے، اریکنی (Arachne) جو نہایت باریک سوت کا تنی تھی۔ اس سے ثابت ہے کہ زمانہ قدیم میں بہ لحاظ ترقی فنون عورت کا درجہ اس قدر واقع تھا کہ اس کی ہر صفت ایک دیوی کی صورت میں ظاہر کی جاتی تھی۔ چین میں ریشم کی صنعت بہت زمانہ قدیم سے رائج چلی آتی ہو اور یہ بھی متحقق ہے کہ عورت ہی اس میں بہت بڑا حصہ لیتی تھی۔ یکنگ بین قصر شاہی کے قریب چالیس فیٹ کے دور میں ایک قربان گاہ بنی ہوئی ہے جو چاروں طرف دیوار سے محصور ہے۔ یہیں ایک معبد ٹسن ٹان ٹاو (Tsen-tsan-tao) کا ہے اسکے قریب بہت سے شہنوت کے درخت لگائے گئے ہیں جہاں ریشم کے کپڑے کی پرورش کی جاتی ہے۔ یہ معبد یو نفسی (Yuenfsi) یعنی اس عورت کے نام سے موسوم ہے، جس نے سب سے پہلے ریشم کے کپڑوں کو دریافت کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یو نفسی، سلنگ شی (Si-ling-shi) کا دوسرا نام ہے۔ جو ہوانگٹی (Huang-ti) کی بیوی تھی۔ اس معبد پر اب بھی ہر سال قصر شاہی کی عورتیں قربانیاں چڑھاتی ہیں اور مراسم ریشم نہایت خلوص ادا کرتی ہیں اس دیوی کے ادب بھی بہت سے مختلف حصص ملک میں پائے جاتے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علما لاصنام حقیقتاً اک زبان استعارہ و تشبیہ ہے، ان کے ذریعہ سے مختلف فنون و مختلف اشیاء کی حالت کو بیان کیا گیا ہے۔

جیسے میگزیکیو میں ایک پتھر کو ٹالا کٹل کہتے ہیں جس کے معنی چرخہ کا پتھر جو کہ اس کی صورت چرخہ کے پنگھے یا دائرہ کی طرح ہوتی ہے، اسلئے اس کا یہ نام رکھ دیا گیا۔ بالکل اسی طرح زمانہ قدیم کے علم الا صنم میں کوئی نہ کوئی وجہ شبہ قرار دے کر، موجودات عالم میں بہت سی چیزوں کو عورت سے تشبیہ دیدی گئی۔ چونکہ عورت رات دن آگ سے کام لیا کرتی تھی اسلئے آفتاب کی حرارت کو جب شبہ قرار دے کر اُسے عورت کہہ لیا گیا۔ چونکہ پانی مٹیا کر نا بھی عورت ہی کا کام تھا اسلئے بادلوں کو کہ وہ بھی پانی مٹیا کرتے ہیں، عورت سمجھا گیا۔ اسی طرح چونکہ عورت کی زندگی ہر وقت متحرک تھی اور وہ کسی وقت آرام و سکون سے نہ بیٹھی تھی، اس لئے ہوا کو بھی جو ایک بے چین عنصر ہے عورت قرار دیکر دیدی کہہ دیا گیا۔

یونانیوں میں ایک دیوی تھی جس کا نام منروا تھا۔ یہ تمام فنونِ اختراع کی دیوی تھی۔ چونکہ زمانہ قدیم میں فنونِ اختراعات صرف عورت کی ذات کے قائم تھے۔ اسلئے اُس فہانت و فرات کو جو ترقی فنون کی باعث ہوئی، عورت ہی سمجھ لیا گیا، اور اُسے دیوی سے تعبیر کرنے لگے۔ چونکہ عورت ہی نے پہلے جانوروں کو پالنا شروع کیا اور اسی نے کاتنا، بننا اختراع کیا۔ اسلئے گھوڑوں کی پرورش کرنے اور کاتنے بننے کی اہلیت کو بھی اٹھنا (Athena) دیوی قرار دیا گیا۔ یونان میں اس دیوی کا ایک بڑا مندر ہے۔ جہاں کسی زمانہ میں عورتیں سال میں نو ماہ تک سوت تیار کر کے کپڑے بنتی تھیں جو پہلے مندر میں دیوی کے سامنے پیش کیا جاتا تھا اور پھر اس کپڑے کے

باوبان تیار کئے جاتے تھے قدیم مصر لوں میں ایک دیوی نتھ (Neith) تھی اور یہ اس سے پہلی عورت کی یادگار میں قائم کی گئی تھی، جس نے بننے کے فن کو ایجاد کیا۔ اس دیوی کے معبد میں کپڑا تیار کرنے کے بڑے بڑے کارخانے تھے جہاں عورتیں کام کیا کرتی تھیں۔ یہاں کے کپڑے خاص خاص مذہبی مراسم ادا کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے تھے اور میانی شہر لاشیں انھیں میں پسٹی جاتی تھیں۔ الغرض زمانہ قدیم میں کثرت سے دیویاں پائی جاتی تھیں اور عورتوں کے مشاغل کو اس طرح مذہبی رنگ بخشنے میں اس حد تک شاعرانہ نزاکت سے کام لیا گیا، کہ آواز باز گشت کو بھی جو حقیقتاً مکمل خلوت سکون سے پیدا ہوتی ہے۔ عورت ہی سے منسوب کیا گیا۔ یعنی اسکو بھی دیوی قرار دیا گیا۔ محض اسلئے کہ عورت کی زندگی ایک خلوت و سکون کی زندگی تھی۔

یہ امر مسلم ہے کہ دنیا میں تمام ممالک نے اول اول بت پرستی اختیار کی اسلئے کائنات کو مذہب کے متعلق جو اولیں درس دیا گیا، وہ بت پرستی کا تھا۔ پھر دیکھو کہ بت پرستی کیونکر قائم ہوئی اور علم الاصنام کی بنیاد جو اولیں روایات مذہبی سے تعبیر کیا جاسکتا ہو کیونکر عالم وجود میں آیا۔ اگر عورت کا وجود دنیا میں نہوتا تو نہیں کہا جاسکتا کہ مذہب کس طرح عالم وجود میں آتا۔ اور اُسکے ظہور کیلئے قدرت کس طریق کو استعمال کرتی۔ لیکن یہ ضرور ہو کہ اگر علم الاصنام کے وجود کا ذریعہ صرف مرد ہوتا، تو نہ اس میں اتنی وسعت ہوتی اور نہ وہ شاعرانہ لطائف پیدا ہوتے جو اب نظر آتے ہیں مابو عورت کی وجہ سے اس میں پیدا ہوئے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ اگر عورت کی وجہ سے بت پرستی کی بنیاد قائم ہوئی تو یہ صحیح مذہبی

نقطہ نظر سے ایک تو م کیلئے باعث انحطاط ہو نہ کہ باعث ترقی، اسلئے عورت کا وجود اس مسئلہ میں سخت غیر مفید ثابت ہوا، لیکن اگر مقرض ذرا غور کرے، تو اسے معلوم ہو سکتا ہو کہ زمانہ قدیم میں جبکہ انسان بالکل وحشی حالت میں تھا۔ بت پرستی کی معیشت نہ ہو سکتی تھی۔ یہ صحیح ہو کہ دنیا میں مذہب اسلام کی تعلیمات، بہترین تعلیمات مذہب ہیں لیکن اگر اسلام کی تعلیمات اور عہد عیسوی و موسوی اور اس سے قبل دیگر انبیاء کی تعلیمات پر غور کیا جائے، تو ان سب میں بن تفاوت پایا جائیگا اور معلوم ہو گا کہ کس طرح زمانہ کی تدریجی ارتقاء کے ساتھ تعلیمات میں پاکیزگی بڑھتی گئی۔ اگر اسلام کی تعلیمات کا محصل ہونے کے لئے زمانہ پہلے ہی تیار ہوتا، تو اسی وقت تعلیمات پیش کر دی جاتیں لیکن خدا نے ایک مذہب کو رواج دیکر ہمیشہ اس لئے منع کیا کہ اسکی ضرورت باقی نہ رہی تھی۔ بالکل ممکن ہو کہ تخلیق کائنات کی ابتدائی حالت میں بت پرستی ہی ان لوگوں کے حال کے لئے موزوں و مناسب ہو حروف تہجی کا کوئی مفہوم نہیں ہو لیکن اسلئے کہ وہ ذریعہ ہیں آئندہ حصول علم و زبان کا اُن سے مفید بھی نہیں اور ان کا پڑھنا ضروری ہے۔ علاوہ اسکے اگر نگاہ انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ قدیم علم الاعنایہ میں ثابت پرستی نہ تھا بلکہ محض فن پرستی تھا کیونکہ جتنے دیوتا یا دیویاں تھیں۔ سب انھیں فنون سے متعلق تھیں، جو اسوقت رائج تھے اور جن کی ترقی پر کائنات کی ترقی قائم ہونے والی تھی۔ اسلئے لوگوں کو اسطرت ترغیب دینے کی اور کوئی ترکیب ہی نہ تھی کہ اُن کو مذہبی صورت دیدی اور اس طرح لوگ اُن کی طرف توجہ کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ پھر چونکہ زمانہ قدیم کے لوگ عقل فراست کے خلاف سے پوری ترقی نہ کر چکے تھے، اور اُن کا دماغ اس بات کے

سمجھنے سے عاری تھا کہ ترقی کس کو کہتے ہیں اور ملک و قوم کی فلاح و بہبود کس چیز پر
منحصر ہو، اس لئے نہ انکو فلسفہ اقتصاد کا کوئی درس دیا جاسکتا تھا نہ فلسفہ اخلاق و
معاشرت کا انکی زندگی کی حرکت و عمل تھی اور انکا دماغ نکات علمی سے بچنے کا
اہل نہ تھا اس لئے ان کا رجحان ترقی کی طرف اسی طرح ہو سکتا تھا کہ خود انھیں کے پیدا کیے
ہوئے مشاغل کی طرف سے انکے دلوں میں غفلت و درمت کا خیال قائم ہو جائے اور وہ اس
ہونے کی حیثیت سے انکو اختیار کرنے لگیں چنانچہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اسی خیال کا اثر تھا کہ
زمانہ قدیم کے تمام فنون آہستہ آہستہ ترقی کرتے گئے یہاں تک کہ سب سے فنی ترین
پختہ ہو گئیں اور اصل مقصد و حاصل ہو گیا تو بہت پرستی آپ ترک ہو گئی اور اعمال بری نفس
فلسفہ ترقی کے سحاط سے ظاہر ہونے لگے خود قرآن پاک کے دیکھنے سے یہ بکجی بنیم کا
پتہ چلتا ہو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو شراب کثرت سے رائج تھی، اور
خدا پسند نہ کرتا تھا کہ لوگ اسکا استعمال جاری رکھیں آپ دیکھینگے کہ دفعہ دو گوارا ہو
اسکے استعمال سے نہیں روکا گیا۔ سب سے پہلے حکم دیا گیا کہ لا تقربوا الصلوة
وانتم مسکراہ (نشہ کی حالت میں تم نماز ادا نہ کرو) جب لوگ اسکے متحمل ہو گئے
تو پھر ارشاد ہوا کہ شراب میں نقصان کثیر ہے اور نفع کچھ نہیں یا بہت قلیل ہے سب کو
بھی کچھ زمانہ گزر گیا تو ایک قطعی و اذعان حکم دیا گیا انما حرمت علیکم الخمر
(تم پر شراب حرام کر دی گئی) کیا کوئی کہہ سکتا ہو کہ حکم اول کے وقت شراب کے حرام
کے فیصلے جانے کی وجہ موجود نہ تھی۔ یقیناً تھی، لیکن خدا سمجھتا تھا کہ دفعہ دو گوارا کو
باز رکھنے میں کامیابی نہ ہوگی۔ اس لئے ایسا نہیں کیا گیا اور آہستہ آہستہ لوگوں کے
دلوں میں اس کی طرف سے نفرت پیدا کر کے کامیابی حاصل کی گئی۔

ہر خبیث موضوع تصنیف کے لحاظ سے کسی کا شبہ کرنا درست نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ جو تصنیف جس موضوع پر ہوتی ہے، اسی کے لحاظ سے اس پر تنقید کی جاتی ہے اور علم الانسان کا موضوع اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی مذہب کے صحیح یا غیر صحیح ہونے پر حکم لگایا جائے بلکہ صرف دیکھنا یہ ہے کہ یہ لحاظ مذہب، عام اس سے کہ وہ ابتدائی حالت اور بدوار تھا عالم میں کیا تھا، انسان نے کیا کیا لیکن میں نے تھوڑی سی گفتگو کو مذہب کے تحت تقسیم کی نسبت، سرفہرست سے جائز رکھا کہ شاید کوئی اصول تنقید کو پیش نظر نہ رکھے اور اس کے دل میں شبہ نہ پائی ہو۔ بہر حال میں اس باب کو ختم کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ گزشتہ بیان سے مذہب کے متعلق عورت کے کارنامے جو زمانہ قدیم میں اس کی طرف سے ظاہر ہوئے، ابھی طرح معلوم ہو سکتے ہیں۔

ہیں کہ جو عزت و عظمت، مذہب کی عورت کے دل میں قائم ہوتی ہو، اُس سے اکثر مردوں کی طبیعتیں محروم رہتی ہیں۔ اور اس کی وجہ یہی ہو کہ عورت فطرتاً جلد متاثر ہونے والا اور دیر تک متاثر رہنے والا دل رکھتی ہو۔ عالم ارواح کی نسبت اس کے اعتقادات جلد مستحکم ہوتے ہیں، مردوں کے نہیں۔ زمانہ قدیم میں وہ اپنی زندگی کے ہر گوشہ کو قسمت سے تعبیر کرتی تھی اور سمجھتی تھی کہ اس کی حیات کا ہر لمحہ الہی ہے آسمان کے عالم ارواح سے۔ وہ اپنے تمام مشاغل کا دیوتاؤں اور دیویوں کے نام تہدید فرض جانتی تھی۔ اور اُس کو یقین تھا کہ اس کی زندگی جس قدر مصروف و مشغول ہوگی۔ اسی اعتبار سے آسمانی دیویاں اس سے خوش رہیں گی اور برکت دینگیں۔ چونکہ یہ خیال و اعتقاد اس کا بہت قوی تھا۔ اس لئے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی بکارب ٹھہنا گوارا نہ کرتی تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف پیشے اُس کے اس اعتقاد کے ماتحت قائم ہو گئے، اور تہذیب تمدن میں وسعت پیدا ہونے لگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس حد تک زمانہ قدیم کی عورت کے کارناموں کا اجمالی بیان کافی ہو اور اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ عورت کے احسانات دنیا اور دنیا والوں پر کیسے رفیع ہیں۔

اگر فلسفیانہ نقطہ نظر سے کوئی شخص اس مسئلہ پر غور کرے گا تو وہ ضرور اس سے یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ دنیا کی کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک خود عورت کو ترقی کا خیال نہ ہو، اور عورت کا ترقی کرنا سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ وہ اپنی حیات منزلی کے تمام نشیب و فراز و جملہ نکات سے واقف ہو کر اپنے اولاد کی تربیت اُن اصول کے زیر اثر کرے جو نئے نئے دلائل کام

کرنے کا شوق اور تحقیق و جستجو کا دلولہ پیدا کر سکتے ہیں۔
 چونکہ زمانہ قدیم کی عورت اپنے مشاغل کے لحاظ سے، یکسر محنت و جستجو اور ہمہ تن تلاش و کاوش تھی اسلئے جس وقت بچہ اپنی ماں کی آغوش میں آنکھ کھولتا تھا، تو وہ سولے حرکت و عمل کے کسی اور چیز کو دیکھتا ہی نہ تھا بلکہ کے ساتھ وہ ایک جگہ چین سے بیٹھ سکتا تھا اور وہ مجبور تھا کہ اپنے دماغ میں بھی وہی نقشِ محنت و عمل قائم کرے، جن کو وہ اپنے چاروں طرف منتشر دیکھتا تھا۔

یقیناً آج نہ وہ اصول تمدن باقی ہیں جو زمانہ قدیم میں پائے جاتے تھے اور نہ وہ مشاغلِ حیات زندہ ہیں جو قدیم عورت کی خصوصیات میں سے تھے۔ بہت سے وہ کام، جن کو کبھی صرف عورت کرتی تھی، مردوں نے اختیار کر لیے ہیں۔ اور ایک حد تک عورت کیلئے میدانِ ترقی نظر آتا ہے۔ لیکن سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ موجودہ اصولِ ترقی کے لحاظ سے بھی اپنے اندر کام کرنے کا دلولہ پیدا نہ کرے۔

تعلیم یافتہ طبقوں میں بھی عورت اس سے زیادہ ترقی کرتی ہوئی نظر نہیں آتی کہ وہ کچھ گھنا بڑھنیا سیکھ لیتی ہو اور ضرورت کے مطابق سینا پرونا، لیکن اس کو کسی وقت غور کرنا چاہیے کہ جب زمانہ وحشت میں وہ اس قدر ترقی کرنے کی اہل تھی، تو کیا موجودہ عہد میں وہ کوئی ترقی نہیں کر سکتی؟

یہ صحیح ہے کہ جب تہذیب اپنے مناسب و جائز حدود سے بڑھ جاتی ہو تو مذاقِ تعیش لوگوں میں پیدا ہو جاتا ہو، لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ کیفیت

ہوتا ہی جب زمانہ کسی قوم کو نیچے گرا کر، پھر اُسی نقطہ پر پہنچا دینا چاہیے۔ ان سے اُس قوم نے اپنا سفر شروع کیا تھا۔

چونکہ اولاد کی تربیت، عورت کے سپرد ہی، اسی لیے ظاہر ہو کہ اگر وہ ترقی کے صحیح اصول کو نظر انداز کر دیگی، اگر وہ ارتقا کے اُس فلسفہ کو جو کسی وقت اسی کی ذات سے قائم تھا، بھلا دیگی، تو پھر قوم کے فرزند ہرگز اس قابل نہ ہو سکیں گے کہ وہ دنیا میں کچھ کام کریں اور اپنے عروج و زوال کے مسئلہ پر غور کر سکیں۔ عورت کے اختیار میں ہے، چاہے وہ اپنے بچوں کی اچھی تربیت کر کے قوم کے مستقبل کو شاندار بنا دے، چاہے وہ اپنی اولاد کی اخلاقی حالت سے غافل ہو کر اس کو تباہ و برباد کر دے۔

عورت کے جسم و دماغ کی ساخت ہی صرف اسلئے نازک بنائی گئی ہے کہ وہ دنیا کے اُن ہنگاموں میں حصہ لے سکے، جن کا مقابلہ کر نیکنے لئے صرف مرد وضع کیا گیا ہو۔ اُس کا کام ان جذبات کی پرورش کرنا ہو، جن کا تعلق امن سکون ہی، نہ کہ شور و ہنگامے سے، اگر عورت مرد کے دوش بدوش تمام مردانہ مشاغل میں حصہ لینے کے لئے آمادہ ہو جائے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ اُن کو پورا نہیں کر سکتی۔ لیکن یہ ضرور ہو کہ وہ اقتضائے فطرت کے خلاف چلنے والی کہلائی جائیگی اور کائنات کا نظام جس میں نازک و کرخت، نرم و خشن دونوں پہلو برابر رکھے گئے ہیں، درہم و برہم ہو جائیگا۔

ہندوستان میں جب سے مغربی تہذیب کو درخورد حاصل ہوا، عورتیں کے اندر اک ناخوشگوار انقلاب محسوس کیا جا رہا ہو۔ یوں تو بظاہر تعلیم و تربیت

جاتی ہو۔ بلوس وضع کی خوش سلیقگی نمایاں طور سے ترقی کرتی جا رہی ہے لیکن اسی کے ساتھ عورت کی حقیقی نسائیت جو صحیح معنی میں قبل تعلیم پائی جاتی تھی اب مفقود ہوتی جاتی ہو اور اخلاقی حالت مائل پرستی نظر آ رہی ہو۔ وہ وقت جو گھر کے کاموں، اولاد کی تربیت، شوہر کی فکر آسائش میں صرف کیا جاتا تھا، اب اپنی ذات کے زیبائش و آرائش میں بسر ہوتا ہو۔ اور وہ دماغ جو پہلے خاندان کے ذریعہ روایات کی حفاظت میں منہمک رہتا تھا۔ اب بے جانود و نمائش اور اولاد و لعب کی طرف مائل ہونے کا متمنی ہو۔

ایسا کیوں ہو؟ اب عورت وہ روحانی تسلیات ہم کو کیوں نہیں پہنچا سکتی؟ اسکے لطف و رافت، محبت و ہمدردی سے ہم کیوں محروم ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جو اب مغرب کے تمام سنجیدہ و مہذب ممالک میں زیر غور ہیں۔ کیونکہ وہاں کی عورت اپنی انسانی خصوصیات کو عرصہ ہوا خیر باد کہہ چکی ہو اور اسلئے وہاں کی سوسائٹی اس نقصان عظیم سے اک زمانہ دراز سے متاثر ہو رہی ہے۔ اگر ہندوستان میں بھی عورت کی رفتار ذہن اسی طرح قائم رہی جیسی اب تعلیم یافتہ طبقوں میں دیکھی جاتی ہو تو وہ وقت دور نہیں۔ جب ہم بھی استیلا کن سماعت سے دوچار ہوں اور ہماری زندگی بھی اس طرح تلخ ہو جائے جیسی آج کل مغرب کے مردوں کی ہے۔ پھر دیکھنا چاہیے کہ اس میں قصور کس کا ہو؟ جہاں تک غور کیا جاتا ہو اس میں پہلی غلطی مرد کی ہے جس نے عورت کو اپنے فرائض سے تیار و نہ ہونے پر مجبور کیا۔ اور دوسری غلطی عورت کی ہے جو اپنی گزشتہ تاریخ کو بھول گئی اس لئے مرد اس کتاب کو پڑھیں اور معلوم

گیارھویں فصل

نتیجہ

تہذیب نتیجہ ہو ترقی کا خالص طبعی حیات حیوانی سے، شائستگی کی بخیر می زندگی کی طرف۔ اس ترقی کے محرک اصلی اور اس کو زندہ رکھنے والے انسانی ضروریات و خواہشات ہیں۔ تا وقتہ کہ انسان اپنے داعیات کے لحاظ سے بالکل مطمئن نہیں ہو جاتا، اس کی رفتار ترقی بدستور قائم رہتی جو اس ترقی یعنی خواہشات انسانی پورا کرنے کے لئے فطرت نے نہ صرف جمادات، نباتات، و حیوانات کی صورت میں کافی مواد فراہم کیا بلکہ غیر محسوس قوے عالم اور ان کے اثرات نے جو طور انسان سے قبل ابھی تاریخ کائنات پر موثر ہو رہے تھے۔ انسان کو ترقی میں بہت مدد دی۔

جس وقت انسان اول اول زمین پر بھیجا گیا تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فطرت اس سے یہ کہہ کر الگ ہو گئی ہو کہ دوئم جانو اور یہ دنیا، لیکن یہ واقعہ ہو کہ فطرت خود کائنات کی آبادی کی متمنی تھی اور وہ نہایت مخفی طریقہ سے انسان کی مدد کر رہی تھی۔ بہر حال جب نسل انسانی کرہ زمین پر نمودار ہوئی تو اس تمام عطیات، قدرتوں، جو خود اس کے نفس و دماغ اور دیگر مادی شیا پر مشتمل تھے، فائدہ اٹھا کر اپنے فرائض ادا کرنے شروع کئے، لیکن اس حقیقت انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سب سے زیادہ مفید معاون صرف اسکا دماغ تھا۔ ورنہ چاہئے

کہ صرف بین کے انھیں حصوں میں ترقی ہو سکتی، جہاں فطری پیداوار کثرت سے پائی جاتی تھی، حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ ترقی، پیداوار کے لحاظ سے نہیں ہوئی بلکہ اس کی بنیاد زیادہ تر انسان کی کوششوں پر قائم ہوئی اور غالباً آج بھی یہی اصول ارتقاء انظام کائنات میں موثر و کارگر رہے۔

دیکھا جاتا ہے کہ بعض ایسے ممالک میں جو پیداوار کے لحاظ سے چھال قابل لحاظ نہ تھے، انسان نے کافی ترقی کی۔ اور جہاں پیداوار کی کثرت تھی ہاں وہ زیادہ ترقی نہیں کر سکا اسلئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ تنہا قابل اعتبار سرمایہ سے مرد و عورت نے بازارِ عالم میں اپنا کاروبار شروع کیا، صرف ان کا دماغ تھا۔ اور یہ ساری رفتی اسی ایک سرمایہ کی ممنون ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں نے ارتقاء میں کیا کیا حصہ لیا۔ گزشتہ ابواب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مرد اپنی قوت جسمانی سے کام لیکر فتوحات حاصل کر رہا ہو تو عورت اپنے دماغ سے کام لیکر ان فتوحات کو مختلف صورتوں سے محفوظ و قائم رکھنے کی خدمت انجام دے رہی تھی اگر وہ تلاش و جستجو میں ادھر ادھر بھڑکتا تھا تو یہ اُسی آوارہ زندگی میں امن سکون پیدا کر رہی تھی، اگر وہ منتشر و پراکندہ رہنا چاہتا تھا، تو اس کی طبیعت اجتماع پسند واقع ہوتی تھی۔ یعنی اگر مرد کے اندر محاربانہ روح پائی جاتی تھی، تو عورت کے اندر ترقی فنون کے جذبات موجزن تھے۔

مردوں کے کارناموں کی نسبت شہزادوں کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جائیں گی اور انہیں کلام نہیں کہہ سکتے کتابیں نے نوجوان دماغوں میں دلولہ ترقی

کے نہایت مفید جذبات پیدا کئے، لیکن انوس ہے کہ عورت کے صبر و تحمل عورت کی محنت و کاوش، عورت کی محبت و خلوص اور اسکے پر ولولہ جذبات کی داستانیں ہنوز ہم کو نہیں سنائی جاتیں اور تماشا گاہ عالم کی اس کمزوری لیکن اہم عیب کے حالات سے اعتنا نہیں کیا جاتا۔ جو ماضی اور حال کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہو کہ ابتدائے آفرینش کے وقت دنیا میں ظلمت و اندھیرہ، شر، جہل، علم، مزاج، لکھے لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، تاریکی و جہل دور ہوتے گئے اور تہذیب و تمدن پھیلنے لگی۔ آئے دن کے ساتھ اپنے چہرے سے نقاب الٹتی گئی۔ اسلئے آج، جبکہ دنیا اپنی ترقی کے انتہائی مدارج طے کر رہی ہے، اگر عورت مردوں کی حق شناسی کو محسوس کر رہی ہے تو حیرت نہ کرنی چاہیے کیونکہ جب وقت و موسم احساس پر مجبور کیا ہے تو اس کی قوت نہایت شدید اور اسکے اثرات نہایت مستحکم پڑتے ہیں اور دنیا کی کوئی مخالفت قوت اس سے باز نہیں کھ سکتی۔

مغرب نے جس قدر ترقی زندگی کے مختلف شعبوں میں کی ہے وہ متعجب زبان نہیں اسلئے ایسی کھلی ہوئی روشنی میں مردوں کیلئے نا ممکن تھا کہ وہ تمام ثمرات ترقی کو صرف اپنے ہی لئے محسوس رکھتے اور عورتوں کو اس تجربہ منوع تک پہنچنے سے زیادہ عرصہ تک باز رکھ سکتے۔ یقیناً کچھ زمانہ تک دے اپنی قوت سے کام لے کر عورت کے جذبات کو زیادہ ابھرنے نہیں دیا۔ لیکن آخر کار ایک وقت جس کو آنا چاہیے تھا آیا۔ اور طبقہ نازک میں اس احساس بڑھتا ہی سارا ظلم فریب کا جو مردوں نے قائم کیا تھا لوٹ گیا۔ گویا کہ وہ کمزری کا بنا ہوا جال تھا۔ ہم نہیں کہہ سکتے عورتوں کی یہ اور ایسی بیداریں ہر کھانڈ سے، نیک و شہین ہیں۔ لیکن

اس میں کلام نہیں کہ بہ نوع عورتوں کے کچھ حقوق ہیں اور اگر وہ ان کا مطالبہ کریں تو ہمارے لیے جتن کچھ بیچ نیکی کوئی وجہ نہیں جنھوں نے اقراعیات (حقوق طلوع) میں ہے حالات کا موجودہ زمانہ میں مطالبہ کیا ہو وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے مطالبات کیسے سخت اور کس درجہ "بہش شدید" کے تحت میں آسکتے ہیں۔ ہر چند یورپ، اُن خطرات کو جو عورتوں کی اس قیامت خیز بیداری سے پیدا ہو سکتے ہیں، محسوس کر رہا ہے اور وہ جنس لطیف کی ان جارحانہ میاکیوں کو نظر سپیدگی سے نہیں دیکھتا، لیکن اب اسکا کوئی علاج بظاہر نظر نہیں آتا اور نہ شاید نظام کائنات اپنی اس جرات کا مداوا پسند کرے گا۔ ترقی تہذیب جس طرح ایک قوم کے لیے باعث خیر و برکت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر وہ حد سے زیادہ گزر جائے تو اذیت و مصیبت بھی ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ عورتوں کے اندر یہ انقلاب خود مردوں کا پیدا کیا ہوا ہے اور وہی اسکے ذمہ دار ہیں۔ اگر وہ ان کے اندر آزادی کے نامناسب جذبات پیدا نہ ہونے دیتے اور شروع سے اُن کو بالکل مغلوب بنائے رہنا اپنا شعار قرار نہ دیتے، تو اب یہ حالت کہ گوشت سے ناخن جدا ہو جانا چاہتا ہے، کبھی پیدا نہ ہوتی اور مرد و عورت جو دونوں باہم مل کر نظام تمدن قائم رکھنے کے لیے عالم ایجاد میں آئے تھے، اب ایک دوسرے سے چٹ کر الگ الگ میدان ترقی پیدا نہ کرتے۔ مرد و عورت ایک ہی دنیا میں پیدا ہوئے، ایک ہی دنیا میں اُنھوں نے زندگی بسر کی، اور ایک ہی خیال کو لیکر دونوں ساتھ ساتھ میدان عمل میں آئے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ اُن میں تفریق و اشتقاق کبھی ملک کے لیے سبب نہیں ہو سکتا اور وہ گلاڑی جس کا وزن دو پھیول پر برابر تقسیم ہے۔ اپنا ایک پہرہ مناجع کرنے کے بعد

کبھی نہیں چلی سکتی۔

ہندوستان کو، جو سلطنتِ برطانیہ کے زیرِ نگین ہونے کی وجہ سے یورپ کی معاشرت، یورپ کی تہذیب، یورپ کی زندگی میں تحلیل ہو جانیکے لئے بتایا نظر آتا ہے، غور کرنا چاہئے کہ طبقہٴ نسواں کیلئے کس نوع کی تعلیم مفید ہو سکتی ہے اور وہ اصول تربیت کیا ہیں، جن کے بغیر دنیا کی ہر تعلیم بجائے مفید ہونے کے نقصان و ضرر میں ایک بڑا اضافہ ہے۔ اگر ہندوستان کی عورت بھی اپنے دماغ میں حریت و آزادی کا سودا پکار رہی ہے۔ اگر اس کا مذاق ترقی، حریم خانہ کی بلندی و بلندیوں سے نکال کر، بازاروں، باغوں، تفریح گاہوں میں بے جانا جاتا ہے تو مردوں کو یقین کر لینا چاہیے کہ ہندوستان کے عورت بھی اُس منزل کی طرف حرکت کرتی ہوئی نظر آتی ہے، جہاں تک پہنچنے کے بعد یورپ کی عورت پھر لپٹ کر اپنی کھوئی ہوئی انسانیت کو ڈھونڈ نہ نہیں سکی۔

عورتوں کو یہ حقیقت ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اگر خدا نے انکی جنس کو مردوں کی جنس سے مختلف و متماثر بنایا ہے، تو یقیناً اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ عورت جو فرائض اپنے لئے مقرر کرے وہ مردوں کے فرائض سے جدا ہوں اور نہ اس تفریق جنس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ پھر ان فرائض کا جان لینا جس طرح ایک مرد کیلئے آسان ہے، اسی طرح عورت کیلئے بھی دشوار نہیں کیونکہ اسکا تعلق بالکل انسان کی فطرت سے ہے اور حیاتِ طبی کے جلی امیال و عواطف سے ان فرائض کے حدود مقرر کئے جاتے ہیں۔

اس میں کلام نہیں کہ جب انسان کی فطری حس لمول کے مخالف مناظر و مظاہر

سے متاثر ہو کر کندی یا گمراہ ہو جاتی ہو تو آدمی کے لئے کذب کو صداقت سے حقیقت کو عوارض سے جدا کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس وقت مغرب کی عورت اپنے حقیقی فرائض کو بھول کر ان سے بہت دُور جا پڑتی ہے بلکہ اگر ہندوستان ابھی سے اس طرف توجہ کرے تو وہ خطرات جو عورتوں کی بچاؤ اور انساں سب طریقہ تعلیم و تربیت سے پیدا ہو جایا کرتے ہیں آسانی سے روکے جاسکتے ہیں۔

عورت کو سمجھنا چاہیے کہ اس کی زندگی کا اولین فرض، حیات متزنی کے احترام کو قائم رکھنا اور تربیتِ ولاد کے صحیح فطری اُصول پر کاربند ہونا ہے۔ وہ اس لئے وضع نہیں ہوئی کہ دنیا کے ہر شہگامہ میں جتنہ لے کر اپنے دماغ کو متاثر و متاثری کرتی رہے۔ وہ صرف اس لئے پیدا ہوئی ہے کہ عالم میں اپنے لطیف و شریف جذبات سے آرام و سکون پھیلانے۔ اسکی ساری دنیا اس کا مکان اسکی دنیا کی تنہا آبادی اُس کی اولاد ہے۔ اگر وہ کرنا چاہے تو اپنی اسی مختصر دنیا اور اسی محدود آبادی کے انتظام سے فرصت نہیں پاسکتی۔ پس اگر وہ اسطرح سے غافل ہو تو سمجھنا چاہیے کہ وہ تمام عالم کی طرف سے بے پروا ہے، اگر وہ اس طرف توجہ ہو تو یقین کرنا چاہئے کہ ساری کائنات اس کے التفات کی ممنون ہے۔ اس کے اختیار میں ہے، چاہے وہ اپنے بچے کی اچھی تربیت کر کے نظام عالم میں امن و سکون پیدا کر دے چاہے اسکی تربیت کو خراب کر کے کائنات کے شیرازہ کو اتبر و منتشر۔

عورت کی خدمات اس قدر اہم و ضروری ہیں کہ دنیا کو ہمیشہ انکی ضرورت

تھی اور رنگی۔ اسلئے اسکا اپنے حقیقی فرائض سے منحرف ہو جانا نظام عالم کا مضطرب ہو جانا ہو اور اس کمی کو، جو عورت کے جادہ اعتدال سے ہٹ جانے سے پیدا ہو جاتی ہو، دنیا کی کوئی سائنس پرانہیں کر سکتی۔

عورت کی وہ تنہا صفت جو اسکے مردوں سے ممتاز کر سکتی ہو، صرف یہ ہو کہ اسکا گھر تہذیب و تمدن کی آغوش ہے اور اس کی آغوش تربیت و تہذیب کا گہوارہ..... اسلئے اسکو سمجھنا چاہیئے کہ وہ حیات منزلی و تربیت اولاد کے نقطہ نظر سے اس صفت کی حامل ہو یا نہیں۔

ابوابِ ماضی کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہو کہ عورت کا دماغ گہرے اخاذ و خلاق واقع ہوا ہو اور وہ انتظام خانہ داری کے تعلق کیا کچھ نہیں کر سکتی۔ اسلئے اگر وہ اپنی زندگی کے اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر ترقی کرنا چاہتی ہو تو مبارک ہو اسکا یہ خیال، کیونکہ نظرتِ اس سے یہی چاہتی ہو، لیکن اگر وہ اس خیال سے علیحدہ ہو کر ترقی کو بنے کی آرزو مند ہو، تو یقیناً وہ مردوں کی زندگی کو مٹل کر دیگی۔ کیونکہ عورت تو مردوں کے بہتے مشاغل اختیار کر سکتی ہو لیکن مرد کے سخت اعضاء اور اسکی کرخت طبیعت جوہ منزل و تربیت اولاد کے فرائض کو صحیح طور سے ادا نہیں کر سکتی۔

اگر کوئی شخص اُن وحشی ممالک میں سیاحت کرے جن میں ترقی و تہذیب کو بدخوار حاصل ہو چلا ہو، تو وہ دیکھے گا کہ تہذیبِ جدید کے زیر اثر سو میں پانچ مرد بھی ایسے نہیں ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کے قدیم رستے کو چھوڑ کر نئی راہ میں قدم اٹھایا ہو برخلاف اسکے عورتوں نے چشمہ سے تہذیب کی طرف

منتقل ہونے میں بھی، اپنے قدیم مشاغل سے انحراف نہیں کیا۔ وہ اب بھی کاشتکاری اور بستی ہو، وہ اس وقت بھی انتظام خانہ داری میں مشغول بدستور نظر آتی ہو۔ اُس کے وہی زیریں ہیں اور وہی برتن، اُسکی وہی زندگی پر اور وہی اصولِ حیوہ۔ فرق صرف یہ ہو کہ اب بجائے قدیم اوزار کے وہ زیادہ جدید آلات سے کام لیتی ہو اور نسبت پہلے کے بہتر اشیاء تیار کرنے لگی ہو۔

طبیعیں کہتے ہیں کہ جسمانی ساخت میں ہر تغیر تام نظام جسم میں ویسے ہی متعدد تغیرات پیدا کر دیتا ہو۔ وحشی مرد اپنے اسی حیوانہ زندگی میں ہمیشہ رہتا ہو لیکن جب بلند تہذیب اس کو متاثر کرتی ہو، تو نتیجہ چھانہیں ہوا اُسے تیر و کمان رکھ کر عورت کے اوزار لینے پڑتے ہیں۔ اور وہ ان کے استعمال میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مرد اگر آج کاشتکار ہو تو کل لکڑیاں ہوں، اس وقت جنگل میں ہو تو دوسرے وقت آبادی میں اور یہ زندگی اُسکے جسم و دماغ کو بالکل بیکار کر دیتی ہو۔ وہ اصول، وہ مشاغل جو آج اس کے دماغ پر مستولی ہیں کل غائب ہو جاتے ہیں اور اس طرح اس کو اپنی ذہانت و فراست کی تکمیل و تربیت کا موقع نہیں ملتا۔ برخلاف اس کے وحشی قوم کی عورت جب بستی کرتی ہو، تو اُسے اپنے فرائض میں بہت معمولی تغیرات کرنے پڑتے ہیں لیکن اُس کے تعمیرات و قیاسات وہی قائم رہتے ہیں اور اُس کے داعیات و مشاغل وہی۔

اس وقت بہت کم مرد ایسے ہیں، جن کے مشاغل وہی ہوں جو اُنکے آباؤ اجداد کے تھے، اِس لئے وہ اپنی رائیں مطالعہ و کاوش سے قائم کرتے ہیں

اور عورتیں قریب قریب اب تک وہی کام کر رہی ہیں جو انکی مائیں اور ماؤں کی مائیں کرتی تھیں، اسلئے عورت اس ذوق کو لیکر پیدا ہوتی ہے جو فطرت نے اسکے لئے مخصوص کر دیا ہے اور مرد اپنے مذاق فطری میں سفر تغیرت دیکھ چکا ہے کہ وہ بغیر کسب و کتاب کے محض خالص ادعاے فطرت کے لحاظ سے کوئی کام دنیا کا نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب عورت کسی ایسے مسئلے پر گفتگو کرتی ہے جو اس کی جنس یا اس کے مشاغل سے متعلق ہوتا ہے، تو اس کا بیان بہت وسیع امثر اور پُر از معلومات ہوتا ہے۔

یہ ترقی جس کا ذکر کیا جا رہا ہے، دو قوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ قوت حیوانی و قوت روحانی۔ ان دونوں قوتوں میں ہمیشہ جنگ ہوتی رہتی ہے۔ قوت دلی ترقی کی خاطر اور ہلاکت کی طرف اڑ رہی، قوت ثانیہ ارتقاء کی محرک ہے اور وسعت تہذیب کی معاون اسلئے اگر تمہیں کوئی ایسی قوم نظر آئے، جو اپنے اخلاق کے لحاظ سے پسے ہوئی ہو، تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کی قوت روحانی سلب ہو گئی ہے، اور قوت حیوانی اسکو ہلاکت کی جانب لئے جا رہی ہے۔

مذہب طبعیین کا مشہور نظریہ ہے کہ دنیا میں تنازع البقاء عام طور سے جاری ہے اور صرف وہی فرد باقی رہ سکتا ہے، جو اصلح و اقویٰ ہو، اور اس کا ثبوت وہ دنیا کے نباتات و حیوانات سے دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ فطرت بجا یہ قانون بڑا درست قانون ہے، اور اس میں کسی کی رعایت نہیں کی جاتی۔ لیکن حیوانی، مماشری، اخلاقی تعزیریں، جو فطرت کی طرف سے نوع انسان پر جاری ہوتی رہتی ہیں، وہ بہت زیادہ عبرت انگ ہیں، عالم حیوانات میں بھی ہر ذرہ

نوع جس کی مادہ ہلاک کر ڈالی جاتی ہے، بہت جلد نیت و نابود ہو جاتی ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ نوع انسان میں اس کے اثرات اور زیادہ شدید و قوی ہونگے۔ تم کسی قوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھو، تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کی صحیح ترقی کا زمانہ وہی تھا جب اُس کی عورتیں بہتر حالت میں تھیں، گو یا عورت کی ترقی اور قوم کی ترقی ایک ہی چیز تھی۔ اسی طرح ایک قوم کا بدترین زمانہ وہ ہوا جب اُس نے عورت کا احترام ترک کر دیا، اور اس طرح خود عورت اپنی عزت و وقوت کو بھول گئی، گو یا عورت کی تحقیر و ادا بار دو ذل مترادف ہیں۔ یہی وہ نکتہ نظام کائنات کے متعلق اسلام کے پیش نظر تھا کہ اس نے عورتوں کی اصلاح کو اہم امور اسلامی میں جگہ دی۔

اب ہم ابواب سابقہ پر ایک تبصرہ کرتے ہوئے ملخصاً عورت کی تاریخ پر علم انسان کے نقطہ نظر سے، روشنی ڈالتے ہیں، جس سے کجائی طور پر معلوم ہو سکتی ہے کہ عورت نے زمانہ قدیم میں کیا کیا اور اس کے احسانات تمدن عالم پر کس قدر بلند عظیم ہیں۔ تو ہم عورت کے تمام خدمات کا خلاصہ اس طرح ظاہر کر سکتے ہیں کہ اس نے جبرانیہ و تاریخی کے تعلق کو متحقق کیا، اس نے عالم نباتات و جمادات و حیوانات پر اپنے تصرف کو قائم کیا۔ اس نے علاوہ تو اُسے جسم انسانی کے دوسری قوتوں سے بھی کام لیا، اس نے مختلف فنون اختراع کئے، اُس نے معاشرت کے اصول مرتب کیے، زبان ایجاد کی، مذہب کو ترقی دی، لیکن چونکہ محض یہ عوالم مفید یقین نہیں ہو سکتا تھا اس لئے اس کتاب میں تاریخی نقطہ نظر سے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور اس باب میں ہم اس پر اجمالی نگاہ

ڈالتے ہیں۔

زمین کو جغرافیہ طبعی کے ماہرین نے مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصہ کا ایک الگ نام رکھا ہے۔ تقسیم یہ کاٹا پیداوار و ذرائع ترقی و تیز باعتبار حیوانیات و اسباب آبادی کی گئی ہے۔ جس میں نہ صرف آب و ہوا کا خاص طور سے لحاظ رکھا گیا ہے بلکہ ملک کے نشیب و فراز، ذرائع آب رسانی و سواحل و غیرہ سے بھی اعتنا کیا گیا ہے، کیونکہ ان چیزوں کا تعلق اُس ملک کی آبادی و ترقی سے بہت قریب کا تعلق ہے اور انہیں کو دیکھ کر حکم لگایا جاتا ہے کہ انسان نے ابتدائی حالت میں فلاں ملک میں کیا ذرائع، تجربات، کئے لئے اختراعات کئے ہوں گے اور کیونکر کئے آہستہ آہستہ ترقی کی ہوگی۔

یہ صحیح ہے کہ تمام ممالک میں اس وقت مرد کا صرف ایک ہی مشغلہ تھا اور اس کی تمام ذمہ داریاں انہیں آلات و اوزار کی ساخت پر صرف ہوتی تھی، جو اسکے مشغلہ کشاکش کے لئے مفید و ضروری تھے۔ یقیناً ان اوزار کی شکل و صورت میں ہر ملک کے لحاظ سے کچھ فرق تھا، لیکن وہ عتبار کے قابل نہیں۔ کیونکہ اولاً تو وہ فرق نہایت خفیف تھا اور دوسرے اُس فرق سے اصل مقصود کے حصول میں کوئی حرج یا زیادہ آسانی نہ تھی۔ لیکن جس وقت جمادات سے کام لے کر مرد و عورت کشاکش کرنے کے آلات تیار کر رہا تھا۔ اُس وقت عورت اس سے چاقو، برتن، چکیاں وغیرہ تیار کر رہی تھی اور اگر نگاہ انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ عورت کے اختراعات کس درجہ مفید و مکمل تھیں کشاکش کرنے کے آلات و اوزار کج بالکل بدل گئے ہیں۔ لیکن عورت کی ان قدیم چیزوں میں حقیقت کے لحاظ سے

کوئی تفریق نہ ہو اگر صورت کے لحاظ سے ہو گیا ہو۔ پھر پانی کے چشموں اور بالوں سے جو تعلق عورت کو تھا وہ بھی جمادات کے ہی سلسلہ میں شمار کیا جائیگا۔ آج بھی تمام ممالک میں جس قدر کام بانی کی مدد سے ہوتے ہیں ان میں اکثر وہ بیشتر عورت ہی حصہ لیتی ہے۔ افریقہ، امریکہ ایشیا میں ہر جگہ پانی لانا۔ اُس کو حفاظت سے رکھنا، اُس سے اپنی کھیتیاں سیرینا، عورت ہی کے اہم فرائض میں داخل ہو۔ عالم جمادات سے متعلق اس نے ایک اور ایسی چیز بنائی جو آج بھی اُسی حالت میں پائی جاتی ہے، یعنی نمک۔ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہو کہ کس طرح عورت نے اول اول نمک کو دریافت کیا اور کس طرح بعض خضروں سے شورہ نکالنے میں کامیاب ہوئی۔ پھر اسی کے ساتھ برتن بنانے کے سلسلے میں کان کنی مختلف قسم کی مٹیاں تیار کرنا، سوپا، سٹون پتھر کے خواص دریافت کرنا یہ سب عورت ہی کے کام تھے اور اس میں مرد کوئی حصہ نہ لیتا تھا۔ عالم نباتات سے عورت کا جس قدر تعلق ہے، وہ ایسا وسیع ہے کہ اگر کوئی چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ فطرت نے گویا اُسے عورت کیلئے ہی مخصوص کر دیا تھا۔ نباتات کے چار چھ مصرع تھے ماس کو غذا بنانا، اس سے ریشے نکالنا، لکڑیاں مختلف کاموں کے لئے ماہل کرنا اور ان کو بونا، ان چاروں استمالات سے عورت کو جس قدر تعلقات تھے وہ بیک نظر معلوم ہو سکتے ہیں۔ جڑوں، بیلوں، بیجوں کو اکٹھا کرنا، بار کر کے لیجانا ان کے خرمن بنانا، پکانا، سب عورت ہی کے ذمہ تھا۔ وحشی مردوں نے کبھی غذائے نباتات کے متعلق کوئی خدمت انجام نہیں دی۔ اسی طرح وہ ہود سے جو دوا کے کام میں آتے تھے، ان کو بھی عورت ہی جمع

کرتی تھی، اور اُسی نے ان درختوں کے خواص معلوم کر کے، دنیا کی سب سے پہلی قرآن دین جمع کی۔ چھالوں، گھاس اور جڑوں کو جمع کرنا، ان کو پھاڑنا، بل دینا زنگھنا اور پھر ان سے ٹوکریاں بنانا، جال تیار کرنا، کپڑا بنانا عورت ہی کی ایجاد ہے جس میں مرد کا کوئی حصہ نہیں۔ اور اگر کبھی کوئی مرد حصہ لیتا بھی تھا، تو اُس وقت جب اس کی نسبت طے ہو جاتا تھا کہ وہ مردوں میں شمار کئے جانے کے قابل نہیں ہے۔

آج بارہ ہائی نے جس قدر زرقی حاصل کر لی ہو، وہ کسی سے مخفی نہیں، لیکن اس کے تمام اصول و ذرائع وہی ہیں، جو زمانہ قدیم کی وحشی عورت نے ذہنیت کئے تھے، صرف آلات میں فرق ہو گیا ہے اور سائنس نے وقت کو وسیع کر دیا ہے یعنی جو کام پہلے دنوں میں ہوتا تھا وہ اب ساعتوں میں ہو جاتا ہے، مگر اختراع و ایجاد کا غرضانہ قدیم کی عورت ہی کو حاصل ہے، اور وہی اُس کی مونسِ اول ہے لکڑی سے کام لینے میں عورت نے اپنا وقت زیادہ صرف نہیں کیا۔ اس نے صرف بندھن جمع کیا بھیجے کے ستون بنائے، اور چھالوں سے یا لکڑی کے ٹکڑوں کو کھود کر رکابیاں تیار کیں، لیکن کشتیاں اور آلات حرب بنانے میں یا دیگر مرد ہی نے حصہ لیا۔ اسی سلسلے میں زراعت اور باغبانی کو نظر انداز کرنا چاہئے کیونکہ نہ صرف زمانہ قدیم میں، بلکہ اس وقت بھی عورت ہی بہترین مزایع و باغبان ہے۔

حالمِ حیوانات میں بھی عورت کے کارنامے کثیر ہیں۔ ہر جنسِ وہ عام طور سے جانور کا شکار نہ کرتی تھی، لیکن مچھلیاں پکڑنا۔ اسکے خاص مشاغل میں سے تھا۔

شکار کے بعد گوشت کو علیحدہ کرنا، اُسے پکانا، کھال کو صاف کرنا، اور اسکی چیزیں تیار کرنا، زمانہ قدیم میں صرف عورت کا کام تھا۔ کپڑا سینا، لباس تیار کرنا، سمور بنانا، سب جنس نازک سے وابستہ تھا، اور مردان فنون کے نکات سے ناواقف تھا، جانوروں کو پالنے کا خیال سب سے پہلے عورت ہی کو پیدا ہوا۔ لیکن اوّل اوّل مقصود یہ نہ تھا کہ اُن سے سواری کا کام لیا جائے، بلکہ صرف اُون اور دودھ کے لئے ان کی پرورش کی جاتی تھی، رفتہ رفتہ اُن سے باربرداری کا کام بھی لیا جانے لگا۔ گھوڑا، اونٹ گاؤں، گدھا، کتا، نہ صرف بارداری کے جانور تھے بلکہ اُن سے اور کام بھی لیے جاتے تھے، مثلاً کتا کہ اس سے شکار میں بھی مدد ملی جاتی تھی یا اونٹ وغیرہ کہ اُن کا دودھ بھی نکالا جاتا تھا بچہ کھال حاصل کرنے کی غرض بھی اس میں شامل تھی، کیونکہ اُنکے مرجانکے بعد اُنکے چمڑے کو بنا کر، عمدہ ملبوس تیار کیا جاتا تھا، بھیڑ، بکری کی پرورش زیادہ تر دودھ اور اون حاصل کرنے کے لیے تھی۔ اس میں کلام نہیں کہ عورت کا یہ اکتانہ، کہ بہت سے جنگلی جانوروں سے دودھ بھی حاصل کیا جاسکتا ہو، ترقی قوم کے لئے از بس مفید ثابت ہوا۔ کیونکہ بچوں کی پرورش میں ان جانوروں کے دودھ سے بہت مدد ملتی تھی اور اگر ایک طرف بچے زیادہ محفوظ رہتے تھے تو دوسری طرف عورتوں کو نہ صرف کافی وقت ملتا تھا کہ وہ دیگر مشاغل میں مصروف ہو سکیں، بلکہ وہ کمزور ہونے سے بھی محفوظ رہتی تھیں۔

زمانہ قدیم میں انسان دیگر نوائے عالم والات جبرئیل وغیرہ سے نا آشنا تھا، اور اس طرف اس نے نہایت آہستہ آہستہ قدم اٹھایا، لیکن اس سے انکار

نہیں کیا جاسکتا کہ ایک وقت آیا۔ جب مرد نے بعض جگہ سے آلات تیار کیے اور اسکی مدد سے اس نے اپنی محنت کو زیادہ قوی الاثر بنایا، لیکن پہیہ کا وجود اس وقت تک نہ تھا، یہ فخر عورت ہی کو حاصل ہو کہ سب سے پہلے اس نے چرخہ میں ایک گردش کرنے والے پہیہ کو اختراع کر کے ایک ایسی چیز عالمیاب میں پیدا کی۔ جس پر اس وقت بھی دنیا کے تمام مہذب اقوام کی صنعت و حرفت منحصر ہے۔ انجن، جہاز کے علاوہ تمام کارخانوں میں خواہ وہ کسی فن سے متعلق ہوں، صرف پہیہ ہی ایک ایسی چیز ہو کہ اگر اسکو علیحدہ کر دیا جائے تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے، اور مشینیں بیکار ہو جائیں۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مشینوں کے متعلق عورتوں کے کارنامے بہت زیادہ وسیع نہیں ہیں البتہ فطرت کی دوسری قوتوں سے زیادہ قدیم کی عورت بہت کام نباء مثلاً آگ سے اشیاء کو گرم کرنا۔ پکانا، خشک کرنا، غریب عورت ہی کا کام تھا اور وقت تک کہ تصفیتہ خلزات کا عہد نہیں شروع ہوا۔ آگ کا تعلق صرف عورت ہی سے تھا۔ اسی طرح پانی سے زراعت کو سنبھالنا اور ہوا کی مدد سے کشتیوں چلاتا۔ جنھوں سے دھوئیں کو دودھ کرنا، عورت ہی کے اکتشافات و اختراعات ہیں اگر وحشی عورت کے حنائی، مشاغل کلمطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس نے صناعاتِ حسن کے پیدا کرنے میں کتنا بڑا حصہ لیا ہے۔ افریقہ، اور امریکہ، ایشیا، اوشنیا، ہر جگہ ہم ایک وحشی عورت کے مشاغل کو دیکھ کر متحیر ہو سکتے ہو۔ ایکمو، عورت کا ہڈی کی سوئی اور نساں کے ٹاگے سے لباس سینا، امریکہ کی وحشی عورتوں کا عجیب و غریب ٹوکریاں تیار کرنا۔ پانچیا

میں اُن کا چھال اور پردوں سے مختلف چیزیں بنانا، افریقہ میں انکا پڑے بننا، پولو کی عورتوں کا ظروف تیار کرنا، یہ تمام فنون و مشاغل اس قدر تکمیل کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ اگر تم آج بھی کسی مہذب ملک کی موجودہ نسل کے نہیں مشاغل و فنون سے مقابلہ کر دو گے، تو تمہیں انھیں وحشی عورتوں کے نتائج سمی کو ترجیح دینی پڑیگی۔ رنگ سازی، نقاشی، بننا، ڈھالنا اور دیگر مصنوعات میں راجہی کے مختلف اشکال سے حُسن پیدا کرنا، عورت ہی کی ایجاد ہو، اور اگر جنس بازل سپر فیکر کرے تو اسکا اقتدار بے محل نہ ہوگا۔ وہ محض اپنی نگاہ کے فیصلہ اور ہاتھ کی حرکت کے اپنے مصنوعات میں بہترین حُسن پیدا کر سکتی تھی۔ حالانکہ آج اسکے لئے مشینوں کی ضرورت ہو جس سے اور اک حُسن کی وہ الہیت جو قبل اختراع مشین ہر شخص کے دماغ میں فطری طور سے ودیعت تھی، بالکل مفقود ہوتی جاتی ہو۔

زبان کی ایجاد و تحفظ اور اس کی اشاعت کے متعلق، عورت نے جو کچھ کیا وہ قریب ہی کے باب میں بیان کیا جا چکا ہو اور دوبارہ تفصیل کی ضرورت نہیں لیکن اجمالاً یہ پھر ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ مختلف اشیاء کے نام اور مختلف حالتوں کے اظہار کے لئے، جو الفاظ ہیں اُن کا مجموعہ زبان کہلاتا ہو۔ پھر جو یکہ عورت اپنے ساتھ دنیا میں بہتے مشاغل لائی اور اُس نے بہت سے فنون کی بنیاد والی اسلئے ظاہر ہو کہ ان کے متعلق تمام اشیاء کا نام بھی اُسی نے رکھا ہوگا اور اُن چیزوں کے مختلف کیفیات و حالات کے اظہار کے لئے الفاظ بھی اسی نے اختراع کیے ہوں گے۔ چونکہ انتظام خانہ داری کے سلسلہ میں اسکا تعلق نہ صرف اپنے خاندان کے تمام افراد، بلکہ اپنی قوم اور جوار کے لوگوں سے بھی شدید تھا، اس لئے عورت

مجبور تھی کہ وہ اپنے خیالات دوسروں پر ظاہر کرے اور دوسروں کے خیالات معلوم کرے اور یہی وہ مجبوری تھی جو اختراع زبان یا گفتگو کا باعث ہوئی۔ پھر اسکے تحفظ و اشاعت میں عورت کا جتنا حصہ رہی مخفی نہیں۔ کیونکہ بچوں کے ایام رضاعت میں جو کم از کم پانچ سال کا زمانہ ہوتا تھا، ان کو زبان سکھانا اور مختلف ممالک میں سیر و سیاحت کی وجہ سے خواہ وہ سیر سیاحت بخوشی رہی ہو یا یہ مجبوری زبان کا زمین کے مختلف حصص میں شائع کرنا، عورت ہی کا کام تھا جس طرح وہ اپنے ساتھ مختلف پیشوں کو لے جا کر چاروں طرف رائج کر رہی تھی، اسی طرح وہ زبان کو وسیع و عام کرتی جاتی تھی۔

دنیا کا معاشرتی نظام بھی جب پہلے عورت ہی نے قائم کیا، کیونکہ اس کی ابتداء اگر کسی تعلق سے ہوتی ہو تو وہ ماں اور اسکے بچہ کا تعلق ہی جو نہ صرف زمانہ قدیم میں، بلکہ آج بھی معاشرتی زندگی کا بڑا نشانہ دار منظر ہے۔ اب ممکن ہو کہ مرد کا تعلق اپنی اولاد سے اس قدر شدید ہو کہ اسے بھی گھر کی اس مختصر گنجین میں کوئی نمایاں جگہ مل جائے، لیکن زمانہ قدیم میں یقیناً اس کا تعلق اپنے بچوں سے بہت کم بالکل نہیں تھا، اور صرف ماں کا وجود ایک ایسا وجود تھا جو پرورش اولاد کے سلسلہ میں ایک غیر فانی حسن معاشرت کی بنیاد ڈال رہا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام اقوام کے علم الاصلہ میں دیوی مائیں کثرت سے پائی جاتی تھیں، اور تمام وحشی زمین کو بھی ماں ہی سمجھ کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ زمانہ قدیم میں انسانیت کی معاشرتی ترقی حسب انتخاب طبعی کے لئے دنیا کے تمام ذرائع کو تلاش کر رہی تھی، تو سب سے بڑا ذریعہ جو اس کو ملا، وہ زمانہ رضا

کی درآمدی تھی۔ لیکن کیسی حیرت ناک بات ہو کہ جو چیز معاشرت کی ترقی کا باعث ہوئی، وہی ترقی معاشرت کی تکمیل کے بعد ترک کنی جانے لگی۔ زمانہ قدیم میں موت تک کہ دودھ پینے والے جانوروں کے پالنے کا رواج ہوا تھا، کچھ کو صرف ماں کے دودھ پر قناعت کرنی پڑتی تھی، یہاں تک کہ بسا اوقات وہ سال کی عمر تک ماں کے سینے سے لگا رہتا تھا۔ پھر جب جانوروں کا دودھ دستیاب ہونے لگا، تو ماں کی تکالیف ایام رضاعت کی کچھ کم ہوئیں۔ خیر اس مذہب کی غنیمت تھا، لیکن جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا۔ اس میں بھی تغیرات ہوتے رہے، یہاں تک کہ ماں نے دودھ پلانا ہی چھوڑ دیا اور یہ خدمت دایوں کے سپرد ہوئی۔ پھر اس پر بھی کفایت نہ کر کے ایک قدم اور بڑھایا گیا اور دایوں کو بھی اس خدمت سے سبکدوش کر کے، صرف مصنوعی دودھ پر بچوں کی پرورش کا اخصارہ کیا، جس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ وہ فطری نطق جو ماں اور بچے کے درمیان ہوتا چاہیے، کم ہو گیا، جس کا خراب اثر فطری انسانی پر پڑنا لازم ہو۔

زمانہ قدیم کے نظام قبائل میں مرد کا حصہ بہت کم تھا۔ قبیلہ کا نام عورت ہی کے نام سے ماخوذ تھا، اور بچوں کے نام بھی خیمال کے نام پر رکھے جاتے تھے۔ وہی خاندان کا شیرازہ یک جا رکھتی تھی اور وہی گھر کی سب سے بڑی آدمیوز ہستی سمجھی جاتی تھی۔

مذہب کے مسئلہ میں عورت کے کارنامے نہ صرف اس کا طاس سے دفع ہیں کہ اس نے مذہب کی بنیاد ڈالنے میں بڑا حصہ لیا۔ بلکہ اس حقیقت سے بھی قابلِ غرام

کریں کہ عورت کا فطری مذاق کیا ہے۔ اور اس سے عورت کو ہٹانا دُنیا پر ظلم کرنا ہے۔ اور عورتیں ان اوراق کا مطالعہ کریں اور سمجھیں کہ ان کی حقیقی عظمت کا راز کیا ہے؟ اور نسائیت سے کیا مراد ہے، کیونکہ وہ وقت جب عورت، عورت نہ رہے گی، بڑا سخت وقت ہو گا؟ اس حال میں کہ وہ مرد بھی نہیں بن سکتی۔ پھر فطرت ایسی نخل نہیں کہ وہ اپنی دنیا میں ایک ایسی میسر جس کو جسے اس نے کبھی پیدا نہیں کیا، قائم رہنے لے!!!

نیا زنجیوری

بھوپال

ہجیات کیلئے سبق آموز کتابیں

نام کتاب	تہ	نام کتاب	تہ	نام کتاب	تہ	نام کتاب	تہ	نام کتاب	تہ
ہادی مع حکم	۸	مطبع کتاب گرج	۸	کلام جہانگشاہ	۸	دہر اعلان	۸	ہادی مع حکم	۸
مکتبہ اسلامیہ	۸	مجموعی	۸	ذکر مبارک	۸	دہر صحت	۸	مکتبہ اسلامیہ	۸
نوریت کی ایک گول	۸	عرض محبت	۸	الزہرا	۸	تذکرہ اکبریت	۸	نوریت کی ایک گول	۸
در کس جہت	۸	قرۃ العین	۸	پہشتی جوہر	۸	واجب الوجود	۸	در کس جہت	۸
عفت السلیات	۸	پنجوی پرورش	۸	بیاری سبلی	۸	عزت و کی انشا	۸	عفت السلیات	۸
خاتون جنت	۸	بشری	۸	لاؤلا بیٹا	۸	بیوی کی تعلیم	۸	خاتون جنت	۸
سوکن کا جلا	۸	زبانہ خطوط	۸	تندرستی	۸	علیہ غام	۸	سوکن کا جلا	۸
بیوی کی تربیت	۸	قوی گیت	۸	پنجوی کی کتاب	۸	تربیت اطفال	۸	بیوی کی تربیت	۸
بہشتی نور	۸	تعلیم انسان	۸	امام حسین	۸	مباحثہ حیات	۸	بہشتی نور	۸
بہشتی نور	۸	بہشتی نور	۸	بہشتی نور	۸	بہشتی نور	۸	بہشتی نور	۸
تندرستی	۸	صلح الرسوم	۸	شب بیکری	۸	لڑکے کی شادی	۸	تندرستی	۸
مذرات اعلیٰ	۸	بیوی کی مناجات	۸	دوم	۸	اولاد کی شادی	۸	مذرات اعلیٰ	۸
خودیات و خودیہ	۸	پڑھ انسان	۸	نہضت	۸	روایہ صاف	۸	خودیات و خودیہ	۸
اقبال انسان	۸	انشائے انسان	۸	آئینہ زندگی	۸	نور طفلان	۸	اقبال انسان	۸
برکات طاعت	۸	آغاز اسلام	۸	صحت النساء	۸	سنگری	۸	برکات طاعت	۸
برقہ عادتہ	۸	حوران جنت	۸	سیرت حبیب	۸	افغان شرف	۸	برقہ عادتہ	۸
حسن معاشرت	۸	نور جان بیکم	۸	فیضانِ نبوت	۸	شمع ہدایت	۸	حسن معاشرت	۸
چاندی روز	۸	شاہد صحت	۸	کھانا نیان	۸	محرر نامہ	۸	چاندی روز	۸
سیرۃ النبی	۸	بیاض گل	۸	کھانا نیان	۸	صحیح زندگی	۸	سیرۃ النبی	۸
ایمانی	۸	کل و دیکان	۸	روحانی زانی	۸	قائم زندگی	۸	ایمانی	۸

ملنے کا پتہ: صدیق بک ڈپو لکھنؤ

مولانا نیاز فتحپوری کی تصنیفات



نیز تمام دیگر مصنفین اردو کی کتابیں
ملنے کا پتہ صدیق بک ڈپو لکھنؤ

